مکمل و مدلل

حبیب الفتاویٰ

جدید ترتیب، تعلیق و تخریج

جلد اول

کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ

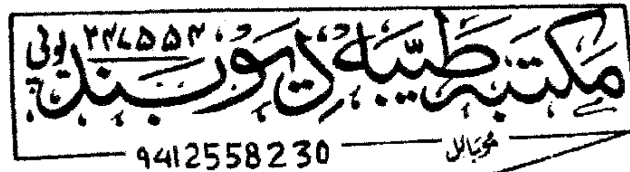
حبیب الامت عارف باللہ

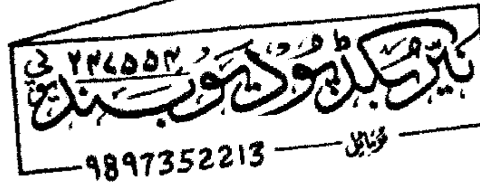
مکتبہ طیبہ دیوبند یوپی

تفصیلات

نام کتاب	:	مکمل ومدلل حبیب الفتاویٰ (جلد اوّل)
نام مصنف	:	حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
باہتمام	:	محمد طیب قاسمی مظفر نگری
کمپوزنگ	:	سیّد عبد العلیم ۔7017984091-6396271354
سن اشاعت	:	ستمبر 2020
ناشر	:	مکتبہ طیبہ دیوبند۔ 9412558230

ملنے کے پتے





whatsapp: 9897352213

Mob: 9557571573

عرض ناشر

دیوبند جو علوم و فنون کا مرکز ہے یہاں کتب خانے ہمیشہ سے دینی کتابوں کی اشاعت میں پیش پیش رہے ہیں۔

انہیں کتب خانوں میں ایک کتب خانہ **مکتبہ طیبہ** بھی ہے جس نے آغاز سے نہایت اہم موضوعات تفسیر، حدیث فقہ و فتاویٰ پر منتخب کتابیں شائع کرنے کی تاریخ رقم کی ہے۔

مکتبہ طیبہ آج یہ اطلاع دیتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کر رہا ہے حبیب الفتاویٰ مکمل مدلل جدید ترتیب تعلیق تخریج کے ساتھ شائع کرنے جا رہا ہے۔ یہ مجموعہ فتاویٰ اس شخصیت کے قلم سے ہے جو نہ صرف دار العلوم دیوبند کے فارغ، بلکہ حضرت مفتی اعظم مولانا محمود حسن گنگوہی صاحب کے خصوصی شاگرد ہیں بلکہ آپ کے معتمد خاص اور مجاز ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ فقہ و فتاویٰ کی دنیا میں، اس مجموعہ فتاویٰ سے ایک گرانقدر اضافہ ہوگا۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ جب اس نے اس کی اشاعت کی توفیق دی ہے تو اسے زیادہ سے زیادہ قبولیت سے نوازے، آمین۔

محمد طیب قاسمی مظفر نگری

21/ اگست 2020

مکتبہ طیبہ دیوبند یوپی ۲۴۷۵۵۴
موبائل 9412558230



JAMIA ISLAMIA DARUL ULOOM MUHAZZABPUR, P.O. SANJARPUR
DISTT. AZAMGARH Pin: 223227 (U.P.) INDIA
Mob: 0091 9450546400 Email: muftihabibullahqasmi@yahoo.com

محترم المقام مولانا محمد طیب صاحب قاسمی زیدمجدہم!

مالک مکتبہ طیبہ دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوگا۔

مختلف زمانوں اور اوقات میں دین وشریعت کے مسائل ایک عرصہ سے مجھ سے معلوم کیے جاتے رہے اور ان کے جوابات بھی قرآن وحدیث اور بزرگ فقہاء کرام کی تحقیقات کی روشنی میں دیئے جاتے رہے۔

میرے ایک دوست نے انھیں مرتب کیا اور پھر یہ فتاوے "حبیب الفتاویٰ" کے عنوان سے شائع بھی ہوئے اور بحمد اللہ مقبول بھی ہوئے۔

یہ معلوم کرکے بے حد مسرت ہوئی کہ آپ اپنے کتب خانہ "مکتبہ طیبہ دیوبند" سے اس کو شائع کرنا چاہتے ہیں، میں آپ کا شکر گزار ہوں اور بصد خوشی آپ کو اس کی طباعت واشاعت اور اس کے مالکانہ حقوق کی اجازت دیتا ہوں بلکہ اس کی اشاعت کی مقبولیت اور محبوبیت کے لئے دعاگو بھی ہوں۔

والسلام

ار یکم محرم الحرام
۱۴۳۴ھ



من كبار فضلاء دار العلوم ديوبند الهند، شيخ الحديث و صدر مفتي المؤسس ورئيس الجامعة الاسلامية مهذب فور اعظم جراه اتر ابراديش الهند، ورئيس دارالافتا والقضاء والبحوث الاسلاميه، و صاحب الفتاوىٰ المسمى "بحبيب الفتاوىٰ" والمقالات العلميه والفقهيه والتصانيف المتداوله ، وعضو المجمع الفقه الاسلامي الهند، وصاحب الدعوة والارشاد المجاز من كبار مشائخ الهنديه

اجمالی فہرست

✪✪✪

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مختلف زمانوں اور اوقات میں دین وشریعت کے مسائل ایک عرصہ سے مجھ سے معلوم کئے جاتے رہے اور ان کے جوابات بھی قرآن وحدیث اور بزرگ فقہاء کرام کی تحقیقات کی روشنی میں دیئے جاتے رہے، میرے ایک دوست نے انہیں مرتب کیا اور پھر یہ فتاوے ’’حبیب الفتاویٰ‘‘ کے عنوان سے شائع بھی ہوئے اور بحمد اللہ مقبول بھی ہوئے۔

اب دیوبند کے ایک باوقار کتبخانہ کے مالک جناب مولانا محمد طیب صاحب، اپنے کتب خانہ ’’مکتبہ طیبہ‘‘ سے شائع کر رہے ہیں۔ مجھے مسرت ہے، میں بصد خوشی آپ کو اس کی طباعت واشاعت اور اس کے مالکانہ حقوق کی نہ صرف اجازت دیتا ہوں، بلکہ اس اشاعت کی مقبولیت اور محبوبیت کے لئے دعاگو ہوں۔

اللہ رب العزت ہر طرح کی سہولت سے نوازے، آمین۔

مفتی حبیب اللہ قاسمی
۱۶/ ذی قعدہ ۱۴۴۰ھ

تعارف حضرت حبیب الامت دامت برکاتہم

حبیب الامت، عارف باللہ، حضرت، مولانا، الحاج، حافظ قاری، مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم چشتی، قادری، نقشبندی سہروردی، دار العلوم دیوبند کے اکابر فضلاء میں سے ہیں۔جنہوں نے پوری زندگی خدمت دین، تبلیغ دین، اشاعت دین کے لئے وقف کردی ہے۔آپ کی شخصیت اہل علم، اہل افتاء، اہل تدریس، اہل خطابت، اہل قلم میں معروف ومشہور ہے۔آپ نے میزان سے دورۂ حدیث بلکہ افتاء تک کی تعلیم ایک زمانہ تک دی ہے اور دے رہے ہیں۔تمام علوم وفنون پر آپ کی نگاہ ہے آج آپ کے ہزاروں فیض یافتہ تلامذہ ہندو بیرون ہند ہمہ جہت دینی وعلمی خدمات میں مصروف ہیں۔

آپ کے رشحات قلم کی تعداد درجنوں ہے جن سے دنیا استفادہ کررہی ہے۔ بالخصوص التوسل بسید الرجل، نیل الفرقدین فی المصافحہ بالیدین المساعی المشکورۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ، احب الکلام فی مسئلۃ السلام، جذب القلوب، مبادیات حدیث، علماء و قائدین کے لئے اعتدال کی ضرورت، والدین کا پیغام زوجین کے نام، احکام یوم الشک، مسلم معاشرہ کی تباہ کاریاں، تحفۃ السالکین، حضرات صوفیاء اوران کے نظامِ باطن، تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت، قدوۃ السالکین، التوضیح الضروری شرح القدوری، حبیب العلوم شرح سلم العلوم، صدائے بلبل، حبیب الفتاویٰ، رسائل حبیب جلد اول و دم تحقیقات فقہیہ جیسی اہم تصنیفات ہزاروں علماء سے خراج تحسین حاصل کرچکی ہیں۔ان میں خاص طور سے حبیب الفتاویٰ کی چھ جلدیں اہل افتاء ودارالافتاء کے لئے سند کی حیثیت حاصل کرچکی ہیں۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے آپ اساسی ارکان میں سے ہیں، اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے مدعی خصوصی ہیں، الحبیب ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے صدر ہیں، جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڑھ یوپی، انڈیا کے موسس ومہتمم اور شیخ الحدیث ہیں۔جامعہ کے دارالافتاء والقضاء کے آپ رئیس وصدر ہیں، اور ہندوستان کے دیگر بہت سے اداروں کو

آپ کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے، دینی، علمی، ملی خدمت آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔

روحانی اعتبار سے آپ کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے ہے اور ایک طویل زمانہ تک ان کی صحبت میں رہنے اور اکتساب فیض کا موقع آپ کو دستیاب ہوا ہے، بعد کے اکابرین میں حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ وحضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ کی خدمت میں رہنے اور فیوض و برکات کے حاصل کرنے کا ایک طویل زمانہ تک شرف حاصل رہا ہے۔اور الحمد للہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ سے اجازت بیعت بھی حاصل ہے۔اور الحمد للہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ سے اجازت بیعت بھی حاصل ہے۔روحانی اعتبار سے آپ کے فیض یافتہ ہزاروں ہزار افراد ہند و بیرون ہند میں پھیلے ہوئے ہیں۔

میدان خطابت میں اللہ پاک نے آپ کو خصوصی ملکہ عطا فرمایا ہے، آپ کا خطاب ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق ہوتا ہے، آپ کے خطابات کی مستقل سی ڈی ہند و بیرون ہند میں پائی جاتی ہے۔اور انٹرنیٹ پر بھی آپ کے خطابات موجود ہیں، جن سے ایک عالم مستفید ہو رہا ہے۔

(Go YouTube Print Mufti Habibullah Qasmi)

الغرض آپ بہت سے خصوصیات کے حامل ہیں، اللہ پاک نے بے پناہ خوبیوں کا مالک بنایا ہے اللہ پاک ہم سب کو حضرت والا کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے علوم و فیوض سے مستفید ہونے کی سعادت نصیب فرمائے۔آمین۔

از خادم دارالافتاء
مفتی عبدالنور قاسمی حبیبی

مُقَدَّمَہ

اظہارِ حقیقت

دارالعلوم سے دارالعلوم تک

جب دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث سے فارغ ہوا تو فراغت کے بعد رجحان درس وتدریس کا تھا۔لیکن رمضان کا پورا مہینہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں تھا۔مدرسہ مظاہر العلوم دارجدید سہارنپور جب پہونچا تو رمضان کے آخری عشرہ میں میرے بعض بڑوں نے مجھ کو یہ فیصلہ سنایا کہ تم کو عید کے بعد دارالعلوم دیوبند میں افتاء پڑھنا ہے،اور حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کی خدمت میں سال بھر رہنا ہے۔میں ذہنی طور پر افتاء کے لئے تیار نہیں تھا،چونکہ افتاء کی ذمہ داریوں سے اور اس کی اہمیت وتقدس سے بخوبی واقف تھا۔لیکن بڑوں کے مسلسل اصرار و فیصلے کی وجہ سے بادل ناخواستہ تیار ہونا پڑا، میرے ان بڑوں نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں موجود حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند سے ملاقات کرائی۔اور ان حضرات نے اپنی خواہش کا میرے لئے اظہار کیا۔

ان کے مشورے سے خانقاہ ہی میں موجود ایک بزرگ حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب جونپوری سے ملاقات کروائی۔

اور ان سے بھی میرے لئے اپنی خواہش کا اظہار کیا،انہوں نے ایک مکتوب حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے نام لکھ کر عنایت فرمایا۔

رمضان مکمل ہونے کے بعد راقم السطور دیوبند گیا،اور حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب جونپوری کا مکتوب گرامی حضرت قاری طیب صاحب کے ساتھ ملاقات کرکے ان کے سپرد

کیا۔اس کے بعد وطن مالوف کے لئے روانہ ہوگیا چند ہفتوں کے بعد پھر دارالعلوم دیوبند میں واپسی ہوئی، اور حسب ضابطہ داخلہ فارم بھر کر دفتر تعلیمات کے سپرد کر دیا، اور اس کے بعد دعاء میں مصروف ہو گیا کہ اللہ کرے میرا داخلہ نہ ہوتا کہ ان بڑوں کو جواب دینے کے لئے مجھے موقع مل جائے، اور میں اپنی خواہش کے مطابق درس وتدریس میں مصروف ہو جاؤں۔

مجھے اس وقت بہت خوشی ہوئی اور اپنی دعاء کی قبولیت کی امید بڑھ گئی، جب میں نے اپنے ہم وطن کئی ساتھیوں کے داخلہ فارم کے ساتھ منسلک درجنوں اکابرین وقت کی ان کے افتاء کے لئے داخلہ کی سفارش دیکھا، لیکن جب افتاء کے طلبہ کی نشست دارالعلوم دیوبند کے دفتر اہتمام میں منعقد ہوئی اور اس کے اختتام کے بعد ناظم دارالافتاء حضرت مفتی نظام الدین صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر پہونچ کر ملاقات کی تو راقم کو دیکھتے ہی فوراً مسکرائے اور فرمایا کہ انتخاب میں تمہارا نام آگیا ہے۔

میں نے فوراً زور سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اور حضرت سے میں نے پوچھا کہ ایسا کیسے ہو گیا؟ جبکہ میرے بہت سے ہم وطن اور رفقاء درس لمبی لمبی سفارشات لئے ہوئے تھے، اس کے جواب میں حضرت مفتی نظام الدین صاحب نے فرمایا کہ نشست شروع ہوئی تو حضرت قاری طیب صاحب نے فرمایا کہ آج انتخاب کا معیار یہ رکھا جائے کہ جس ضلع کی جتنی درخواستیں ہیں ان طلبہ کے دورۂ حدیث کے سالانہ امتحان کے نمبرات دیکھے جائیں۔ اور جس کا نمبر زیادہ ہو اس کا انتخاب کرلیا جائے۔ یہ سلسلہ جب شروع ہوا تو ہم وطنوں میں سب سے زیادہ نمبر تمہارا نکلا اس لئے تمہارا انتخاب ہو گیا، اور سفارش والی درخواستیں مسترد ہو گئیں، اس طرح دارالافتاء کی شمولیت کی راہ ہموار ہوگئی، اور ہمارے بڑوں کی خواہش پوری ہوگئی۔

اس وقت دارالافتاء میں تیس طلبہ تھے، دس دس کی جماعت بنا کر تین مفتیان کرام کے درمیان سب کی تقسیم عمل میں آئی، ایک جماعت حضرت مفتی نظام الدین صاحب کے سپرد ہوئی، اور دوسری جماعت حضرت مفتی احمد علی سعید صاحب کے سپرد ہوئی اور تیسری جماعت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے سپرد ہوئی۔

چونکہ اس وقت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی دنوں آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی تھی، جس کی وجہ سے ان کے فتاویٰ نویسی کے لئے راقم کا انتخاب عمل میں آیا۔

اس طرح پورے سال حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کے املاء کے ساتھ درس گاہ اور قیام گاہ پر ساتھ رہنے اور خدمت کرنے اور فتاویٰ نویسی کا خوب موقع ملا، دسیوں ہزار سے زیادہ پورے سال میں فتاویٰ نویسی کی سعادت نصیب ہوئی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فتاویٰ نویسی کے نوک و پلک اور مسائل کے استنباط و استخراج اور تطبیق کے ساتھ حوادث الفتاویٰ کی تطبیق اور مسائل کی تفہیم وتشریح اور انداز تعبیر اور تطویل واختصار کا خوب تجربہ حاصل ہوگیا، جس سے ہمارے دوسرے رفقاء محروم رہے۔

جب سالانہ امتحان مکمل ہوگیا تو حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو رمضان میں اعتکاف کے لئے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی رفاقت میں فیصل آباد، پاکستان جانا تھا، حضرت نے راقم سے فرمایا میں تو فیصل آباد میں رمضان گذارنے جا رہا ہوں، تمہارا ارادہ کیا ہے؟

راقم نے عرض کیا کہ حضرت میری خواہش ہے کہ کچھ دنوں اور رہ کر آپکے فتاویٰ کی ترتیب وتبویب کر کے اس کی اشاعت کراؤں، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا میرے فتاویٰ اس کے لائق کہاں ہیں کہ انہیں شائع کیا جائے۔

میری رائے یہ ہے کہ آئندہ سال تم کہیں درس وتدریس میں لگ جاؤ میں نے کہا آپ کی جیسی رائے ہو، آپ نے فرمایا میری عدم موجودگی میں اس سال کا رمضان حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندوی کے یہاں گذارلو، اور عید کے بعد کلکتہ چلے جاؤ، وہاں ایک مدرسہ ہے، جہاں صدر مدرس کی ضرورت ہے، وہاں سات سو روپیہ ماہانہ تنخواہ ہے، اور وہ مدرسہ حاجی جمیل صاحب کی آفس کے بغل میں ہے، ان سے تم کو مدد ملتی رہے گی، اور میں بھی کلکتہ آتا جاتا رہتا ہوں، اور مجھ سے بھی ملاقات ہوتی رہے گی۔

لیکن کل ہو کر تہجد کے وقت مجھ کو بلایا اور فرمایا کہ حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری

دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ میں تشریف لائے تھے، اورانہوں نے مجھے سے حکماً فرمایا تھا، کہ آپکا یہ شاگرد جب فارغ ہو جائے تو مجھ کو دے دیں، اس لئے کہ ان کی مجھکو ضرورت ہے، میرے مدرسہ میں دارالافتاء نہیں ہے، ان کے ذریعہ دارالافتاء قائم کرنا ہے، اس لئے میری رائے یہ ہے کہ عید کے بعد تدریس وافتاء کے کام کے لئے ریاض العلوم گورینی جونپور چلے جاؤ، میں نے اس کے جواب میں کہا حضرت آپ کی جیسی رائے ہو۔

اس کے بعد حضرت مفتی صاحب فیصل آباد کے لئے روانہ ہو گئے اور حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام مجھ کو ایک خط لکھ کر دے کر چلے گئے، وہ خط لے کر میں باندہ ہتھورہ پہونچا، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی کے ادارے میں راقم السطور کی پہلی بار حاضری ہوئی، حضرت سے ملاقات کر کے حضرت مفتی صاحب کا مکتوب گرامی پیش کیا حضرت قاری صاحب دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور بہت ہی اہتمام کے ساتھ مکتوب گرامی کو بار بار پڑھا، چونکہ یہ خط پہلی بار حضرت مفتی صاحب نے حضرت قاری صاحب کو کسی کے لئے لکھا تھا اس لئے بہت عزت واحترام کے ساتھ جامعہ عربیہ ہتھورہ کے مہمان خانہ میں میرا قیام تجویز فرمایا، اور جب تک میرا قیام رہا حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب گرامی کی برکت سے بہت زیادہ محبت کرتے رہے اور بہت زیادہ عنایت سے سرفراز کرتے رہے۔ تقریباً چار مہینہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہا۔

جب رمضان قریب آیا تو پہلے عشرہ کا اعتکاف حضرت قاری صاحب نے جامع مسجد باندہ میں چند رفقاء کے ساتھ کیا جس میں یہ راقم بھی شریک رہا، اور وہاں کے معمولات سے ہٹ کر راقم السطور کا معمول ظہر کے بعد ذکر جہری کا تھا ذکر سننے کے لئے سارے حاضرین میرے ارد گرد جمع ہو جاتے تھے، اس کے ساتھ میری تراویح حضرت نے ایک مسجد میں طے کر دی تھی اس لئے تراویح بھی میں پڑھاتا تھا، اور باقی اوقات میں میرا قیام جامع مسجد ہی میں رہا کرتا تھا۔

دوسرے عشرہ میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مختلف مقامات کا سفر ہوا کرتا تھا

اس سے فارغ ہو کر اہتمام کے ساتھ جس دن میرے قرآن کا ختم تھا، اس دن تشریف لائے اور ختم میں شرکت فرمائی، اور ختم پر دعاء فرمایا۔

اخری عشرہ کا اعتکاف جامعہ عربیہ ہتھورہ میں حضرت نے کیا، اس اعتکاف میں راقم السطور بھی شریک رہا۔

پہلے ہی دن حضرت نے اعلان فرمایا ہمارے یہاں ذکر کی مجلس آج تک نہیں ہوئی لیکن اس سال کل سے ظہر کے بعد اجتماعی ذکر کی مجلس ہوا کریگی، لہٰذا سبھی حضرات ذکر کی مجلس میں شرکت کریں اور جن حضرات کو ذکر کا طریقہ معلوم کرنا ہو وہ ہمارے مفتی حبیب اللہ صاحب سے معلوم کرلیں، اس طرح دیگر معمولات کے ساتھ ذکر کی مجلس کا بھی آغاز ہوگیا، اور معتکفین بہت شوق کے ساتھ ذکر میں شریک ہوتے رہے۔

اخری عشرہ کا اعتکاف بہت عافیت کے ساتھ پورا ہوا اور عید کی نماز پڑھنے کے لئے حضرت کے ساتھ باندہ جانا ہوا۔ باندہ شہر کی ایک مسجد میں عید کی نماز ادا کی، حضرت قاری صاحب کے حکم پر راقم السطور نے عید کی نماز پڑھائی۔

تقریباً چار مہینہ کے قیام کے درمیان حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت محبت و شفقت سے پیش آتے رہے، قیام و طعام کا بہت اہتمام کرتے رہے، بار بار خود بھی کھانے، پینے کے متعلق دریافت کرتے تھے، اور خرچ واخراجات کے لئے بھی کچھ پیسہ دیتے رہتے تھے، چونکہ میں پان کا عادی تھا، میرا پان دان بھی میرے ساتھ رہتا تھا، اس لئے جب باندہ شہر جاتے تو مہوبہ کا پان جو اس علاقہ کا بہت مشہور تھا سو، پچاس لے کر آتے اور مہمان خانے خود تشریف لاکر اپنے دست مبارک سے مجھ کو دیتے، اور یہ فرماتے مفتی صاحب میں باندہ گیا تھا، وہاں سے میں آپ کے لئے یہ پان کا پتہ لایا ہوں جو اس علاقہ کا بہت مشہور پتہ ہے، اس طرح جب رمضان قریب آیا تو مہمان خانے میں تشریف لائے اور مجھ کو کچھ نقد پیسے دیئے، اور فرمایا مفتی صاحب رمضان میں اپنے لئے دودھ کا انتظام کرلیجئے گا، الغرض ہر طرح کی توجہ اور عنایت مسلسل دوران قیام حضرت کی طرف سے حاصل رہی۔

کئی سالوں سے راقم السطور کے ذہن میں ایک بات یہ بھی تھی کہ میں مدینہ یونیورسٹی میں جا کر تعلیم حاصل کروں، لیکن اس کے لئے جن ضروری کاغذات کی فراہمی کا مرحلہ تھا وہ بہت مشکل تھا، لیکن عید کے چند روز کے بعد راقم نے ہمت کر کے، حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ حضرت میرا ارادہ مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کا ہے، اور اس کے لئے حضرت مولانا علی میاں صاحب کا توصیہ ضروری ہے لہٰذا آپ اگر کوئی سفارشی خط لکھ دیں تو میں حضرت مولانا علی میاں صاحب کو دیکر ان سے توصیہ حاصل کرلوں، چونکہ یہ مجھے معلوم تھا کہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت گہرا تعلق حضرت مولانا علی میاں صاحب سے ہے، حضرت تیار ہو گئے اور انہوں نے خط لکھ کر اور باضابطہ پورے راستے کی نشان دہی کی، اور یہ فرمایا کہ رائے بریلی چلے جائیں وہاں حضرت کا قیام ہے اور حضرت کو یہ خط دیکر ملاقات کرلیں جب میں ہتھورہ باندہ سے حضرت کا خط لے کر نکلا تو دوران سفر ویسے ہی خیال پیدا ہوا کہ میں دیکھوں حضرت نے کیا لکھا ہے؟ تو حضرت نے حضرت مولانا علی میاں صاحب سے جو کچھ فرمایا اس میں اہم جزء یہ تھا کہ حضرت میرا اور آپ کا تعلق صرف اللہ کے لئے اور آخرت کے لئے ہے، اللہ جانتا ہے کہ دنیا کی کوئی بھی غرض اس میں شامل نہیں ہے، لیکن حامل عریضہ عزیز مفتی حبیب اللہ صاحب سے اور ان کے خاندان سے میرا اتنا گہرا تعلق ہے کہ میں مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں یہ عریضہ لکھ رہا ہوں اس کے بعد حضرت نے توصیہ سے متعلق جو بات لکھنی تھی وہ لکھی۔

اس تحریر کو پڑھنے کے بعد میرے دل پر اتنا اثر ہوا کہ میں نے ارادہ بدل دیا اور حضرت مولانا علی میاں صاحب کے یہاں پہونچ کر ملاقات کر کے وہ خط پیش کرنے کے بجائے میں رائے بریلی سے الہ باد چلا گیا اور الہ باد سے پھول پور چلا گیا جہاں ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا فیاض احمد صاحب دامت برکاتہم قیام پذیر تھے اور ایک بڑا ادارہ چلا رہے تھے ان کے یہاں میں نے پوری بات پہونچ کر کے رکھی، اور اس کے بعد حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا جو حکم تھا ریاض العلوم گورینی جونپور کے متعلق وہ بھی

بتادیا تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ جونپور تو یہاں سے بہت قریب ہے اگر جانا ہو تو بس کے ذریعے وہاں تک پہونچنا مشکل نہیں ۔

چنانچہ کل ہو کر بس کے ذریعہ جونپور اور جون پور سے گورینی پہونچا، عشاء کے وقت وہاں حاضری ہوئی تو حضرت مولانا سے ملاقات ہوئی معلوم ہوا کہ کل ہو کر حضرت کا حج کا سفر ہے، ہمارے طالب علمی کے زمانہ کے ایک بزرگ حضرت، مولانا منیر احمد صاحب بستوی جو کالینہ ممبئی کی جامع مسجد میں ایک زمانہ تک امام وخطیب رہے، وہ بھی وہاں موجود تھے، چونکہ ان سے آشنائی مظاہر العلوم سے تھی، ان کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی میں نے حضرت مفتی صاحب کی پوری بات ان سے ذکر کیا، وہ فوراً مجھ کو لے کر حضرت کے پاس گئے اور حضرت کو پوری بات بتائی حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سننے کے بعد بہت خوش ہوئے اور اس کے ساتھ یہ فرمایا کہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے جدوجہد میں آج تک میں فرق نہیں کر پایا فیصل آباد کے قیام کے دوران انہوں نے کئی مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ حضرت آپ کی امانت رکھی ہوئی ہے اس کو وصول کر کے استعمال شروع کر دیں کہیں ضائع نہ ہو جائے، لیکن میں نہیں سمجھ سکا کہ ان کا اشارہ کس بات کی طرف ہے، آج سمجھ میں آیا کہ آپ کے بارے میں ہی وہ یہ جملہ فرما رہے تھے، بہر حال میں ملاقات کر کے چلا آیا تھوڑی دیر کے بعد مدرسہ کے اہم ذمہ داران کی میٹنگ ہوئی اس کے بعد مجھ کو بلا کر کے حضرت نے یہ فرمایا کہ آپ دفتر میں جا کر کے مولانا وکیل صاحب سے مل لیں پھر دفتر پہونچا، مولانا وکیل صاحب سے ملا انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کی تقرری بحیثیت مفتی اور مدرس یہاں کر لی گئی ہے، ۲۴۵ روپیہ آپ کی تنخواہ طے پائی ہے، آپکے ذمہ کتابیں ہونگی اور افتاء کا کام ہوگا، ۴۵ روپئے خوراکی کٹینگی، اور باقی دوسو روپئے آپ کو ملینگے میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے الوداعی ملاقات کر کے یہاں سے باندہ کے لئے روانہ ہو گیا۔

باندہ پہونچ کر پوری تفصیل میں نے حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ سے بتائی، اور اس کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ میں گورینی جا کر آیا ہوں اور گورینی کی پوری بات

سنائی حضرت قاری صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوئے، اور فرمایا کہ چلئے میں بھی آپ کے ساتھ دیوبند چلتا ہوں حضرت مفتی صاحب دیوبند تشریف لا چکے ہیں ملاقات بھی ہو جائے گی اور آپ کے سلسلہ میں بات بھی ہو جائے گی، چنانچہ مجھ کو لے کر حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبند تشریف لائے، اور حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی سے آدھے گھنٹے تک تخلیہ میں کچھ بات کی پھر باہر آ کر مجھ سے فرمایا کہ حضرت کے ساتھ آپ کے بارے میں بات ہوگئی ہے آپ کا گورینی جانا طے ہوگیا ہے لہٰذا آپ اطمینان کے ساتھ حضرت کے ساتھ رہیں میں جا رہا ہوں، چند گھنٹوں میں حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندوی مجھے دیوبند پہونچا کر دیوبند سے واپس آ گئے۔

اس کے بعد میں حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے پاس رہا کل ہو کر حضرت نے فرمایا کہ بہت خوشی کی بات ہے کہ آپ مدرسہ بھی دیکھ کر آ گئے ، اور حضرت قاری صاحب باندوی تشریف لائے تھے، انہوں نے بھی اس بات کی تصدیق کی کہ آپ کا جانا وہاں مناسب ہے، اب آپ اس کے لئے تیاری کر لیں۔

رات کے وقت میں نے پوری بات گورینی کے سفر کی حضرت کو سنائی، اور اس کے ساتھ یہ جملہ بھی کہا کہ حضرت وہاں مدرسہ کے ذمہ داروں نے مجھ کو یہ بتایا کہ دو سو پینتالیس روپیہ تنخواہ ہوگی پینتالیس روپیہ ماہانہ خوراکی کٹ جائیگی، مطبخ سے جو کھانا ملے گا اس کے عوض اور دو سو روپیہ تنخواہ ملے گی میں نے عرض کیا حضرت میں بیوی بال بچے والا ہوں، شادی شدہ ہوں ایک بچی بھی ہے اور اس کے ساتھ میرے والدین بھی ہیں، بھائی بہن بھی ہیں، تو حضرت یہ سننے کے بعد بیٹھ گئے، اور مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا جس زمانے میں میں کانپور میں تھا، اس وقت میرے ایک دوست آئے اور انہوں نے کہا کہ مفتی صاحب میں کئی روز سے آپکے یہاں مقیم ہوں، اور آپ کی ڈاک بھی دیکھ رہا ہوں، اور منی آرڈر بھی دیکھ رہا ہوں، اور آپ کا خرچ بھی دیکھ رہا ہوں، اور آپ کے اخراجات پر بھی نظر ہے آپ کی تنخواہ کتنی ہے؟ حضرت مفتی صاحب نے کہا میں نے بہت اصرار کیا کہ مت پوچھو یہ آپ کی سمجھ سے باہر ہے، لیکن انہوں نے جب بہت

اصرار کیا تو میں نے بتایا میری تنخواہ ساٹھ روپیہ ہے پچاس روپیہ مہینہ بیوی بچوں کے خرچ کے لئے گھر بھیج دیتا ہوں اور دس روپیہ ایک صاحب کو دیتا ہوں، تو وہ ایک وقت کے کھانے کا انتظام کر دیتے ہیں، ایک وقت کا کھانا آتا ہے اس کو کھالیتا ہوں، اور باقی کچھ بچتا ہے تو میں ناشتے کا انتظام کرلیتا ہوں، اور کچھ بچتا ہے تو کچھ کتابیں خرید لیتا ہوں، اور کچھ بچتا ہے تو کپڑا بنوالیتا ہوں، اور کچھ بچتا ہے تو کچھ غریب بچوں کی مدد کر دیتا ہوں اور کچھ بچتا ہے تو حج عمرہ کرلیتا ہوں، یہ جواب سننے کے بعد وہ شخص حیران ہوگیا اور کہنے لگا آمد وخرچ میں تو کوئی جوڑ نظر نہیں آرہا ہے یہ تو بہت بے جوڑ بات ہے، تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا یہ آپ کی سمجھ سے باہر ہے آپ مت پوچھیں لیکن آپ مانے نہیں پھر سوچا کہ آپ کو بتا دیتا ہوں، پھر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ پیارے جاؤ اللہ کی رضا سامنے رکھ کر کام کرنا، اور اس کے بعد شعبان میں آکر مجھ کو بتانا کہ تنخواہ کتنی تھی اور خرچ کتنا تھا، آگے پھر میں نے کچھ نہیں کہا۔

اس کے بعد کل ہو کر حضرت نے فرمایا کہ ایسا ہے کہ میرے یہاں تو آنا جانا لگا رہے گا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدینہ سے فیصل آباد میں اعتکاف کر کے تشریف لائے ہوئے ہیں، اور چند روز کا قیام ہے، اس کے بعد پھر وہیں چلے جائیں گے، چونکہ ہجرت کر چکے ہیں لمبا قیام یہاں کا نہیں ہے، اس لئے میری رائے ہے کہ تم جا کر وہاں ایک چلہ یعنی چالیس دن ٹھہر جاؤ اس کے بعد وہاں سے ریاض العلوم گورینی چلے جانا چنانچہ حضرت کے حکم پر میں وہاں سے سہارنپور کے لئے روانہ ہو گیا اور حضرت نے باضابطہ یعنی اہتمام کے ساتھ ایک رقعہ یعنی ایک خط حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھ کر دیا، میں جب سہارنپور پہونچا تو کتب خانہ یحیوی کے پاس بھائی طلحہ موجود تھے، میں نے ان کو خط دیا کہ حضرت مفتی صاحب نے یہ خط دیا ہے وہ دوڑتے ہوئے ننگے پاؤں لے جا کر حضرت شیخ کو پیش کیا اور کہنے لگے کہ مفتی جی تو کبھی خط لکھتے نہیں ہیں کیا بات ہے؟ کوئی خاص بات ہے حضرت مفتی صاحب نے اس میں مجھ سے متعلق کچھ باتیں لکھی تھیں۔

بہر حال جب حضرت کے یہاں پہونچ گیا تو اس کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو بلایا، اور بلانے کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ پیارے یہ اپنی جگہ ہے تم یہاں رہ چکے ہو، کوئی دقت نہیں ہے، مہمان خانے میں قیام کرلو پھر مجھ سے حضرت شیخ نے معمولات پوچھے میں نے اپنے معمولات بتائے، اس کے بعد فرمایا ٹھیک ہے صبح کے ساتھ شام کو بھی ذکر کی مجلس ہوتی ہے اس میں آجایا کرو چنانچہ چالیس دن میرا قیام حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہا بہت قریب سے حضرت کی مجلسوں کو، اور حضرت کی ذکر کی محفلوں میں شرکت کرنے کا موقع ملا اور حضرت کے یہاں جو اکابرین آتے تھے، ان سے ملاقات اور ان کو دیکھنے کا موقع ملا۔

چالیس دن جب مکمل ہو گئے تو وہاں سے بقرہ عید کے بعد میں ریاض العلوم گورینی کے لئے روانہ ہوا۔ شاہ گنج جب میں پہونچا تو وہاں ایک طالب علم مجھ کو ملا میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا میرا نام مظفر ہے، میں نے کہا کہاں سے آرہے ہیں، کہا تھانہ بھون سے کہاں جانا ہے کہا ریاض العلوم گورینی بہر حال وہ ساتھ ہوئے اور میرا سامان لیا، اس طرح میں ریاض العلوم گورینی پہنچ گیا، ریاض العلوم گورینی پہونچنے کے بعد، میں نے بہت اہتمام کے ساتھ امور مفوضہ کی انجام دہی شروع کی، اور اللہ نے جو موقع دیا، اس کو غنیمت سمجھا، پہلا کام تو یہ کیا کہ پہونچنے کے بعد میں نے تین بزرگوں کو خط لکھا ایک تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کو، اور ایک حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کو، اور ایک حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی کو، اور تینوں حضرات سے دعا کی درخواست کی، تینوں حضرات نے جو جواب لکھا، اس جواب کا حاصل یہ تھا کہ عزیزم (۱) مدرسہ کے کام کو اپنا کام سمجھکر کرنا۔ (۲) مدرسہ کے انتظامی امور میں کوئی دخل اندازی نہ کرنا۔ (۳) ڈیوٹی سمجھ کر کام مت کرنا بلکہ ہر کام کو اپنا کام سمجھ کر کرنا۔

چنانچہ الحمد للہ اپنے اکابرین کی نصیحت کے مطابق میں نے کام شروع کیا، اور ایک لمبے وقفہ تک کام کرتا رہا، حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ جب حج سے تشریف لائے۔ تو

انہوں نے اپنے برخوردار نائب ناظم کو بلا کر پوچھا کہ بھائی ہمارے مفتی صاحب کیسے ملے؟ اور کیسے رہے؟ تو انہوں نے یہ جملہ کہا جس کو حضرت نے بلا کر مجھ سے خود ہی نقل فرمایا، حضرت نے فرمایا کہ میں نے اس سے جب پوچھا تو اس نے کہا کہ حضرت اس کے اندر سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان میں تسویف نہیں ہے یعنی کسی کام کے لئے ٹال مٹول نہیں ہے۔ بلکہ کل کے کام کو وہ آج کرتے ہیں۔ بہرحال جانے کے بعد افتاء کی ذمہ داری میرے سپرد ہوئی، اس کے ساتھ تدریس کے لئے۔ قطبی، میبذی اور شرح تہذیب، گلستاں وغیرہ اور اس کے ساتھ دوسری فنی کتابیں مجھے دی گئیں، الحمدللہ میں نے پوری صلاحیت اس پر صرف کی، اور پوری محنت اور کدوکاوش کے ساتھ، پورے اخلاص کے ساتھ کام شروع کیا، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ نے درجنوں مرتبہ وہاں کے صدر المدرسین کو مخاطب کر کے فرمایا بھائی آپ اتنے دنوں سے افتاء کا کام کرتے رہے۔ لیکن کوئی سوال نہیں آتا تھا۔ لیکن جب سے ہمارے مفتی صاحب آئے ہیں۔ جب سے ماشاءاللہ سوالات کی بھرمار رہتی ہے۔

جب تک میں ریاض العلوم گورینی میں رہا میں نے اس کا پابند اپنے کو بنا کر رکھا، کہ ہر استفتاء کا جواب حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ کو دکھاتا تھا اور ان سے تائیدی دستخط کے بعد ہی مستفتی کے حوالہ کرتا تھا۔

الحمدللہ چند ہی سال میں پھر وہاں دورۂ حدیث اور اس کے ساتھ افتاء کا باضابطہ نظام بنا کر حضرت مولانا کے مشورے سے دورۂ حدیث اور افتاء کی تعلیم بھی شروع کرایا۔ اور الحمدللہ بتدریج اس میں اضافہ ہوا دارالعلوم دیوبند تک اس وقت یہ شور تھا کہ دارالعلوم دیوبند سے اچھی تمرین افتاء کی ریاض العلوم گورینی میں ہو رہی ہے، اور الحمدللہ بڑی محنت کے ساتھ طلبہ بھی کتابوں کے ساتھ تمرین پر محنت کرتے تھے، اللہ کا شکر ہے تقریباً پندرہ سال کا وقت حضرت مولانا عبدالحلیمؒ صاحب کی سرپرستی میں گذرا اور حضرت مولانا شفقت کا معاملہ فرماتے رہے۔ بالآخر اللہ کی تقدیر اور اللہ کے فیصلہ کے تحت ۱۹۹۳ء میں مجھے مستعفی ہونا پڑا۔ اور وہ استعفاء بھی حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ کی اجازت کے بعد میں نے دفتر اہتمام کے سپرد کیا۔ پہلے حضرت

کے برخوردار حضرت مولانا عبدالعظیم صاحب ندوی نے حضرت سے میری ترک ملازمت کے اسباب کے سلسلے میں بات کی اور اس کے بعد حضرت کی اجازت کے بعد پھر مدرسہ سے حساب کتاب ہوا،اور وہاں سے میں پھر روانہ ہوکر دارالعلوم مہذب پور پہونچا، یہاں آنے کے بعد میں نے جوکام شروع کیا۔انشاءاللہ اس کو بعد میں عرض کرونگا۔

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور سنجرپور ضلع اعظم گڑھ یوپی میں جب راقم السطور یہاں کے احباب کے اصرار پر حاضر ہوا تو یہاں آنے کے بعد سوائے ناہموار زمین کے اور کوئی چیز نہیں تھی، ساتھ، آٹھ، بیگھہ کا ایک پرانا باغ تھا جس میں اس علاقے کے دیندار حضرات بالخصوص ہمارے محسن وکرم فرما حاجی اقبال احمد صاحب قاصد مہذب پوری کی دیرینہ خواہش کی بنا پر یہاں دارالعلوم کے قیام کی ضرورت جو اس علاقے کے لوگ محسوس کررہے تھے،اس کے لئے راقم کو روکا گیا،اور خواہش کا اظہار کیا گیا۔

چنانچہ ۱۹۹۳ء کے اخیر سے بلکہ یوں کہا جائے ۱۹۹۴ء کے شروع سے جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور کی راقم نے بنیاد ڈالی ۔اور کام شروع کیا ۱۹۹۴ء سے لے کر ۲۰۰۰ء تک بہت مشکل حالات رہے،معاونین کا تعاون بھی بہت کم تھا لیکن ۲۰۰۰ء سے اللہ نے اس طویل مجاہدہ کو قبول فرما کر غیبی مدد فرمائی، اورنصرت خداوندی کے تحت غیبی دروازے کھلے اور غیبی مدد شامل حال ہوئی۔اور اس کے بعد تعمیری کام بھی سلیقے سے شروع ہوا جو دو ہزار سے لے کر ۲۰۰۷ء تک مکمل ہوگیا۔

اب تو الحمد للہ چھوٹے بڑے پچاسی کمرے ہیں اور طویل وعریض کشادہ ایک بڑی مسجد ہے ،اور اس کے ساتھ کتب خانہ دار الحدیث ،دار الافتاء،دار التصنیف و التالیف،دار المعلومات،دار التحفیظ، یہ ساری چیزیں تعمیر ہو چکی ہیں،مطبخ اور اس کے ساتھ متصل طویل و عریض دار الطعام یعنی ڈائننگ ہال اور اس کے علاوہ، بہت سے غسل خانے استنجاء خانے ۳۲ ربیت الخلاء حوض اور بنیادی ضرورت کی ساری چیزیں مہیا ہو چکی ہیں ،چھ کمپیوٹر پر مشتمل کمپیوٹر ہاؤس بھی موجود ہے۔

کئی سالوں سے جامعہ میں دارالافتاء کا قیام عمل میں آنے کے بعد افتاء کی تعلیم مستقل ہوتی رہی، فقہی اجتماع اور اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کے رکن کی حیثیت سے وہاں سے آنے والے سوالات کے جوابات بشکل مقالہ یہ راقم بھیجتا رہا، اور ان سیمیناروں اور اجتماعات میں بھی شرکت کرتا رہا، تعلیم الحمد للہ پرائمیری شعبہ حفظ اور عربی فارسی دورۂ حدیث تک ہوئی، اور باضابطہ دورہ حدیث کی تعلیم بھی ہوئی اور اس راقم نے بخاری شریف، ترمذی شریف پڑھایا، افتاء باضابطہ منظم انداز میں شروع ہوا اور مسلسل کئی سال تک افتاء کی تعلیم ہوتی رہی ماضی میں ایسا بھی وقت آیا کہ پچاس طلبہ یہاں کے شعبہ افتاء میں موجود رہے، جو ریکارڈ ہے اتنی بڑی تعداد ہندوستان کے کسی ادارہ میں کبھی نہیں ہوئی لیکن طلبہ کی خواہش اور چاہت اور اصرار کی بنیاد پر یہ تعلیمی نظام بھی شروع رہا، ماضی میں کئی سال تخصص فی الحدیث کی بھی تعلیم ہوتی رہی، اور ماشاء اللہ بیس طلبہ تخصص فی الحدیث میں موجود رہے اور فیض یاب ہوئے۔

کئی سال کی بات ہے، یہاں کے اساتذہ میں ایک استاذ تھے جو نئے فاضل تھے دار العلوم دیوبند سے یہاں آئے تھے، ان کی یہ خواہش ہوئی کہ میرے مکتوب فتاویٰ کی اشاعت ہو میں نے بہت معذرت کی لیکن ان کے بہت اصرار کے بعد میں نے اجازت دے دی، اور تقریباً بیس سال پہلے انہوں نے اس کی پہلی جلد مرتب کر کے مجھے دکھایا اور دلی سے حبیب الفتاویٰ کی پہلی جلد شائع ہوئی، یکے بعد دیگرے اس طرح سے تصنیف کا کام چلتا رہا۔ بعض میرے مخلص تلامذہ اور رفقاء کی کاوش کا نتیجہ ہے کہ چھ جلدیں حبیب الفتاویٰ کی وجود میں آگئیں، اور چھپنے کے بعد اکابرین امت کے ہاتھ میں پہونچ گئیں جن اکابرین نے دیکھا پسند کیا ان کے تاثرات بھی آپ حبیب الفتاویٰ مبوب مرتب محقق اور جدید ترتیب میں پڑھینگے، ہمارے اکابرین نے بھی ان فتاویٰ کو پسند کیا، اور ان کی تحریرات بھی یہاں موجود ہیں۔

لیکن بہت دنوں سے یہ خواہش تھی کہ اس کی ترتیب جدید عمل میں آئے، اور اس کے ساتھ اس پر تحقیق و تعلیق کا کام بھی ہو اللہ پاک جزاء خیر دے، میں بے حد ممنون ہوں اپنے ان تمام تلامذہ کا جو ۱۴۴۰ھ ۱۴۴۱ھ میں افتاء میں یہاں زیر درس رہے ان میں سے بالخصوص

عزیزم ’’مفتی عبد النور قاسمی جیبی سلّمہٗ‘‘ اوران کے تمام رفقاء مفتی شہادت حسین قاسمی، مفتی کبیر الاسلام قاسمیؔ، اور دوسرے ان کے تمام وہ رفقاء جنہوں نے بہت محنت وکدو کاوش کے بعد اس کو نئی شکل دی، اوراس کی تحقیق وتعلیق کا کام کیا، اللہ تعالیٰ ان تمام عزیزوں کی محنت کو قبول فرمائیں، ان کو جزا خیر عطا فرمائے۔

اور پھر اس کے بعد مکتبہ طیبہ کے مالک مولانا طیب صاحب قاسمی جن کا مکتبہ طیبہ کے نام سے دیوبند میں ایک کتب خانہ بھی ہے ان کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے اس کی خواہش ظاہر کی کہ ترتیب جدید اور تعلیق وتحقیق کے ساتھ حبیب الفتاویٰ کی میں اشاعت کروں، چنانچہ میں نے ان کو اس بات کی اجازت دے دی۔

الحمدللہ نئی تحقیق تعلیق کے ساتھ حبیب الفتاوی، اب آپ کے ہاتھ میں موجود ہے، دعاء ہے اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو قائم و دائم رکھے، اور باقی جلدیں پایۂ تکمیل کو پہونچ جائیں اور ہم سب کے لئے نجات اخروی کا ذریعہ بنائے امین۔

فقط والسلام

مفتی حبیب اللہ قاسمیؔ

رئیس دارالافتاء والارشاد

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور سنجرپور اعظم گڑھ یوپی انڈیا

۲۲/ ۱۱/ ۱۴۴۱ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

حضرت اقدس مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضراتِ فقہاء کرام کو حکماءِ اسلام کہا کرتے تھے۔علم فقہ، قرآن وحدیث ہی سے مستنبط ہے۔ یہ فقہاء اسلام اوران کی شبانہ روز کی انتھک جد وجہد کا یہ عظیم سلسلہ نہ ہوتا اور قرآن وحدیث سے استخراج کردہ مسائل واحکام، فقہ وفتاویٰ کی کتابوں میں مدوّن نہ ہوتے تو دین وشریعتِ حقہ پر صحیح عمل غیر ممکن ہوتا، بلاشبہ یہ احسان ہے ان فقہاء کرام کا۔ چنانچہ ہر دور اور دائرے میں اسلام کے اس اہم ترین موضوع سے متعلق معتبر مجموعۂ فتاویٰ کی اشاعت کا زرّین اور عظیم سلسلہ رہا ہے۔

دیوبند جو علوم وفنون کا مرکز ہے، یہاں کتب خانے ہمیشہ سے ایسی کتابوں کی اشاعت میں پیش پیش رہے ہیں۔انہیں کتب خانوں میں ایک کتب خانہ ''مکتبہ طیبہ'' بھی ہے جس نے آغاز سے نہایت اہم موضوعات، تفسیر، حدیث اور فقہاء وفتاویٰ پر منتخب کتابیں شائع کرنے کی تاریخ بنائی ہے، ایک زرّین ریکارڈ قائم کیا ہے۔

مکتبہ طیبہ، آج یہ اطلاع دیتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کررہا ہے، کہ وہ وقت کا نہایت عمدہ ایک مجموعۂ فتاویٰ، بنام ''حبیب الفتاویٰ'' شائع کرنے جارہا ہے۔ یہ مجموعۂ فتاویٰ اس شخصیت کے قلم سے ہے جو نہ صرف دارالعلوم دیوبند کے فارغ، بلکہ حضرت مفتی اعظم مولانا محمود حسن صاحب کے شاگرد ہیں اور آپ کے معتمد بھی ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ فقہ وفتاویٰ کی دنیا میں، اس مجموعۂ فتاویٰ سے ایک گرانقدر اضافہ ہوگا، اللہ رب العزت سے دعاء ہے کہ اس کی اشاعت کی توفیق دی ہے تو اسے بیش از بیش قبولیت سے نوازے، آمین۔

محمد طیب قاسمی مظفرنگری

جا بجا دیکھا جہاں دیکھا صحیح پایا

تقریظ: حضرت الحاج مولانا مفتی نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
صدر مفتی دار الافتاء دار العلوم دیو بند
خلیفہ ومجاز بیعت حضرت مصلح الامت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

عزیز محترم زادت مکارمکم ومعالیکم .... وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
آنعزیز سلّمہٗ تو ثقہ ہیں اور صاحب عقل سلیم وصاحب فہم صحیح ہیں ''حبیب الفتاویٰ'' جابجا دیکھا جہاں دیکھا صحیح پایا، اس لئے امید ہے کہ جوابات صحیح ہی ہوں گے۔ جماعت اسلامی کے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے حکم سے آنعزیز کے فہم وتباہ پر بیحد مسرت ہوئی۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات میں مشغول رکھیں اور فلاح دارین کی اعلیٰ دولت سے نوازیں، آمین۔

والسلام
(مفتی) نظام الدین
مفتی دار العلوم دیو بند

مفتی صاحب کافی عرصہ سے افتاء وتدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں

تقریظ: حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ

سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور وخلیفہ ومجاز حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ

باسمہٖ تعالیٰ

عزیز مکرم مفتی حبیب اللہ صاحب فاضل دار العلوم دیوبند ماشاء اللہ جید الاستعداد عالم ہیں، کافی عرصہ سے افتاء وتدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں، موصوف نے مدرسہ ریاض العلوم گورینی ضلع جونپور میں حضرت مولانا الحاج عبد الحلیم صاحبؒ کی زیر نگرانی کافی عرصہ تک افتاء کی خدمت انجام دی ہے اسی زمانہ میں جو فتاویٰ آپ نے لکھے ہیں بغرض نفع حبیب الفتاویٰ کے نام سے مجموعہ مرتب کیا ہے جو انشاء اللہ اشاعت کے مراحل سے گزر کر جلد ہی منظر عام پر آرہا ہے، عزیز مکرم نے اپنے حسن ظن کی بنا پر یہ مجموعہ احقر کے پاس بھی بغرض تقریظ بھیجا مگر اپنی علالت اور مصروفیت کی بنا پر صرف سرسری طور پر دیکھ سکا، اس لئے بھی ضرورت نہ سمجھی کہ حضرت اقدس مولانا عبد الحلیم صاحبؒ کی نگرانی صحت کے لئے بڑی ضمانت ہے، امید قوی ہے کہ انشاء اللہ یہ مجموعہ عام وخاص کے لئے مفید ہوگا، دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کے علم وعمل واخلاص میں مزید برکت عطا فرمائے اور ظاہری وباطنی ترقیات سے نوازے۔ آمین!

(حضرت مولانا مفتی) مظفر حسین (صاحب)
ناظم مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

ماشاء اللہ مفتی صاحب نے سارے مسائل کا جواب تحقیقی طور پر لکھا ہے

تقریظ: حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب نور اللہ مرقدہٗ
مفتی دار العلوم دیوبند (انڈیا)
وخلیفہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند (انڈیا)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
الحمد للہ و کفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس دور میں مسلمانوں میں مذہبی بیداری نے نئی کروٹ لی ہے کہ وہ مسائل شرعیہ معلوم کئے بغیر کوئی کام نہیں کرتے، اسی طرح علمائے اسلام میں بھی بیداری آئی ہے کہ ان کی انگلی ملت کی نبض پر ہے اور وہ برابر مسلمانوں کے لئے احکام شرعیہ فراہم کر رہے ہیں تاکہ عوام وخواص بغیر کسی محنت کے احکام دینی کو باضابطہ معلوم کرلیں اور ان پر عمل پیرا رہیں۔

ابھی یہ معلوم ہوکر دلی مسرت ہوئی کہ ملک کے مشہور ومقبول مفتی حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب قاسمی زید مجدہ نے اپنے فتاویٰ کی پہلی جلد مرتب کرلی ہے۔ بلکہ اس کی کتابت بھی ہو چکی ہے خاکسار نے جستہ جستہ اسے دیکھا بھی، ماشاء اللہ مفتی صاحب موصوف نے سارے مسائل کا جواب تحقیقی طور پر لکھا ہے، زبان سلیس اور عام فہم ہے، تقریباً تمام جواب کا حوالہ بھی درج ہے، جس پر اعتماد ہر موافق ومخالف کے لئے آسان ہوگیا ہے۔

مفتی صاحب موصوف شروع جوانی سے درس وتدریس کے ساتھ یہ خدمت بھی انجام دیتے آرہے ہیں۔ ماشاء اللہ وہ اس باب میں کسی تحریر کے محتاج نہیں ہیں، ان کو کار افتاء پر پورا عبور حاصل ہے اور جو کچھ لکھتے ہیں پورے تیقن کے ساتھ لکھتے ہیں کہیں تذبذب نہیں پایا جاتا ہے۔ بلاشبہ موصوف کے فتاویٰ کی یہ جلد ملت کے ذخیرہ کتب میں ایک قیمتی اضافہ ہے

اللہ تعالیٰ موصوف کی اس گراں قدر خدمت کو قبول فرمائے اور خواص وعوام کو اس سے استفادہ کا موقع عنایت فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○

طالب دعا

مفتی ظفیر الدین

مفتی دارالعلوم دیوبند (انڈیا)

۲۵/رجب ۱۴۲۰ھ

مفتی صاحب موصوف علم وافتاء کا ستھرا ذوق اور نظر عمیق رکھتے ہیں کتاب لائق عمل اور فتاویٰ لائق وثوق ہیں

تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد حنیف صاحب مدظلہ
صدر مفتی وشیخ الحدیث مدرسہ بیت العلوم، سرائے میر اعظم گڑھ

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین
وعلیٰ الہ واصحابہ الطیبین الطاھرین

یہ ناکارہ محمد حنیف غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ جناب مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی زادمجدہ اور یہ ناکارہ دونوں ہی عرصہ دراز تک مدرسہ ریاض العلوم گورینی ''جونپور'' میں خدمت افتاء کے لئے ماموراور مقرر تھے اس ناکارہ کی مدت اقامت مکمل ۲۸ سال ہے الا قلیل اور مفتی صاحب موصوف بھی کم وبیش دس بارہ سال اس خدمت کا حق ادا فرماتے رہے۔ میں یہ بات بصمیم قلب عرض کرتا ہوں کہ مفتی صاحب موصوف علم وافتاء کا ستھرا ذوق اور نظر عمیق رکھتے ہیں تحریر وتقریر پر یکساں قدرت رکھتے ہیں چنانچہ ریاض العلوم میں قیام کے زمانہ میں اس ناکارہ نے خود اور مفتی صاحب زادمجدہ نے کتنے فتاوے لکھے اس کا صحیح عدد تو بس خدا ہی کو معلوم ہے اس ناکارہ نے جو کچھ لکھا تھا اس پر اکثر پر حضرت الاستاذ مولانا عبدالحلیم صاحب نوراللہ مرقدہ کے توثیقات وتصدیقات ثبت ہیں اسی طرح مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب مدظلہ نے بھی اپنے زمانہ قیام میں نوازا ہے وعلیٰ ہذا ان کے فتاویٰ جس طرح مرشد امت کی تصدیقات سے مصدق ہیں اس ناکارہ کی نظر سے بھی گذرے ہیں اور خون لگا کر شہیدوں میں نام میرا بھی ہے یعنی امضاءات اس ناکارہ کے بھی ہیں ''خدا کرے کہ میرا قلم اور اس کا نقش دھبہ نہ بنے'' باقی چونکہ یہ سارے فتاوے الا ماشاء اللہ اس ناکارہ کی نظر سے بھی گذرے ہیں اور مرشد امت نوراللہ

مرقدہ کے بھی نظر نواز ہیں۔اس لئے میں بے بضاعتی کے باوجود یہ کہنے کی جرأت کر رہا ہوں کہ کتاب لائق عمل اور فتاوے لائق وثوق ہیں یہ اور بات ہے کہ کتاب اللہ کے سوا کسی کتاب کے لئے صدق وصواب کا سوفی صدی دعویٰ بے جا جسارت ہے۔اللہ رب العزت موصوف کی سعی کو قبول فرمائے اور ذخیرہ آخرت بنائے، آمین ثم آمین۔

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی ہندوستان کے ممتاز اصحابِ افتاء میں سے ہیں

تقریظ: مجاہدِ ملت مفکرِ اسلام حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمیؒ
قاضی القضاۃ امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ و نائب امیرِ شریعت بہار واڑیسہ
وصدر مسلم پرسنل لاء بورڈ انڈیا و جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

قاضی مجاہد الاسلام القاسمی — QAZI MUJAHIDUL ISLAM QASMI

رئیس هیئة القضاء للامارة الشرعیة — Chief Qazi Imarat-e-Shariah, patna

الأمین العام لمجمع الفقه الاسلامی (الهند) — Secretary General IFA (India)

الأمین العام لمجلس الملی الاسلامی الهند — Secretary General AIMC

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمیؔ ہندوستان کے ممتاز اصحابِ افتاء میں سے ہیں، مجھے یہ جان کرخوشی ہوئی کہ حضرت موصوف کے فتاویٰ کا مجموعہ مرتب ہو کر شائع ہونے جارہا ہے، جستہ جستہ بعض فتاویٰ میں نے دیکھے، خواہش تھی کہ حرفاً حرفاً پڑھ کر ان فتاویٰ سے استفادہ کروں لیکن خرابیٔ صحت کی وجہ سے محروم رہا۔

تحقیقاتِ علمیہ میں دورائے ہونا اور حق کو اپنی رائے میں محدود نہیں ماننا، علماء حق کا شیوہ رہا ہے۔ اس طرح افادہ اور استفادہ کی راہ کھلتی رہتی ہے اور شریعت کی وسعت اور رحمت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ حضرت مفتی حبیب اللہ صاحب کے اس مجموعہ فتاویٰ سے عوام وخواص کو فائدہ ہوگا۔ اور دعا ہے کہ مفتی صاحب کے اس عمل کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین! فقط

دعا گو

(قاضی) مجاہد الاسلام قاسمی — قاضی مجاہد

مفتی حبیب اللہ صاحب کو اللہ نے ہمہ جہت صلاحیت سے نوازا ہے

تقریظ: حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ضرورت اور اس کی راحت وسکون کے لئے یہ خوبصورت اور وسیع کائنات سجائی ہے، لیکن انسان کو اس بات کی اجازت نہیں دی گئی کہ وہ ہر چیز کو اپنی خواہش اور چاہت کے مطابق استعمال کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزوں کو حلال قرار دیا اور کچھ چیزوں کو حرام فرمایا، حلال وحرام کے اس قانون میں بھی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں، جن چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے، ان میں انسان کے لئے مادی یا اخلاقی مضرت ہے، گو انسان اپنی کوتاہ علمی اور قصورفہمی کی وجہ سے اس کو سمجھنے سے عاجز ہے، لیکن بہر حال اس میں انسان ہی کا مفاد ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں ایک اصولی بات فرمائی ہے کہ ''طیبات'' یعنی پاکیزہ ومفید چیزیں انسان کے لئے حلال کی گئی ہیں، اور ''خبائث'' یعنی ناپاک ونقصان دہ چیزیں حرام کی گئی ہیں۔ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (اعراف:۵)

طیبات اور خبائث میں بہت سی ایسی اشیاء اور افعال ہیں جن کا ادراک محض عقل سے نہیں کیا جاسکتا اور فطرت کی آواز پر انہیں سمجھا جاسکتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کو مبعوث فرمایا اور انہیں ایسی شریعت عطا فرمائی گئی جس میں زندگی کے تمام گوشوں سے متعلق احکام موجود ہیں، اور یہ سلسلہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا، نیز آپ ؐ کو یہ فریضہ سونپا گیا، کہ انسانیت کو احکام خداوندی کی تعلیم دیں اور شریعت الٰہی کے سانچے میں ان کی زندگی کو ڈھالیں۔ هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورۂ جمعہ:۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت کے ختم ہوجانے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ آپ ؐ کے

بعد وہ لوگ احکام شریعت کی رہنمائی کریں جو اہل علم ہوں، اس لئے آپؐ نے علماء کو انبیاء کا وارث قرار دیا: إنما العلماء ورثة الأنبياء اور عام مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ احکام شرعیہ میں علماء سے استفادہ کریں: فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اسی لئے عہد صحابہ سے آج تک ہر دور میں علماء فتاویٰ کے ذریعہ امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں۔

اللہ کا شکر ہے کہ برصغیر ہند میں فتاویٰ کا ایک مؤثر نظام سو سال سے بھی زیادہ عرصہ سے قائم ہے، اور دینی مدارس نے جہاں مسلمان بچوں کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا ہے اور اسلام کی حفاظت گاہیں بنا کر امت کو فکری وتہذیبی ارتداد سے بچایا ہے، وہیں ان کے لئے دینی رہنمائی کی بھی مختلف صورتیں پیدا کی ہیں، جن میں سب سے اہم فتاویٰ کا نظام ہے، ہندوستان میں فقہ اسلامی کی خدمات کے سلسلے میں جو بھی تاریخ لکھی جائے گی، فتاویٰ کی یہ خدمات اس تاریخ کا ایک جلی عنوان ہوگا، اردو زبان میں فتاویٰ کے کئی مفید مجموعے مرتب ہو چکے ہیں، اور وہ احکام شریعت کے سلسلہ میں امت کی رہنمائی کا بہترین ذریعہ ہیں، اس سلسلے کی ایک کڑی محبّ گرامی حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی زیدت حسناتہ، کے فتاویٰ کا مجموعہ ''حبیب الفتاویٰ'' ہے، جس کی دو جلدیں پہلے طبع ہو چکی ہیں اور تیسری جلد میرے سامنے ہے۔

مولانا موصوف کو اللہ تعالیٰ نے ہمہ جہت صلاحیتوں سے نوازا ہے، وہ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلا میں ہیں طویل عرصہ تک ''مدرسہ ریاض العلوم گورینی'' میں حدیث اور دوسری فقہی کتابوں کا درس دے چکے ہیں، اور ایک مقبول مدرس کی حیثیت سے ان کی شناخت رہی ہے، تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں، اور بیس سے زیادہ آپ کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تالیفات ہیں، عرصہ تک ماہنامہ ''ریاض الجنۃ'' کی ادارت سے منسلک رہے ہیں، اور تقریر وخطابت کے میدان کے گویا شہسوار ہیں، اور گھنٹوں لوگ ان کے مواعظ نہایت دل چسپی اور عبرت پذیری کے ساتھ سنتے ہیں، فقہ وفتاویٰ میں استاذ گرامی حضرت مولانا

مفتی محمود حسن گنگوہیؒ جیسے فقیہ النفس عالم سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا ہے اور عرصہ تک ان کی خدمت کی سعادت حاصل کی ہے، انہیں طویل عرصہ تک فتاویٰ نویسی کا بھی موقع ملا ہے، چنانچہ ان کے مجموعہ فتاویٰ میں فہم سلیم، اور کتابوں سے مسائل کے استخراج کی بھرپور صلاحیت کی شہادت موجود ہے۔

تدریس وتصنیف اور افتاء وخطابت کے ساتھ ساتھ کوچۂ عشق ومعرفت کا بھی سفر کیا ہے، اور حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ اور حضرت مولانا عبد الحلیم جونپوریؒ جیسے بزرگوں کی صحبت سے فیض اٹھایا ہے، اور ان کی اجازت واعتماد سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔

اس حقیر کو ''حبیب الفتاویٰ'' کی تینوں جلدوں سے جستہ جستہ استفادہ کا شرف حاصل ہوا، ماشاء اللہ جوابات واضح، اور عام فہم ہیں، اور ہر مسئلہ میں حوالہ لکھنے اور حوالہ کی عبارت درج کرنے کا اہتمام ہے، اس طرح یہ مجموعہ عوام کے لئے تو مفید ہے ہی، خواص کے لئے بھی قابل استفادہ ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت عطا فرمائے اور لوگوں کو اس سے نفع پہنچائے ''وباللہ التوفیق، وھو المستعان''۔

خالد سیف اللہ رحمانی

خادم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

نزیل دار العلوم مہذب پور

۵ر صفر ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۴ر فروری ۲۰۰۷

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی کہنہ مشق مفتی ہیں

تقریظ: حضرت مولانا مفتی عبید اللہ اسعدی صاحب شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ

باسمہ تعالیٰ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

یہ دین، دین محمد، آخری وابدی دین ہے، جو ہر اعتبار سے کامل ومکمل ہے (اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا) ''انا خاتم النبیین لا نبی بعدی ولا رسل'' اور قیامت تک ساری انسانیت کا رہبر ورہنما ومشکل کشا ہے۔ اور اس کے مشکل کشائی کی ذمہ داری علماء دین کی ہے۔ اس واسطے کہ وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ووارث ہیں (علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل) اور (علماء امتی مصابیح ھذہ الامۃ) اور ان کے کار نبوت کی حفاظت وبقاء اور نشر واشاعت کے ذمہ دار ہیں، اور تاریخ شاہد ہے کہ ملت کا کسی قسم کا پر پیچ مسئلہ، عقیدہ کا ہو یا عمل کا، ایسا نہیں رہا کہ جس کو علماء امت نے کتاب وسنت کی روشنی میں حل اور واضح نہ کیا ہو۔

اور یہ سلسلہ الحمد للہ ماضی سے تا حال جاری ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا۔

ان آخری صدیوں کی پر پیچ گھاٹیوں اور دقت طلب نت نئے مسائل میں بھی علماء امت اور فقہاء ملت اس کام کو برابر انجام دے رہے ہیں، سو سال سے زائد عرصے سے برصغیر میں یہ قیادت علماء دیوبند کو حاصل ہے اور اس سلسلہ کے اکابر اور ان کی تربیت کی برکت سے اصاغر اس کام کو بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

چنانچہ اس کی برکت سے آج ہمارے پاس جہاں ماضی کے فقہاء کے فتاویٰ اور کاوشوں کا ایک ذخیرہ ہے اس عہد کے ممتاز اہل افتاء کے فتاویٰ کا بھی قیمتی مجموعہ دستیاب ہے فتاویٰ رشیدیہ، امداد الفتاویٰ، کفایت المفتی وغیرہ اس سلسلہ کے شاہکار ہیں۔

اور اب عہد در عہد تلامذہ در تلامذہ کی کاوشیں نئے حالات اور نئے مسائل پر مشتمل سامنے آرہی ہیں اور امت کو بصیرت وہدایت فراہم کررہی ہیں۔

ہم لوگوں کے احباب میں جن حضرات کو اس کام کی سعادت حاصل ہے اوران کی فقہی کاوشیں بھی منظر عام پرآ کر ہدایت کا کام کررہی ہیں، ان میں ہمارے رفیق وصدیق حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی زید مجدہٗ، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور، ضلع اعظم گڑھ یوپی، انڈیا کا بھی اسم گرامی کافی روشن ہے جو ایک کہنہ مشق مفتی کے ساتھ بے بدل خطیب بھی ہیں اور کامیاب وتجربہ کار مدرس کے ساتھ صاحب قلم بھی ہیں، جن کو فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا شرف تلمذ حاصل ہے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب وحضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ کی دعاؤں اور شفقتوں کے ساتھ حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ کی نگرانی وتربیت ایک زمانۂ دراز تک حاصل رہی ہے، ان حضرات کی حیات ہی میں ان کے قلم کی بہت سی نگارشات نظر نواز ہوکر قبولیت عامہ حاصل کر چکی ہیں۔ مختلف عناوین کے ساتھ فقہ وفتاویٰ خصوصیت کے ساتھ موصوف کا محور قلم رہا ہے، اور دقیق النظری کے ساتھ ہر فتوے کا جواب لکھنا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ موصوف کے اکثر فتاویٰ اکثرا کابر فقہاء ومفتیان کرام کی نظروں سے گذرے ہیں اوران کی تصدیق وتائید سے وہ مؤید ہیں، درجنوں کتابوں کے ساتھ ان کے فقہی رسائل کا مجموعہ بھی ’’تحقیقات فقہیہ‘‘ کے نام سے منظر عام پرآچکا ہے اوران کے قلم سے لکھے ہوئے فتاویٰ کا سلسلہ اب بفضلہٖ تعالیٰ چوتھی اور پانچویں جلد تک پہنچ رہا ہے۔

احقر حضرت مفتی صاحب کو ان کے اس عظیم کارنامے پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔

اور دعاء گو ہے کہ اللہ پاک ان کی علمی کاوشوں کو قبول فرمائے اوراس کی برکت سے صاحب فتاویٰ کا فیض عام وتام فرمائے۔

راقم! عبید اللہ الاسعدی

استاذ جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ ۱/۱/۱۴۲۹ھ- 11 01 2008

فتاویٰ کا یہ مجموعہ معتمد اور قابل استفادہ اور رہنمائے راہ ہے

تقریظ: حضرت مولانا عبد الرشید صاحب دامت برکاتہم

ناظم تعلیمات مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم، سرائے میر، اعظم گڑھ (یو، پی)

حامداو مصلیاو مسلما امابعد

حبیب مکرم جناب مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب القاسمی زادفضلہ بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجرپور، اعظم گڑھ کے فتاویٰ کی کا پیاں نظرنواز ہوئیں مفتی صاحب موصوف الموقر کے فتاویٰ کے سلسلہ میں یہ نسبت کافی ہے کہ آنمحترم نے ایک مدت تک حضرت مرشد امت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب نوراللہ مرقدہ بانی مدرسہ عربیہ ریاض العلوم گورینی ضلع جونپور یو پی کی نگرانی اورفقیہ وقت حضرت مولانا مفتی محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم حال شیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڑھ کی نگرانی اور معیت ورفاقت میں مشرقی یو پی کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ ریاض العلوم گورینی جونپور میں فتویٰ نویسی کا قابل اعتماد کارنامہ انجام دیا ہے۔

مفتی صاحب کے فتاویٰ کے تعارف کے لئے میرا تعارف نامہ سورج کو چراغ دکھانے کے مرادف ہے تاہم تعمیل ارشاد میں یہ چند سطور لکھنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔فتاویٰ کا یہ مجموعہ معتمد اور قابل استفادہ اور رہنمائے راہ ہے۔ اللہ پاک قبولیت سے نوازیں اور افادہ واستفاضہ عام فرمائیں البتہ عوام الناس کے لئے یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ پیش آمدہ حالات میں کتاب سے مسئلہ دیکھ کر ہرباب میں عمل درآمد نہ شروع کردیں بلکہ کسی ماہرفن سے مراجعت کرلیں کیونکہ شکلوں کی تبدیلی سے احکام بدل جاتے ہیں فتویٰ نویسی نہایت مشکل امر ہے ہر شخص میں اس کی صلاحیت نہیں کہ خود مسائل کو حالات پر منطبق کرسکے۔ انما شفاء العی السوال.

حبیب الفتاویٰ کے مسائل مدلل اور صحیح نظر آئے

تقریظ: حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی مفتی دارالعلوم دیوبند (انڈیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً فتاویٰ نویسی انتہائی مشکل اور اہم ترین کام ہے، جزئیات کے فرق سے حالات اور عرف کے بدلنے سے مسائل اور احکام بھی بدل جاتے ہیں جولوگ کتب فتاویٰ پر گہری نظر رکھتے ہیں اور فقہ کے اصول وفروع سے پوری واقفیت رکھتے ہیں، اور مستند تجربہ کار مفتی کے پاس رہ کر فتاویٰ نویسی سیکھ چکے ہیں، وہی اس خدمت کو کما حقہ انجام دے سکتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمیؔ جوان صفات کے حامل ہیں اور کافی دنوں تک مدرسہ ریاض العلوم گورینی میں فتاویٰ نویسی کی خدمت انجام دے چکے ہیں، موصوف کے فتاوے کو حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری اور حضرت مولانا محمد حنیف صاحب کی تصدیقات بھی حاصل ہیں، یہ ان ہی کے فتاوے کا مجموعہ ہے، اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے میں نے بالاستیعاب تو نہیں دیکھا، البتہ کہیں کہیں سے دیکھا مسائل صحیح اور مدلل نظر آئے۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو قبولیت سے نوازے اور مفتی صاحب کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور اس کے مرتب کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ

خادم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند (انڈیا)

متعدد فتاویٰ کو بغور دیکھا بحمد اللہ درست وقابل اطمینان پایا

تقریظ: حضرات مفتیان دارالافتاء مظاہر علوم، سہارنپور (یوپی)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد

علم الفتاویٰ کی اہمیت اورازحد ضرورت اور ہر امتی کی اس کی طرف احتیاج محتاج بیان نہیں ہے۔قرآن وحدیث اور دین اسلام سے دور کردینے والے بےشمار اسباب کے پائے جانے کے باوجود آج بھی ملت اسلامیہ کا ہر فرد علماء دین ومفتیان عظام کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور بوقت ضرورت رجوع کرتا بھی ہے اسی ضرورت اور طلب کا احساس ہر زمانہ کے علماء نے کیا اور اس کو پورا کرنے کی سعی بلیغ اور جد وجہد بھی کی ہے۔اسی کو پورا کرنے کے لئے عربی واردو وغیرہ زبانوں میں فتاویٰ شائع کئے جاتے رہے ہیں اور بڑی حد تک ان کا فائدہ بھی امت کو پہونچتا رہا ہے اسی سلسلہ کی ایک کڑی حبیب الفتاویٰ بھی ہے جو ملک کے مشہور اور لائق مفتی محترمی جناب مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی زید احترامہ کے لکھے ہوئے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ بندہ نے فتاویٰ کی فہرست اور متعدد فتاویٰ کو بغور دیکھا بحمد اللہ تعالیٰ درست اور قابل اطمینان پایا۔زبان انتہائی سلیس اور عام فہم استعمال کی گئی ہے۔ انداز بیان بھی جاذب اور مؤثر ہے۔بعض فتاویٰ طویل بھی ہوگئے ہیں مگر اس کے باوجود رطب ویابس سے پاک ہیں اور بہت سے فوائد پر مشتمل ہیں۔اللہ پاک مفتی صاحب موصوف کی عمر میں برکت فرمائے اور ان سے ان کے فتاویٰ سے امت کو دیر تک مستفید ہونے کی توفیق دے، (آمین)۔

مفتی محمد مقصود احمد صاحب	مفتی محمد اسرار صاحب	مفتی محمد طاہر صاحب
مفتی مظاہر علوم سہارنپور	مفتی مظاہر علوم سہارنپور	مفتی مظاہر علوم سہارنپور

حبیب الفتاویٰ کے مختلف مقامات کو دیکھا اور فائدہ اٹھایا

تقریظ: حضرت مولانا قاضی عبدالجلیل صاحب مدظلہ

قاضی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ (انڈیا)

مکرمی حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو

سب سے پہلے آپ کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ آپ نے مجھے اس لائق سمجھا کہ آپ کی کتاب دیکھوں اور اس پر اپنی رائے دوں۔

سچ ہے **المرء یقیس علی نفسہ**۔ آپ چونکہ خود صاحب علم وفضل ہیں اس لئے مجھے بھی آپ نے ایسا ہی سمجھا۔

مجھے آپ کی کتاب ”حبیب الفتاویٰ“ جلد اول عصر سے کچھ پہلے ملی اور عصر کے بعد سے عشاء کے وقت تک مختلف مقامات کو دیکھا، اور فائدہ اٹھایا۔

جیسا کہ حضرت قاضی صاحب نے لکھا ہے علمی تحقیقات میں اختلافِ رائے ناگزیر ہے اس لئے آپ کے بعض فتاویٰ سے اختلاف کیا جاسکتا ہے، مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ نے جو بھی رخ اختیار کیا ہے اس کو دلائل سے مزین کیا ہے، جس ذات پر ہمارے اکابر نے اعتماد وبھروسہ کیا ہے ان کے بارے میں مجھے کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔

بس دعاء ہے کہ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کتاب کو قبول فرمائے، پڑھنے والوں کے لئے مفید اور خود کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔ ایں دعاء از من واز جملہ جہاں آمین باد

عبدالجلیل

خادم دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

دو بڑے مسلّم بزرگوں کی شاگردی واجازتی نسبت کی خوشبو فتاویٰ میں ہے

تقریظ: حضرت مولانا عبدالعظیم صاحب ندویؔ مظاہری

صاحبزادہ وخلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحبؒ گورینی جونپور

قرآن وحدیث کے بعد فقہ وفتاویٰ کی بات سب سے زیادہ وسیع اور وقیع ہے، قرن اول سے لے کر آج تک ہر دور میں جادۂ حق کی رہنمائی اور روشنی اسی فقہ وفتاویٰ کی مرہونِ منت رہی، نیز انسانی ضروریات وحوادث کے موقعہ پر علمی گرہ کشائی اسی سے وابستہ رہی۔

فقہاء کاملین وعلماء راسخین جن کو اس بات میں درک اور توفیق ایزدی شامل حال رہی محض رضاءِ الٰہی اور امت کی اصلاح وسہولت کی خاطر اپنی خداداد علمی صلاحیت کے ذریعہ امت کو فائدہ پہونچاتے رہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک محبوب کڑی ''حبیب الفتاویٰ'' کے نام سے آپ کے سامنے جلوہ افروز ہے، جس کے مرتب مشہور عالم دین ومحقق جناب مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمیؔ مدظلہ بانی ومہتمم وصدر مفتی جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور اعظم گڑھ ہیں جو حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ، مفتی اعظم ہند کے تلمیذ رشید ومحبوبِ نظر تھے، دارالعلوم دیوبند سے فراغت اور حضرت گنگوہیؒ کی زیر نگرانی فقہ وفتاویٰ کی تمرین کے بعد مرتب موصوف مدرسہ ریاض العلوم گورینی ضلع جونپور میں درسِ حدیث وفتویٰ نویسی کی خدمات کے لئے منتخب ہوئے، اور الحمد للہ موصوف نے اس شعبہ کا حق ادا کیا حقیقت یہ ہے کہ یہاں کے شعبۂ افتاء کے باقاعدہ وجود اور ظہور کا سہرا مرتب موصوف ہی کے سر ہے۔

ماشاء اللہ آپ کے فتاوے کی دھوم مچی، ہر ایک نے تعریف کی اور سب سے بڑھ کر

آپ کے شیخ مخدومِ زمانہ حضرت مولانا شاہ عبد الحلیم صاحب نور اللہ مرقدہ نے آپ کے فتاوے اور علمی درک کی پرزور انداز میں تائید فرمائی، مفتی صاحب موصوف کے بیشتر فتاوے والد ماجد نور اللہ مرقدہ کی غائرانہ تمحیص و دستخط کے بعد ہی مستفتی کے حوالہ ہوتے تھے، اس لئے اہلِ علم حضرات سے توقع ہے کہ دو بڑے مسلم بزرگوں کی شاگردی و اجازتی نسبت کی خوشبو اس مرقع میں ضرور محسوس کریں گے، نیز حضرت مفتی صاحب موصوف کو اس دقیع خدمت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو شرفِ قبول عطا فرمائے ۔ اور دونوں بزرگوں کی روح کے لئے سامانِ تسکین و فرحت بنائے ۔

فقط والسلام
عبد العظیم ندوی مظاہری

مفتی حبیب اللہ صاحب کی فقہی مسائل پر اچھی نظر ہے

تقریظ: حضرت مولانا بدرالحسن صاحب قاسمی مدظلہ

سابق اڈیٹر ماہنامہ الداعی دارالعلوم دیوبند (مقیم حال کویت)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

’’فتویٰ نویسی‘‘ بڑی ذمہ داری کا کام ہے، خاص طور پر موجودہ زمانہ میں زندگی کے مسائل نے جتنی وسعت اختیار کرلی ہے اور حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ کے بقول ’’دنیا میں فجور میں جتنا اضافہ ہوگا مسائل بھی اتنے ہی زیادہ پیدا ہوتے رہیں گے‘‘۔ مفتی کے لئے فقہی مسائل میں بصیرت کے ساتھ زمانہ کے حالات سے باخبر بھی ہونا ضروری ہے اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے بقول: ’’من لم یعرف احوال زمانہ لم یجز لہ الفتیا‘‘ اس وقت جب کہ عرب اور عجم ہر جگہ خود رو مفتیوں کی ایک کھیپ تیار ہوگئی ہے، جسے ہر شرعی مسئلہ میں رائے زنی کا شوق ہے اس کے پاس نہ تو شرعی علم ہے اور نہ پہلے جیسے ارباب افتاء کا احتیاط اور تقویٰ، جس سے طرح طرح کے فتنے جنم لے رہے ہیں، ایسے وقت میں یہ بات خوشی کی ہے کہ حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی جو بیک وقت عالم بھی ہیں صاحب نسبت بھی اور ضلع اعظم گڈھ کے موضع مہذب پور میں ایک دینی مدرسہ کے بانی و مہتمم بھی، انہوں نے اپنے فتاویٰ کی دو جلدیں شائع کی ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مفتی صاحب کی فقہی مسائل پر نظر بھی ہے اور فتویٰ نویسی میں ان کے یہاں احتیاط کا پہلو بھی ملحوظ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو بارآور کرے اور ان کے فتاویٰ اور دوسری تحریروں کو قبولیت سے نوازے۔ آمین

بدرالحسن القاسمی (مقیم حال کویت) ۷ رصفر ۱۴۲۲ھ

ایک متبحر تجربہ کار مفتی کے فتاویٰ کی جلد ہمارے سامنے ہے

تقریظ: جناب مولانا مفتی محمد احسان صاحب مفتی دارالعلوم (وقف) دیوبند (انڈیا)

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا

فتاویٰ کے باب کو اسلامی اور عملی تاریخ و تشکیل میں ابتداءِ اسلام ہی سے ایک انتہائی اہم درجہ حاصل رہا ہے اور فتاویٰ کا رول مسلمانوں کی زندگی میں بہت بلند رہا ہے، فتویٰ ایک ایسا ہمہ گیر لفظ ہے جس کے معانی انسان کی پوری زندگی پر محیط ہیں، اور اس پندرہویں صدی میں بھی بحمد اللہ اس میدان میں بہت بلکہ نسبتاً پہلے سے زیادہ کام ہو رہا ہے۔

بڑی مسرت کا موقع ہے کہ ایک متبحر و تجربہ کار مفتی جناب محترم مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب کے فتاویٰ کی ایک اہم جلد طبع ہو کر ہمارے لئے اکتسابِ فیض کی راہوں کو مزید سہل بنانے کے لئے ہمارے سامنے ہے، امید ہے کہ اس کے ذریعہ امت کو بڑا فائدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس کی باقی جلدوں کے منظرِ عام پر آنے کے اسباب پیدا فرمائیں۔

وما توفیقنا الا باللہ ھو الولی المستعان

مفتی محمد احسان

مفتی دارالعلوم (وقف) دیوبند (انڈیا)

باطل کے مقابلہ میں حق کی صف میں جو خلاء پیدا ہو رہا ہے انشاء اللہ یہ باقی نہ رہے گا

تقریظ: جناب مولانا مفتی انوار الحق صاحب استاذ دار العلوم (وقف) دیو بند (انڈیا)

محترمی قبلہ مفتی حبیب اللہ صاحب زیدت معالیکم سلام مسنون!

آپ کی امانت اور غیر معمولی محنت ومشقت کا ثمرہ اس ظلوم وجہول کی آنکھوں سے گذرا، اس کو دیکھ کر افسردہ دل میں امید کی لہر اٹھنے لگی، حق تعالیٰ کا شکر بجالایا کہ مسلمانوں اور اسلام کی خدمت کے لئے انشاء اللہ آپ جیسے باصلاحیت اربابِ فتاویٰ کو قدرت کھڑا کرتی رہے گی، جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے۔

یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغافلین وانتحال المنتحلین وتاویل الجاهلین. اس علم کو ہر سابق حامل علم سے بعد کے ثقہ افراد لیتے رہیں گے، وہ اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف اور غلط گوئی کے ساتھ بے اصل باتوں اور جاہلوں کی تاویلات کو مٹاتے رہیں گے، کا بحمد اللہ مصداق ہر دور میں بنے رہے اور آج تک بنے ہوئے ہیں، بڑی مسرت اس کی ہوئی کہ جانے والوں کے بعد حق سبحانہ تعالیٰ سے امید ہے کہ کام کرنے والے انشاء اللہ ان کی جگہ پر آجائیں گے باطل کے مقابلہ میں حق کی صف میں جو خلاء پیدا ہو رہا ہے یہ خلا انشاء اللہ باقی نہ رہے گا۔

''حبیب الفتاویٰ'' کی حسن ترتیب کو دیکھ کر خوشی حاصل ہوئی، ممکن ہے کہ آپ کی نظر میں ابھی اس کی چنداں قیمت نہ ہو لیکن جو لوگ علم کا تجربہ رکھتے ہیں وہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس آغاز کے پیچھے کتنا شاندار انجام جھانک رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس کو مقبولیتِ عامہ عطا فرمائے امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

والسلام بالاحترام

انوار الحق

استاذ دار العلوم (وقف) دیو بند (انڈیا)

موصوف بحیثیت مفتی اور صاحب علم وفضل ایک بلند مقام رکھتے ہیں

تقریظ: حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب نذیری مدظلہ
مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ مبارکپور، اعظم گڑھ (یو، پی)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

فقہ وفتاویٰ مسلمانوں کا عظیم اثاثہ ہے، اس نے اسلام کی ابدیت اور آفاقیت کو پورے طور پر اجاگر کر دیا ہے اس سے اسلام کے ہر دور کا مذہب ہونے کا بین ثبوت ملتا ہے۔

فقہائے عظام اور علماء امت کی ایک قابل قدر اور بڑی تعداد نے ہمیشہ اس سے ممارست رکھی اور جویان علم وحکمت ومتلاشیان حق وصواب کے لئے آب حیات فراہم کرتے رہے۔

فقہ وفتاویٰ کی بہت سی تحریریں کتابی شکل میں مرتب ہوئیں تاکہ مستفتی حضرات کے علاوہ دوسرے لوگ بھی استفادہ کرسکیں۔ چنانچہ عربی وفارسی کے علاوہ اردو زبان میں بھی مختلف مجموعہ ہائے فتاویٰ مرتب ہوکر شائع ہوچکے ہیں فتاویٰ کی افادیت عام کرنے کی یہ بہترین شکل ہے۔

میرے پیش نظر اس وقت اسی قسم کا ایک مجموعۂ فتاویٰ ''حبیب الفتاویٰ'' کے نام سے موجود ہے جو حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور (ضلع اعظم گڑھ) کے بیش قیمت فتاویٰ پر مشتمل ہے۔

موصوف بحیثیت مفتی اور صاحب علم وفضل ایک بلند مقام رکھتے ہیں افتاء سے ان کا فطری لگاؤ اور ذہنی ہم آہنگی وتعلق اس مجموعۂ فتاویٰ سے صاف ظاہر ہے زندگی کے مختلف مراحل اور

مختلف حالات سے متعلق فتاویٰ موجود ہیں ۔موصوف چونکہ مختلف فقہی اجتماعات وسمیناروں میں بھی شریک ہوتے رہتے ہیں اس لئے موصوف کا یہ علم مزید پختگی اختیار کر چکا ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ یہ فتاوے منظر عام پر آرہے ہیں اللہ تبارک تعالیٰ انہیں عوام وخواص سب کے لئے نافع بنائے، حضرت مفتی صاحب زید مجدہ کے سرمایہ علم سے مزید استفادہ کی توفیق بخشے اور اپنے خزانہ عامرہ سے حضرت مفتی صاحب کو ان کی اس دینی وعلمی خدمت کا اجر جزیل عنایت فرمائے، آمین ۔

حضرت مفتی صاحب کے فتاوے مغتنم ہیں

تقریظ: حضرت مولانا نذیر احمد صاحب

دارالعلوم رحیمیہ، بانڈی پورہ کشمیر

بگرامی خدمت فیض وحرمت حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب القاسمیؔ دامت برکاتہم

بندہ نے آنجناب کی کتب قیمہ سے استفادہ کیا، ماشاء اللہ بندہ کوترمذی شریف سے درسی تعلق ہے اس لئے آنجناب کے ترمذی سے متعلق تفصیلی تعارف سے اور اس کے متعلقہ ابحاث جو بطور مقدمہ کے بیان ہوئی ہیں، خوب استفادہ کیا۔ اسی طرح مصافحہ بالیدین کے متعلق آنجناب کی تحقیق خوب اور ایک صالح مزاج وسلیم الطبع شخص کے لئے باعث اطمینان کلی ہے۔ بندہ نے اس سے علمی فائدہ اٹھایا۔

فتاویٰ میں اپنے اکابر کی رائے اور مسلک حنفی کی کتب معتبرہ کے حوالوں کے اہتمام اوراس سے سرموانحراف نہ کرنے کی روش بھی قدم قدم پرمحسوس ہوئی، اوراس لئے یہ فتاویٰ مغتنم ہیں، زبان سادہ اوراخلاص ومحبت کی چاشنی سے شیریں ہے۔

اللہ تعالیٰ قبولیت، نافعیت اورمرجعیت عطافرمائے۔

والسلام

العبد نذیر احمد کشمیر عفی عنہ

حبیب الفتاویٰ کے جوابات سے محرر کی قابلیت اور ماہریت کا پتہ چلتا ہے

تقریظ: حضرت مولانا شیر علی صاحب سورتی شیخ الحدیث فلاح دارین ترکیسر گجرات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

بندہ نے حبیب الفتاویٰ کے متعدد جوابات استفتاء کا مطالعہ کیا، مختصر جوابات بھی اور طویل جوابات بھی جو اپنے خیال میں بہت ہی عمدہ جوابات تھے اور بندہ کو بہت ہی زیادہ پسند آئے ''خصوصا الجمعۃ فی القری'' کا جواب جو بہت ہی عمدہ اور بہت ہی مفصل ہے، مجھے بے حد پسند آیا جو محرر کی قابلیت اور ماہریت پر دلیل قوی ہے۔

اللہ سے دعاء ہے کہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کا سایہ امت پر قائم و دائم رکھے تاکہ امت مسلمہ ان سے ہمیشہ مستفید ہوتی رہے۔

فقط والسلام

العبد شیر علی غفرلہ گجرات

علمی وتحقیقی دنیا میں ایک گراں قدر اضافہ

تقریظ: مولانا مفتی محمد راشد صاحب اعظمی استاذ دارالعلوم دیوبند (انڈیا)

باسمہٖ تعالیٰ

محترم المقام حضرت اقدس مولانا و مفتی حبیب اللہ صاحب زید مجدکم

عافیت خواہ بعافیت ہے، حبیب الفتاویٰ جلد اول موصول ہوئی جزاکم اللہ احسن الجزاء، آپ کے جامع اور قیمتی فتاویٰ مرتب ہوکر اہل علم کے سامنے آ گئے، جو علمی اور تحقیقی دنیا میں ایک گرانقدر اضافہ ہے، اللہ تعالیٰ ان فتاویٰ کے ذریعہ اپنے بندوں کو زیادہ سے زیادہ مستفید و محظوظ فرمائیں، آمین۔ یہاں جن بزرگوں نے آپ کے فتاوے کو دیکھا تحسین وتائید فرمائی۔

والسلام
محمد راشد اعظمی
دارالعلوم دیوبند

’’حبیب الفتاویٰ‘‘ مصنف کی مہارت اور پختگی پر روشن دلیل ہے

تقریظ: مولانا خورشید احمد صاحب اعظمی

استاذ جامعہ عربیہ تعلیم الدین مئو

گرامی قدر حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب القاسمی زید مجدکم

الحمد للہ کتابوں کے مطالعہ سے علمی فائدہ ہوا۔ مصافحہ، اور انشورنس پر جو تحریر آئی بہت مدلل ہیں اور فتاویٰ میں آپ کی مہارت اور پختگی پر روشن دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور زور قلم اور زیادہ کر دے۔

والسلام
خورشید احمد اعظمی

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی کے محاسن کا اعتراف ضروری ہے

تقریظ: مفتی محمد عبد الرحیم صاحب قاسمی ناظم جامعہ خیر العلوم نور محل روڈ بھوپال ایم پی

جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور اعظم گڈھ یوپی کے بانی و مہتمم حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی مدظلہ کی کتابیں حبیب الفتاویٰ، تحقیقات فقہیہ، رسائل حبیب، اشرف التقاریر نظر نواز ہوئیں۔ ان کی زبان آسان اور عام فہم ہے اور علمی بھی، ایجاز و اختصار ہے اور تفصیل و توضیح بھی، راجح کی ترجیح ہے اور رخصت کی رعایت بھی، حالات حاضرہ پر احکام کی تطبیق ہے اور عرف وعادات کا لحاظ بھی، فقہی نقطۂ نظر سے اختلاف کی گنجائش ہے، لیکن ان کے محاسن کا ضروری ہے اعتراف بھی، عوام وخواص سبھی کے لئے یہ مفید ہیں۔ احقر دست بہ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو قبولیت و مقبولیت عطا فرمائے، اور افادہ عام و تام فرمائے۔ آمین۔

مفتی عبد الرحیم قاسمی امیر مرکز دعوت وارشاد وافتاء، وناظم جامعہ خیر العلوم بھوپال

مصنف کے فتاوے گہرے تجربات، وسیع خیالات، محققانہ اصول اور مومنانہ فراست کا آئینہ دار ہیں

تقریظ: حضرت مولانا مفتی جمال الدین صاحب القاسمی
صدر مفتی واستاذ حدیث جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدر آباد

مکرمی ومحترمی جناب مفتی حبیب اللہ صاحب القاسمی! زید فضلہ

آپ کے فتاوی کی تینوں جلدیں اور تحقیقات فقہیہ کے مطالعہ سے وسعت مطالعہ، مصادر وماٰخذ سے آگہی مسائل کا تجزیہ، حالات سے واقفیت مستفتی کے مزاج ومذاق کی تہہ تک پہونچنے کی کوشش، موثر طرز تحریر، حوالات کا اہتمام، تفصیل طلب مسائل میں دراز نفسی سے عدم گریز، سائل کو مطمئن کرنے کی ہر ممکن کوشش، ہر ہر سطر سے تبحر علمی کا ثبوت اوران سب سے بڑھ کر خدائی نصرت ومدد نمایاں طور سے محسوس ہوئیں۔

فکر ونظر کی دنیا میں ممکن ہے کہ آپ کی بعض تحقیقات سے بعض علماء کو اختلاف ہو، لیکن آپ کی محنت وخلوص اور نئے مسائل پر غور وخوض کی راہ جو آپ نے کھولی ہے اس کی افادیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ آپ کے سارے فتاوے گہرے تجربات، وسیع خیالات، محققانہ اصول اور مومنانہ فراست کا آئنہ دار ہیں۔ اس کے ساتھ انتہائی سہل اور شستہ الفاظ نے اس کی قدر وقیمت میں اور اضافہ کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فقہ وفتاویٰ کے میدان میں آپ کے قلم کو ہمیشہ رواں دواں رکھے۔ آمین

مفتی جمال الدین قاسمیؔ

ماشاءاللہ سارے فتاوے محقق اور مدلل ہیں

تقریظ: مولانا نثار احمد صاحب مظاہری جامعہ عربیہ مطلع العلوم بنارس

مکرم ومحترم حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب القاسمیؔ دامت برکاتہم

ماشاءاللہ آپ کے مدلل ومحقق فتاوے کے مطالعے سے روح باغ باغ ہوگئی۔آپ نے بہت سے مختلف فیہ مسائل میں متفق علیہ شکل کو ترجیح دی ہے اور بہت سے مسائل میں احوط طریقے پر فتویٰ دیا ہے۔قدم قدم پر محتاط طریقے پر چلے ہیں۔ یہ ساری چیزیں ہمارے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

تعریف وتوصیف کے کلمات جتنے بھی لکھے جائیں وہ آپ کی ذات وصفات اور فقیدالمثال کارہائے نمایاں انجام دہی کی کماحقہ عکاسی نہیں کرسکتے۔

نثار احمد مظاہری بنارس

مفتی صاحب کی یہ کتابیں فقہ وتحقیق کے ذخیرہ میں ایک گراں قدر اضافہ ہے

تقریظ: مولانا نعیم اختر صاحب القاسمی مدرسہ عربیہ امداد العلوم کوپا گنج مئو

یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ تقریباً سارے مسائل کے جوابات مستند فقہی حوالوں کے ساتھ لکھے گئے ہیں اور رسائل میں تحقیق کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔اس لحاظ سے موصوف کی یہ کتابیں فقہ وتحقیق کے ذخیرۂ کتب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔خدا کرے مولانا کا یہ تحقیقی سفر ہر طرح کے تعب ومشقت سے نا آشنا رہ کر اپنی منزل کی جانب جاری وساری رہے۔

فقط والسلام

نعیم اختر قاسمی مئو

مصنف ایک بلند پایہ قلم کار، صاحب الرائے اور ٹھوس فقہی صلاحیت کے مالک ہیں

تقریظ: مولانا جنید احمد القاسمی صاحب
استاذ جامع العلوم کوپا گنج مئو

مکرم محترم جناب حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمیؔ دامت برکاتہم

آنجناب کا والا نامہ ملا، پڑھ کر فرحت و مسرت ہوئی کہ مجھ ہیچ مداں کو آنحضور والا نے اپنی مطبوعات ومؤلفات ومصنّفات پر تاثر ارقام فرمانے کا اہل سمجھا۔ درحقیقت بندہ کو خط میں مذکور کتب میں سے صرف ایک کتاب ''رسائل حبیب اول'' دستیاب ہوئی تھی، اور محترم کی تذکاری ضیافت سے لطف اندوز ہونے کا شرف نصیب ہوا۔

رسائل حبیب کے مطالعہ سے یہ انکشاف ہوا کہ مصنف ایک بلند پایہ قلم کار، صاحب الرائے، ٹھوس فقہی صلاحیت کے مالک اور فقہ اکیڈمی کے زبردست حامی ہیں۔

والسلام
جنید احمد القاسمی کوپا گنج، مئو

”حبیب الفتاویٰ“ حوصلہ، جرأت مندی، صاف گوئی، واضح جواب لکھنے کا کمال پیدا کرنے میں مفید ومعاون ہے

تقریظ: حضرت مولانا مفتی سعید الرحمٰن صاحب القاسمی
دارالعلوم امدادیہ میمن مارگ، ممبئی

رسائل حبیب، فتاوے، خطبات، رسائل وغیرہ جومہذب پور حاضری کے موقع پر ہمارے لئے باعث شرف وعزت ہوئے تھے، بلاشبہ ایک یادگار، علمی تحفہ ہے۔ اللھم زد فزد۔ کما حقہ اس سے تو علمی استفادہ نہیں کیا جاسکا، تاہم جس قدر اور جس عنوان پر کچھ دیکھنے کی سعادت ملی وہ قابل تعریف اور لائق تحسین ہے۔

حبیب الفتاویٰ حوصلہ، جرأت مندی، صاف گوئی، واضح جواب لکھنے کا کمال پیدا کرنے میں مفید ومعاون ہے۔ تو خطبات سے بیباکی فصاحت، طرز بیان طرز تفہیم، حسن استدلال کا سبق ملتا ہے، اسی طرح دیگر تالیفات وتحقیقات کا حال ہے۔

والسلام
سعید الرحمٰن بمبئی فاروقی، قاسمی

تمام ہی کتابیں بے حد اہم اور مضامین ومقالات بے حد قیمتی اور علمی ہیں

تقریظ: مولانا ذکاء اللہ شبلی صاحب

جامعہ ہدایت الاسلام، اندور (ایم، پی)

حضرت مفتی صاحب قبلہ! دامت برکاتہم

حضرت والا کے گراں قدر علمی تحائف کا سمینار سے روانگی کے وقت ہی احباب میں چرچہ تھا کہ دار العلوم کے اہتمام کے ساتھ اس قدر تصانیف یہ تو حضرت والا کی کرامت ہے کہ اللہ نے اسے قبول فرمایا۔ الحمد للہ تمام ہی کتابیں بے حد اہم اور مضامین ومقالات بے حد قیمتی اور علمی ذخیرہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ امت کو ان تصانیف سے نفع اٹھانے کی توفیق دے اور آپ کی خدمات عظیمہ کو شرف قبولیت بخشے۔

فقط السلام

محمد ذکاء اللہ شبلی اندور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائیہ

بقلم: مفتی حبیب اللہ القاسمی

جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور

اعظم گڑھ یوپی

اس میں کوئی شک نہیں کہ امت محمدیہ اگلی تمام امتوں سے افضل اور برتر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا سلسلہ ختم فرما کر ان کی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر والی ذمہ داری اس امت کے کاندھے پر ڈالی ہے۔ ارشاد ہے کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ (آل عمران: ۱۱۰)
(تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہو کہ معروف کا حکم کرو اور منکر سے روکو)۔

امر بالمعروف سے مراد بھلائی کا حکم دینا اور نہی عن المنکر سے مراد برائی سے روکنا ہے۔ ہر وہ بات جس کا قرآن حدیث میں مطالبہ کیا گیا ہو یا جائز ٹھہرایا گیا ہو یا کتاب وسنت میں اس کا ذکر نہ آیا ہو لیکن طبیعت سلیمہ اس کو قبول کرتی ہو وہ معروف ہے، اسی طرح شریعت نے جن باتوں سے صراحۃً منع کیا ہو یا شریعت نے جو اصول وقواعد مقرر کئے ہیں ان کی روشنی میں وہ ممنوع قرار پاتا ہو وہ منکر ہے۔ بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا امت کا بنیادی فریضہ ہے، جو ہر شخص کو اپنی صلاحیت ولیاقت کے اعتبار سے انجام دینا ہے۔

"افتاء" بھی امر بالمعروف کی ایک صورت ہے، کیوں کہ فتوی کی حقیقت یہی ہے کہ کسی واقعہ کے بارے میں حکم شرعی سے آگاہ کیا جائے کہ وہ حلال ہے یا حرام؟ جائز ہے یا ناجائز؟ مکروہ ہے یا مستحب؟ علامہ ابن القیم کے الفاظ ہیں "المفتی هو المخبر بحكم الله تعالى غير منفذ" (اعلام الموقعین ج ۴ ص ۲۲۴)

افتاء کی اہمیت وعظمت

افتاء کا کام علمی سلسلوں میں انتہائی نازک، سب سے زیادہ مشکل، دقیق اور اہم ترین سمجھا گیا ہے، فقہ کی لاکھوں متماثل جزئیات اور ان کے متعلقہ احکام میں تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ تفاوت محسوس کرنا اور غیر منصوص علیہ واقعہ کے بارے میں شریعت کے متعین کردہ اصول وقواعد کی روشنی میں حکم لگانا وسیع وعمیق علم کا تقاضہ کرتا ہے جو ہر عالم کے بس کی بات نہیں ہے۔ جب تک دیگر علوم وفنون میں مہارت تامہ کے ساتھ فقہ سے کامل مناسبت، صحیح سوچ وفکر، اجتہاد واستنباط کی قوت، ذہن وذکاء میں خاص قسم کی صلاحیت اور مادۂ تفقہ نہ ہو، امام نووی نے لکھا ہے کہ ”مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ عاقل، بالغ، مسلمان، معتمد، اسباب فسق اور خلاف مروت باتوں سے دور، متورع، فقیہ النفس، سلیم الفکر، قوت استنباط کا حامل اور بیدار مغز ہو“۔ (شرح مہذب ج ا ص ۴۱)

اسی لئے حضرات سلف فتویٰ دینے سے گھبراتے تھے اور جب تک کوئی شدید ضرورت متقاضی نہ ہو خاموش رہنے کو ترجیح دیتے تھے۔ قاسم بن محمد (جو فقہاء سبعہ میں ہیں) سے ایک صاحب نے ایک سوال کیا، انہوں نے جواب دینے سے معذرت کی، جب مستفتی نے جواب کے لئے اصرار کیا تو فرمایا کہ ”میری زبان تراش لی جائے مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں بغیر علم کے کسی مسئلہ میں اظہار خیال کروں“۔ (اعلام الموقعین ج ۴ ص ۲۱۹)

قاضی عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے منقول ہے کہ میں نے بیس صحابہ کو پایا ہے ان میں سے ہر ایک کو دیکھتا تھا کہ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو وہ چاہتے کہ ان کا کوئی بھائی جواب دے۔

ما منهم رجل يسئل عن شيئ الا ود ان اخاه كفاه (اعلام الموقعین ج ا ص ۳۴)

افتاء کے لئے علم وفہم

کوئی مسئلہ بتانے کے لئے اس کا اچھی طرح جاننا ضروری ہے، کیونکہ بغیر علم کے

احکامات شرعیہ میں رائے زنی کرنے سے سوائے گمراہی اور بربادی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا، اسی لئے احادیث میں بلا سوچے سمجھے اور کامل علم وتحقیق کے بغیر فتویٰ دینے والوں کے متعلق سخت وعید آئی ہے، ابن القیم نے ابوالفرج کے حوالہ سے ایک اثر مرفوع نقل کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من افتی الناس بغیر علم فلعنتہ ملائکۃ السماء وملائکۃ الارض (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۵۶) جو شخص بغیر علمی بصیرت کے کار افتاء انجام دیتا ہے اس پر آسمان وزمین کے فرشتے لعنت برساتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص پوچھنے والے کے ہر سوال کا جواب بے سمجھے بوجھے دینے لگے وہ پاگل ہے، الفاظ یہ ہیں "أمن افتی الناس فی کل ما یسألون عنہ المجنون" (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۲) جو شخص لوگوں کے ہر سوال کا جواب دینے کے لئے تیار بیٹھا ہے وہ پاگل ہے۔

امام احمد بن حنبل نے منصب افتاء پر بیٹھنے والوں کے لئے لزوم علم وفہم پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے "مسند افتاء پر وہی بیٹھنے کی جرأت کرے جو وجوہ قرآن، اسانید صحیحہ اور سنن نبوی سے پورے طور پر واقف ہو"۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا "لا یجوز الفتیا الا لرجل عالم بالکتاب والسنۃ" فتوی دینا جائز نہیں مگر اس شخص کے لئے جو کتاب وسنت کا عالم ہو۔ (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۵۲)

افتاء کے لئے اجتہاد کی شرط:

افتاء کی اہمیت وعظمت کے پیش نظر متقدمین مفتی کے لئے بھی اجتہاد کو ضروری قرار دیتے تھے، علامہ صنعانی افتاء کی اہلیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "ھو من استکمل فیہ ثلثۃ شروط. الاجتھاد والعدالۃ والکف عن الترفیض والتساھل" (تہذیب الفروق ج ۲ ص ۱۶) مفتی وہ ہے جو تین شرطوں کا جامع ہو، اجتہاد، عدالت، تساہل اور سہولت پسندی سے اجتناب۔ بعد میں چل کر علمی انحطاط پیدا ہوا، نہ ایسے لوگ

رہے جو اجتہاد کے اہل ہوں اور نہ اتنی دیانت باقی رہی کہ لوگوں کی شخصی رائے پر اعتماد کیا جاسکے تو اہل علم نے یہ فیصلہ کیا کہ ان حالات میں نقل فتاویٰ ہی کافی ہے؛ البتہ یہ ضروری ہے کہ اپنے امام کی آراء، ان کے قواعد اور اسالیب اجتہاد پر نظر رکھتا ہو۔ علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں: ”ویشترط ان یحفظ مسائل امامہ ویعرف قواعدہ واسالیبہ“ مفتی کے لئے ضروری ہے کہ اپنے امام کے مسائل یاد رکھے اور اس کے قواعد واسالیب سے واقف ہو۔ (طحطاوی علی الدر: ج ۳ ص ۱۷۵)

زمانہ کے عرف وعادت سے واقفیت

زمانہ کے حالات یکساں نہیں رہتے، ہر دور میں نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں، عرف وعادت میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں، اسی لئے مفتی کے لئے ضروری ہے کہ عرف وعادت پر گہری نظر رکھتا ہو، علامہ شامی نے اس پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے اور عرف وعادت سے آگہی مفتی کے لئے ضروری قرار دیا ہے ”وکذا لا بدلہ من معرفۃ عرف زمانہ واحوال اھلہ“ اور ایسا ہی مفتی کے لئے زمانہ کے عرف اور اپنے دور کے احوال سے واقفیت ضروری ہے۔

دوراندیشی اور بیدار مغزی

فطری طور پر جس کا ذہن ودماغ مضمحل اور پژمردہ ہوتا ہے عموماً واقعات وحوادث کے تمام گوشوں تک اس کی نظر نہیں پہنچ پاتی ہے اور نہ ہی وہ مسائل کی تہ کو پاسکتا ہے، اس لئے کہ تھوڑے تھوڑے فرق کی وجہ سے احکام بدل جاتے ہیں، اسی بنا پر مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ معاملہ فہم، دوراندیش، اور روشن دماغ ہو۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ”قلت وھذا الشرط لازم فی زماننا والحاصل ان من غفلۃ المفتی یلزم ضرر عظیم۔“ (شامی ج ۲ ص ۴۱۸) میں کہتا ہوں کہ بیدار مغز ہونے کی شرط ہمارے اس

زمانہ میں لازم ہے، کیونکہ مفتی کی غفلت اور لاپرواہی سے اس دور میں بڑا نقصان لازم آئے گا۔

افتاء کی ضرورت ہر دور میں

ایک طرف افتاء کی ذمہ داری بہت نازک ہے، دوسری طرف امت مسلمہ کی یہ ایسی ضرورت ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔اسی لئے علماء نے افتاء کو فرض کفایہ قرار دیا ہے،اور اگرکسی علاقہ میں ایک ہی شخص مسائل شرعیہ سے واقفیت رکھتا ہو،اس کے علاوہ کوئی دوسرا فتویٰ دینے کا اہل نہ ہوتو اس وقت فتوی دینا فرض عین ہے؛ چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں:فان لم یکن غیرہ تعین علیہ وان کان غیرہ فھو فرض کفایۃ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۹۰) اگراس کے علاوہ کوئی اورفتویٰ دینے کا اہل نہ ہوتو فریضہ اس پر متعین ہوجائے گا اور اگراس کے علاوہ کوئی دوسرا موجود ہوتو افتاء فرض کفایہ ہے۔اور امام نوویؒ کا بیان ہے''الافتاء فرض کفایۃ فاذا استفتی ولیس فی الناحیۃ غیرہ تعین علیہ الجواب''(مقدمہ شرح مہذب ج ۱ ص ۴۵)

افتاءفرض کفایہ ہے اگرکسی نے کوئی فتوی پوچھااوراس علاقہ میں اورکوئی جواب دینے کی اہلیت نہیں رکھتاہےتو مفتی پرفتویٰ دینالازم ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ عربی فارسی اردو ہر زبان میں عہد قدیم سے فتاوی کی خدمت انجام دی جارہی ہے اور ہر دور میں مفتیوں کی ایسی جماعت پائی گئی جن کو فقہ وفتاوی سے کامل مناسبت تھی ،عوام وخواص ہر طبقہ کا اس جماعت کی طرف رجوع عام رہا،ان کے فتاوی کتب ورسائل کی شکل میں آج بھی موجود ہیں جن سے آنے والی نسلیں استفادہ کررہی ہیں: جیسے فتاویٰ خانیہ، فتاوی بزازیہ، رسائل ابن نجیم، رسائل ابن عابدین، اردو زبان میں فتاوی عبد الحی، فتاوی رشیدیہ،امدادالفتاوی،کفایت المفتی،فتاوی محمودیہ،احسن الفتاوی وغیرہ۔

عرض حبیب

اس خادم کے لئے یہ بے پناہ سعادت کی بات ہے کہ اپنے اسلاف اور بزرگوں کے با فیض صحبت کا یہ ثمرہ ہے کہ ''حبیب الفتاویٰ'' کے نام سے تیس سالہ قلمی وتحریری فتاویٰ کا مجموعہ حضرات قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

دعاء ہے اللہ پاک اس قلمی کاوش کو قبول فرمائے، اور اپنے عظیم رضاء کا ذریعہ بنائے۔

فقط

مفتی حبیب اللہ القاسمی

صدر شعبۂ افتاء جامعہ اسلامیہ دارالعلوم

مہذب پور سنجر پور اعظم گڑھ یوپی

كتاب الطهارة

باب الوضو

وضوء کے فرائض وسنن

سوال (۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وضو میں کتنے فرائض اور کتنی سنتیں ہیں تشریح فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

وضو کے فرائض چار ہیں: (۱) چہرہ کا دھونا۔ (۲) دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا۔ (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ (۴) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا كذا فى نور الايضاح ص ۳۲ (مکتبہ بلال دیوبند) وفى القرآن المجيد: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (سورۃ المائدۃ: الآیۃ:٦) (۱) اور وضو کی سنتیں اٹھارہ ہیں جیسا کہ علامہ شرنبلالی نے بیان فرمایا ہے:

(۱) دونوں ہاتھوں کا گٹوں تک دھونا۔ (۲) شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔ (۳) مسواک کرنا۔ (۴) تین مرتبہ کلی کرنا۔ (۵) تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا۔ (٦) مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کرنا۔ (۷) گھنی داڑھی میں خلال کرنا۔ (۸) انگلیوں میں خلال کرنا۔ (۹) ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا۔ (۱۰) ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کرنا۔ (۱۱) دونوں کانوں کا مسح کرنا۔ (۱۲) ہر عضو کو رگڑ کر دھونا۔ (۱۳) ہر دوسرے عضو کو پہلے عضو کے خشک ہونے سے پہلے

دھونا۔(۱۴) نیت کرنا۔(۱۵) ہر عضو کی جو ترتیب قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے اسی ترتیب سے دھونا۔(۱۶) جس عضو کی تعداد دو ہے اس میں داہنے کو پہلے دھونا۔(۱۷) ہاتھ اور پیر کی انگلیوں کی جانب سے دھونا۔(۱۸) گردن کا مسح کرنا۔(۱) کذافی نورالایضاح ص ۳۴۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) سورۃ المائدۃ رقم الآیۃ:۶۔

(۲) نورالایضاح صفحہ:۳۲ مکتبہ بلال۔

وہکذا فی: الفتاویٰ التاتارخانیۃ، صفحہ:۵۵۔ ۵۳/ج:۱، زکریا۔

بدائع الصنائع: ص:۲۷۔۲۶/ج:۱، زکریا۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص:۵۶۔ دارالکتاب۔

الفتاویٰ الہندیۃ، ص:۵۳/ج:۱، زکریا۔

وضوء کے بعد تولیہ کا استعمال

سوال (۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ وضو کے بعد ہاتھ منہ کے پانی کو کپڑے سے پوچھنا کیسا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وضو کے بعد پانی نہ پوچھنا سنت ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

وضو کے بعد اعضاء وضو کو کسی تولیہ یا رومال سے پوچھنا مستحب اور آداب میں سے ہے جیسا کہ صاحب درمختار نے تصریح کی ہے مگر علامہ شامی نے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ تولیہ سے اعضاء وضو کو اس طرح پوچھے کہ اعضاء پر وضو کا کچھ اثر باقی رہے بالکل خشک نہ کرے

ومن الآداب تعاهد موقيه و كعبيه وعرقوبيه واخمصيه إلى ان قال

والتمسح بمنديل قوله والتمسح بمنديل ذكره صاحب المنية فى الغسل وقال فى الحلية ولم أرمن ذكره غيره وانما وقع الخلاف فى الكراهية ففى الخانية ولا بأس به للمتوضى والمغتسل روى عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أنه كان يفعله ومنهم من كره ذالك ومنهم من كره للمتوضى دون المغتسل والصحيح ما قلنا إلا انه ينبغى أن لا يبالغ ولا يستقصى فيبقى أثر الوضوء على أعضائه الخ شامی ج ا ص ۱۲۱۔ (ا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(ا) شامی ص: ۱۳۱ / ج: ۱، أشرفية ديوبند۔

ہکذا فی الفتاوی التاتارخانیۃ ص: ۲۲۹ / ج: ۱، زکریا۔

فتاویٰ قاضی خان ص: ۱۲ / ج: ۷ زکریا۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۷۹ دار الکتاب۔

أحسن الفتاویٰ ص: ۲۵ / ج: ۲، زکریا۔

وضو کا پانی تولیہ سے پوچھنا کیسا ہے؟

سوال (۳): بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وضو کرنے کے بعد پانی نہیں پوچھنا چاہئے ایسا کرنا سنت ہے براہ کرم بتائیں کہ ایسا کرنا کیسا ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

(ا) وضوء کے بعد تولیہ سے پانی صاف کرنا ادب ومستحب ہے کذا فی الشامی وفی الطحطاوی علی المراقی فی آثار محمد أخبرنا أبوحنيفة عن حماد عن إبراهيم فى الرجل يتوضاء فيمسح وجهه بالثوب قال لا بأس به قال

محمد ونأخذ ولا نری بذالك بأسًا وهو قول ابی حنیفةؒ وفی الخانیة لا بأس للمتوضی والمغتسل أن یتمسح بالمندیل روی عن رسول الله ﷺ انه کان یفعل ذالك وهو الصحیح ص ۴۴۔(۱)

فقط: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص:۷۹ دار الکتاب۔

ہکذا فی: ولا بأس للمتوفی والمغتسل أنه یتمسح بالمندیل۔

(فتاویٰ قاضی خان، ص: ۱۲؍ج: ۷، زکریا)۔

شامی ص: ۱۳۱؍ج: ۱، أشرفیۃ۔

الفتاویٰ التاتارخانیۃ ص: ۲۲۹؍ج: ۱، زکریا۔

وفی حاشیة الطحطاوی علی المراقی فی آثار محمد أخبرنا أبو حنیفة عن حمادٍ عن إبراهیم فی الرجل یتوضأ فیمسح وجهه بالثوب۔(طحطاوی علی المراقی ص: ۷۹ دار الکتاب)۔

پیتل کے لوٹے سے وضو کرنا درست ہے کہ نہیں؟

سوال (۴): پیتل کے لوٹے سے وضو کرنا درست ہے کہ نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

پیتل کے لوٹے سے وضو کرنا درست ہے۔ **ویجوز الاستعمال الاوانی من الصفر لما روی عن عبد الله بن یزید قال أتانا رسول الله ﷺ فأخرجنا له ماء تور من صفر فتوضأ (رواه البخاری) البحر الرائق ج۱ ص۲۱۱۔(۱)**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) (البحر الرائق، ص:۱۸۶/ج:۸، سعید)

الحدیث المذکور، رواہ الإمام البخاری فی باب: الغسل والوضوء فی المنخضب والقدح والخشب والحجارۃ۔ (ص:۳۲/ج:۱، رقم الحدیث:۱۹۵)۔

رواہ الإمام أبوداؤد فی سننہ: فی باب الوضوء فی آنیۃ الصفر: (ص:۱۳/ج:۱، رقم الحدیث:۱۰۰)

وأما الآنیۃ من غیر الذھب والفضۃ فلا بأس بالأکل والشرب فیھا والانتفاع بھا کالحدید، والصفر، والنحاس، والرصاص، والخشب والطین۔ (الدر المختار مع الشامی ص:۳۴۳/ج:۶ کراچی)

تبیین الحقائق ص:۱۱/ج:۶، امدادیۃ۔ (ملتان)۔

فتح القدیر ص:۴۴۴/ج:۸، دار إحیاء التراث۔ (العربی)۔

مجمع الأنھر ص:۱۸۴/ج:۴۔ فقیہ الامت۔

مسواک کتنی موٹی اور کتنی لمبی ہونی چاہئے؟

سوال (۵): مسواک کتنی موٹی اور کتنی لمبی ہونی چاہئے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسواک ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے بقدر موٹی ہونی چاہئے اور ایک بالشت لمبی ہونی چاہئے۔ وأن یکون طول شبر فی غلظ الخنصر. (۱) کبیری ص ۳۲ وینبغی ان یکون السواك من أشجار مرۃ لانہ یطیب نکھۃ الفم ویشد الأسنان ویقوی المعدۃ ولیکن رطبا فی غلظ الخنصر وطول الشبر ولا یقوم الاصباع مقام الخشبۃ. عالمگیری ج۱ ص۷ (۲) ھکذا فی البحر الرائق ج۱ ص۲۱ (۳) وھکذا فی الطحطاوی علی المراقی ص ۴۴۔ (۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) حلبی کبیری ص: ۳۳، دار الکتاب۔

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ ص: ۷، ج: ۱، رشیدیہ۔

(۳) البحر الرائق ص: ۲۱، ج: ۱، سعید۔

(۴) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ٦٧، دار الکتاب۔

الفتاویٰ التاتارخانیۃ ص: ۲۲۱، ج: ۱، زکریا۔

الدر المختار مع الشامی: ص: ۲۵۱، ج: ۱، أشرفیۃ۔

وضو میں کتنا پانی استعمال کرنا چاہئے؟

سوال (٦): وضو کے اندر کتنا پانی اسراف کے اندر داخل ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مد پانی سے وضو کیا کرتے تھے۔ کذا فی المشکوٰۃ (۱) باب الغسل ص ۴۸ اور ایک مد ٦٨ تولہ تین ماشہ کا ہوتا ہے کذا فی جواہر الفقہ ج ۱ ص ۴۲۸

ضرورت شرعیہ سے زیادہ پانی کا استعمال اسراف میں داخل ہے (**قوله الاسراف أي بأن يستعمل منه فوق الحاجة الشرعية الخ** شامی ج ۱ ص ۱۳۴۔ (۲)

اور ایک عضو کو تین مرتبہ سے زائد دھونا بھی اسراف میں داخل ہے۔ **ومن الاسراف ومن زيادة على الثلاث. الدر المختار** ص ۱۳۴۔ (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن أنسٍ رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يتوضأ بالمد ويغتسل بالفتاع والصاع إلى خمسة أمدادٍ. (مشکوٰۃ المصابیح ص: ۴۸)

(۲) الإسراف أي: بأن يستعمل منه فوق الحاجة الشرعية. (شامی:۱/۲۸۲، زکریا)

(۳) الدر المختار الإسراف أي ومنه: الزيادة على الثلاث. (الدر المختار ص:۲۴/ج:۱، أشرفية) متن۔

ہکذا فی: التاتارخانیہ ومن الآداب أن لا يسرف ولا يقصر۔ (الفتاویٰ التاتارخانیۃ: ص:۲۲۷/ج:۱، زکریا)

البحر الرائق ص:۲۹/ج:۱، سعید۔

بدائع الصنائع: ص:۱۴۴/ج:۱، زکریا۔

حضرت گنگوہیؒ کا فتویٰ

سوال (۷): حضرت مولانا گنگوہیؒ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اہل ہند کے لئے پانی کے ساتھ ساتھ ڈھیلا سے بھی استنجاء کرنا ضروری ہے اور دلیل یوں بیان کی ہے کہ یہاں فضا ٹھیک نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر کوئی شخص منکر ہے تو اس کو ایک سفید پائجامہ پہنا کر ایک گھوڑے پر بٹھا کر دوڑایا جائے اگر ٹپک جائے تو ڈھیلے کا استعمال کرے اور نہ ٹپکے تو ترک کردے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

جب حضرت گنگوہی نوراللہ مرقدہ نے فتویٰ دیا ہے تو پھر آپ کو اس پر عمل کرنے میں کیا اشکال ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) استعمال الماء سنة في زماننا. قال الحسن البصري: فقيل له: إن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانوا يز كون، فقال إنهم كانوا يبعرون بعراً وأنهم يثلطون ثلطاً. (فتح القدير: ص:۱۸۹/ج:۱، دار إحياء التراث)

العرف الشذی مع الترمذی ص:۱۱، ج:۱، بلال۔

الفتاویٰ التاتارخانیۃ ص:۲۱۱/ج:۱، زکریا۔

الفتاویٰ الہندیۃ ص:۱۰۵/ج:۱، زکریا۔

نماز کی تیاری کے لئے غسل خانہ میں بیٹھ کر وضو بنانا کیسا ہے؟

سوال (۸): غسل کے وقت جو وضو غسل خانہ میں کیا جاتا ہے کیا اس سے نکلتے ہوئے پیر کا باہر آ کر دھونا ضروری ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ضروری نہیں اس زمانہ میں چونکہ غسل خانہ پختہ فرش کے بنے ہوئے ہیں اس لئے ماء مستعمل فوراً بہہ جاتا ہے بخلاف پہلے زمانہ کے اس وقت غسل خانے کچے ہوا کرتے تھے جس کی وجہ سے بعد میں پاؤں دھونے کا حکم تھا۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ویؤخر غسل الرجلین إن کان یقف حال الاغتسال فی محل یجتمع فیه الماء لاحتیاجه لغسلها ثانیاً من الغسالة. (حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص:۱۰۵، دار الکتاب).

یؤخر قدمیه إن کان فی مستنقع الماء أی فی مجتمعه. (البحر الرائق:ص:۵۰،ج:۱،سعید)

بدائع الصنائع ص: ۱۴۳؍ج:۱،زکریا۔

فتح القدیر ص:۲۶۱؍ج:۱،دارالفکر۔(ص:۵۲،ج:۱،دار إحیاء التراث)۔

البنایہ ص:۲۶۱؍ج:۱،دارالفکر۔

وضو کے وقت لوٹا پکڑنے اور رکھنے کا طریقہ

سوال (۹): وضو کرتے وقت لوٹا داہنی طرف رکھنا چاہئے یا بائیں طرف نیز لوٹے کو پکڑنے کا انداز کیا ہونا چاہئے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

وضو کرتے وقت لوٹا بائیں طرف رکھنا چاہئے البتہ اگر برتن ایسا ہے کہ چلّو بھر کر وضو کرنا پڑے تو اس صورت میں برتن کو داہنی طرف رکھنا چاہیے۔ نیز لوٹا اگر دستہ والا ہے تو دستہ پکڑ لے اگر لوٹا ایسا نہیں تو لوٹے کے کنارہ پر ہاتھ رکھے اوپر ہاتھ نہ رکھے۔

"ومن الآداب أن يكون جلوسه على مكان مرتفع وأن يغسل عرق الإبريق ثلاثًا وأن يضعه على يساره وإن كان إناء يغترف منه فعن يمينه وان يضع يده حالة الغسل على عروقه لا على رأسه. كذا ذكره الشيخ كمال الدين بن الهمام" (کبیری:۳۰)(۱)

التعليق والتخريج

(۱) حلبی کبیری: ص:۲۸، دار الکتاب۔

أن يغسل عرق الابريق ثلاثاً ووضعه على يساره وإن كان إناءً يغترف منه نعن يمينه وضع يده حالة الغسل على عروقه لا رأسه۔ (البحر الرائق: ص:۲۸/ج:۱ سعيد)

والجلوس فی مكان مرتفعٍ وجعل الإناء الصغير على يساره۔ والكبير الذی يغترف منه على يمينه۔ (تبيين الحقائق: ص:۷/ج:۱، إمدادية)

ملتقى الأبحر ص:۱۵/ج:۱، مؤسسة الرسالة۔

حاشية الطحطاوی على المراقی: ص:۵۰ دار الكتاب۔

وضو میں پانی کی مقدار

سوال (۱۰): وضو کے اندر کتنا پانی اسراف کے اندر داخل ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مُد پانی سے وضو کیا کرتے تھے کذا فی المشکوٰۃ باب

الغسل: ۴۸۔ (۱)

اور ایک مُد ۶۸ تولہ ۳ ماشہ کا ہوتا ہے کذا فی جواھر الفقہ: ۱/۴۲۸۔ ضرورت شرعیہ سے زیادہ پانی کا استعمال اسراف میں داخل ہے (قولہ الاسراف) ای بأن یستعمل منہ فوق الحاجۃ الشرعیۃ الخ (شامی: ۱/ ۱۳۴)۔ (۲) اور ایک عضو کو تین مرتبہ سے زائد دھونا بھی اسراف ہے والاسراف ومنہ الزیادۃ علی الثلث (الدرالمختار: ۱/ ۱۳۴)۔ (۳)

التعلیق والتخریج

(۱) عن أنس رضی اللہ عنہ قال: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ بالمد ویغتسل بالصاع والصاع الی خمسۃ امدادٍ۔ (مشکاۃ المصابیح: ۴۸)

(۲) قولہ: الإسراف بأن یستعمل منہ فوق الحاجۃ الشرعیۃ۔ (شامی ص: ۲۸۱/ ج: ۱، زکریا)۔

(۳) الإسراف... أی منہ الزیادۃ علی التلاث۔ (الدر المختار ص: ۲۴/ ج: ۱، أشرفیہ، متن)

ومن الآداب أن لا یسرف ولا یقتر۔ (الفتاوی التاتارخانیۃ، ص: ۲۲۷/ ج: ۱، زکریا)

البحر الرائق: ص: ۲۹/ ج: ۱، سعید۔

بدائع الصنائع: ص: ۱۴۴/ ج: ۱، زکریا۔

پیر دھونے کا مسئلہ

سوال (۱۱): نماز پڑھنے کے لئے وضو کرنا فرض ہے اور وضو میں چار فرض ہے منہ دھونا، کہنیوں تک ہاتھ دھونا، سر کا مسح کرنا اور ٹخنوں تک پیر دھونا، لیکن ہم لوگ وضو کرتے وقت سر کا مسح کرتے ہیں۔ مگر پیر کو بھی ٹخنوں تک دھوتے ہیں جب کہ چھٹے پارے سورہ مائدہ کے پہلے رکوع میں خدا نے وضو کا طریقہ لکھے ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ نماز کے لئے جاؤ تو

منہ اور ہاتھ کو کہنیوں تک دھولو، سر اور پیر کو ٹخنوں تک مل لو۔ تو بتلائیے کہ دھونے اور ملنے میں کیا کوئی فرق نہیں ہے؟ اگر فرق نہیں ہے تو سر کو بھی کیوں نہیں دھویا جاتا ہے کیا ہمارا وضو صحیح ہوتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

"وارجلکم" کا عطف "رؤسکم" پر نہیں ہے۔ بلکہ ایدیکم پر ہے لہٰذا جس طرح چہرہ اور ہاتھ دھویا جاتا ہے اسی طرح پیر بھی دھویا جائے گا بخلاف سر کے اس کا حکم صرف مسح ہے۔ اس آیت کی تشریح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح مروی ہے اور ہمارا وضو درست ہے، جس میں تین اعضاء دھوئے جاتے ہیں اور سر کا مسح کیا جاتا ہے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) قراءة النصب محكمة فى الدلالة على كون الأرجل معطوفة على المغسولات۔ وقراءة الخفض محتملة فكان العمل بقراءة النصب أولى۔ (بدائع الصنائع: ص:۲۷ / ج:۱، زکریا)

قال فى البحر لا طائل تحته بعد انعقاد الإجماع على ذلك۔ (الجوهرة النيرة ص:۵ / ج:۱، کراچی)۔

حلبی کبیری: ص:۱۴ دار الکتاب۔

البحر الرائق ص:۲۲۱ / ج:۱، سعید۔

ہاتھ پیر دونوں کٹے ہوئے ہوں تو وضو کس طرح کرے؟

سوال (۱۲): ایک شخص ہے جس کے ہاتھ پیر دونوں کٹے ہوئے ہیں وہ وضو پر قادر نہیں، وہ نماز کس طرح سے ادا کرے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بلاوضونماز ادا کرے، البتہ اگر مرفقین یا کعبین میں سے کوئی حصہ باقی ہے تو مقدار فرض کا دھونا واجب ہے۔

"ولو قطعت یدہ او رجلہ فلم یبق من المرفق والکعب شیء سقط الغسل ولو بقی وجب" (کمافی الشامی :۱/۶۹)۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص:۲۲۹/ج:۱) اشرفیہ

وفی التاتارخانیہ ص:۲۰۵/ج:۱زکریا۔

وفی البحرالرائق ص:۱۳/ج:۱سعید۔

وفی الہندیہ ص:۵۴/ج:۱، زکریا جدید۔

الفقہ الاسلامی وأدلّتہ ص:۳۷۱/ج:۱، دارالفکر المعاصر۔

غیبت کے بعد وضو کا حکم

سوال (۱۳): بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ غیبت کرنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے اوراس کے بعد وضو کرنا ضروری ہے، کیاان لوگوں کی بات درست ہے؟ اگر درست ہے تو غیبت کی وجہ سے وضوواجب ہے یا سنت یا مستحب؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

وضومستحب ہے"ویستحب الوضوء بعد کلام غیبۃ" (کمافی نورالایضاح:۱/۴۶)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) مندوب فی نیف و ثلاثین موضعاً.... منها بعد کذب وغیبة وقهقهة.

(شامی: ص:۲۰۶ رج:۱، أشرفیة)

وفی البحرالرائق:ص:۶۱ر۱،سعید۔

(۳) وفی الهندیة ص:۶۰ رج:۱،زکریا جدید۔

(۴) حلبی کبیری ص:۱۵ سہیل اکیڈمی لاہور۔

(۵) طحطاوی علی المراقی:ص ۸۳ دارالکتاب دیوبند۔

شراب کی قئے ناقض وضو ہے یا نہیں؟

سوال (۱۴): ایک شخص نے شراب پی اور فوراًاس شراب کے علاوہ کوئی دوسری شیٔ نہیں تو یہ قے ناقض وضو ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ناقض وضوء ہے۔"ناقض للوضوء وقیٔ خمر ان کان قلیلا لانه نجس بالاصالة دون قیٔ الطعام والماء" (کمافی الشامی:۱ر ۹۳)۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص:۱۴۰ رج:۱۔کراچی۔

قہقہہ کی کتنی مقدار ناقض وضو ہے؟

سوال (۱۵): قہقہہ جو ناقض وضو ہے اس کا مفہوم کیا ہے؟ یعنی آواز اس کی کتنی بلند ہوکہ اس پر قہقہہ کا اطلاق کیا جائے گا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

قہقہہ کا اطلاق اس آواز پر ہوگا جس کو وہ خود سنے اور اس کے پڑوسی سن لیں۔
"وھی ما یکون مسموعا لہ ولجیرانہ سواء" (کما فی مجمع الانہر: ۱/۲۰)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

القهقهة ما يكون مسموعاً له ولجيرانه بهت أسنانه أولا۔ (شامی ص:۱۰۳/ج:۱، اشرفیہ)

(۱) مجمع الانہر: ص:۳۴/ج:۱، مکتبہ فقیہ الامت۔
حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی: ص:۹۲، دار الکتاب۔
ہندیہ ص:۶۴ ج:۱، زکریا جدید۔
البحر الرائق ص:۴۰ ج:۱ ایچ ایم سعید۔

وضو میں بسم اللہ بھول جانے کا حکم

سوال (۱۶): ایک شخص وضو کر رہا تھا تسمیہ بھول گیا درمیان وضو یاد آیا اس نے پڑھ لیا اس کو تسمیہ پڑھ کر وضو کرنے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نہیں۔ "نسی التسمیة فذکرها فی خلال الوضوء فسمی لا یحصل السنة بخلاف نحوه فی الأکل لأن الوضوء عمل واحد بخلاف الأکل لأن کل لقمة عمل مستأنف" (کما فی فتح القدیر: ۱/۴۴)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (فتح القدیر : ص ۲۱/ج ۱، دار إحیاء التراث العربی۔

وفی الشامی ص: ۲۴۲/ج: ۱ اشرفیہ۔

البحر الرائق ص: ۲۰/ج: ۱، سعید۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۶۶۔ دار الکتاب۔

ہندیہ ص: ۵۶/ج: ۱، زکریا جدید۔

لمبی مونچھ والے کے لئے وضو کا حکم

سوال (۱۷): ایک شخص کی مونچھ لمبی ہے اس حال میں وضو کرتا ہے لیکن بال کے نیچے پانی نہیں پہنچتا تو وضو ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

وضو ہو گیا۔

"واذا کان شارب المتوضی طویلا ولا یصل الماء تحته عند الوضوء جاز وعلیه الفتوی" (کما فی الفتاویٰ الهندیہ: ۱/ ۴)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (ہندیہ ص ۵۳/ج: ۱) زکریا۔

ولا یجب إیصال الماء إلی ما تحت شعر الحاجبین والشارب ما باتفاق الروایات۔

(تاتارخانیہ ص ۱۹۸/ج: ۱)

البحر الرائق ص: ۱۱/ج: ۱ سعید۔

النہر الفائق ص: ۲۷/ج: ۱، زکریا۔ شامی ص: ۲۲۰/ج: ۱ اَشرفیہ۔

ہاتھ پیر میں تیل لگایا اس کا وضو ہوا یا نہیں؟

سوال (۱۸): ایک شخص نے ہاتھ پیر میں تیل لگایا اس کا وضو ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

وضو ہو جائے گا۔

"وإذا أدهن رجليه ثم توضأ وأمر الماء على رجليه فلم يقبل الماء لمكان الدسومة جاز الوضوء"۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) إذا دهن رجليه أو ذراعيه، ثمّ توضّأ فتنقطع الماء ولم يقبله العضو لمكان الدسوته جاز الوضوء۔ (ہندیہ ص ۵۴ رج:۱) زکریا جدید۔

فتح القدیر ص:۱۷ رج:۱، دار إحیائ التراث العربی۔

تاتارخانیہ ص ۲۰۵ رج:۱۔ زکریا۔

الفقہ علی المذاہب الأربعہ ص:۴۹ رج:۱ سلمان عثمان اینڈ کمپنی۔

چہرہ اور ہاتھ سے وضو کے ٹپکنے والے پانی کا حکم

سوال (۱۹): اگر کوئی بھی نمازی مسجد کے صحن یا کہیں بھی وضو کرتا ہے، وضو کا پانی زمین پر گرتا ہے یا سمنٹ کے پلاسٹر کئے ہوئے نالی پر گرتا ہے تو وہ گرا ہوا پانی پاک ہے یا ناپاک؟ مکمل ومدلل جواب دیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

وضو یا غسل میں استعمال کئے ہوئے پانی کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف

ہے کہ یہ پانی کب مستعمل ہوتا ہے؟ ایا اعضاء پر ڈالتے ہی یا ان سے جدا ہونے کے بعد، تو صحیح قول اعضاء سے جدا ہونے کے بعد ہی مستعمل ہونے کا ہے، خواہ کسی جگہ ٹھہرے یا نہ ٹھہرے کما فی الهدایه ومتی یصیر الماء مستعملا الصحیح انه کما زال عن العضو صار مستعملا لان سقوط حکم الاستعمال قبل الانفصال للضرورة ولا ضرورة بعده (ہدایہ ج ا ص ۳۹) (۱) مشہور اور مفتی بہ روایت کے مطابق امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وضو اور غسل میں استعمال کیا ہوا پانی پاک ہے لیکن اس میں پاک کرنے کی صلاحیت نہیں ہے، البتہ نجاست حقیقیہ کا ازالہ اس پانی سے درست ہے۔ کما فی الشامی قوله وهو طاهر. رواه محمد عن الامام وهذه الرواية هي المشهورة عنه واختارها المحققون قالوا عليها الفتوى لا فرق في ذلك بين الجنب والمحدث واستثنى الجنب في التجنيس إلا أن الاطلاق أولى وعنه التخفيف والتغليظ ومشائخ العراق نفوا الخلاف وقالوا انه طاهر عند الكل وقد قال في المجتبى صحت الرواية عن الكل أنه طاهر غير طهور وحكمه أنه ليس بطهور لحدث بل لخبث على الراجح المعتمد. قوله ليس بطهور، اى ليس بمطهر. قوله على الراجح. مرتبط بقوله "بل لخبث" اى نجاسة حقيقة فانه يجوز إزالتها بغير الماء المطلق من المائعات خلافا لمحمد (۲) (درمع الشامی ج ا ص ۱۳۴) الحاصل جس پانی سے وضو کیا گیا ہے وہ پاک ہے یعنی اگر کپڑے وغیرہ کو لگ جائے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوگا لیکن اس سے کوئی شخص اگر وضو کرنا چاہے تو وضو نہیں ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) کما فی الهداية ومتى يصير الماء مستعملاً الخ۔ (ہدایہ ص: ۳۹/ ج: ۱) مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

وفی هامش الهداية۔ (الماء المستعمل طاهر غیر طهور ۔(ص:۳۸ر ج:۳)

(۲) کمافی الشامی قولہ وہوطاہر الخ ۔(ص:۳۹۰ر ج:۱) المکتبۃ الاشرفیۃ دیوبند۔

طاهر فی نفسه غیر مطهر للحدث بخلاف الجنت وهو ما استعمل فی الجسد أولا قاه بغیر قصد لرفع حدث أو قصد استعماله القربة۔ (حاشیۃ الطحطاوی) ص:۲۲ دارالکتاب۔

البحرالرائق ص:۴۸ر ج:۱، ایچ ایم سعید پاکستان۔

الفتاویٰ الہندیۃ۔ص:۵۷ر ج:۱) زکریا بک ڈپو دیوبند۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ۔ص:۲۷۰ر ج:۱۔ دارالفکر۔

آداب الخلاء

بیت الخلاء میں ننگے پاؤں ننگے سر جانا کیسا ہے؟

سوال (۲۰): بیت الخلاء میں ننگے پاؤں ننگے سر جانا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

خلافِ ادب ہے، ولا يدخل الخلاء الا مستور الرأس نفع المفتی والسائل ص ۵۵۔(۱)

وفی الشامی ج۱ ص۲۳۰ إذا أراد أن يدخل الخلاء إلى أن قال ولا حاسر الرأس۔(۲)

وفی البحر ج۱ ص۲۵۲ ومن ادابها ای آداب الخلاء ان لا يدخل فی الخلاء مكشوف الرأس ولا حافيًا روىٰ ذالك مرسلًا ومسندًا۔(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) (نفع المفتی والسائل ص: ۱۶۷، ج: دار ابن حزم)

(۲) (شامی ص: ۲۳۰، ج: ۱، نعمانیہ)

ويستحب أن يدخل مستور الرأس۔ (الفتاویٰ الهندیة ص: ۵۱، ج: ۱، رشیدیة)

ويدخل الخلاء مستور الرأس استحباباً۔ (حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص: ۵۱، دار الكتاب)

(۳) البحر الرائق ص: ۲۴۳، ج: ۱، سعید۔

دھوپ میں گرم کئے ہوئے پانی سے استنجاء کا حکم

سوال (۲۱): ایسا پانی جو دھوپ میں رکھنے کی وجہ سے گرم ہوگیا ہو اس سے استنجاء کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ایسا پانی جو دھوپ میں رکھنے کی وجہ سے گرم ہوگیا ہو اس سے استنجاء کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ چونکہ گرم پانی سے برص کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔

''وقال في معراج الدراية وفي القنية وتكره الطهارة بالمشمس إلى أن قال والظاهر أنها تنزيهية عندنا الخ'' (شامی: ۱/۱۲۱)۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار ص: ۱۲۱/ج: ۱ نعمانیہ۔

فقد علمت أن الكراهة عند نالصحة الأثر وأن عدمها روايه والظاهر أنها تنزيهية عندنا أي هنا بدليل عده في المندوبات. شامی، ص: ۳۲۴ ج: ۱۔ زکریا۔

(۳) ويجوز الوضوء والغسل بماء البحر والعين والبئر والمطر والثلج الذائب وبماء قصد تشميسه. (درر الحكام شرح غرر الأحكام ص: ۲۱/ج: ۱)

کیا استنجاء میں پانی کے ساتھ ڈھیلے کا استعمال ضروری ہے؟

سوال (۲۲): حضرت مولانا گنگوہیؒ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اہلِ ہند کے لئے پانی کے ساتھ ساتھ ڈھیلے سے بھی استنجاء کرنا ضروری ہے اور دلیل یوں بیان کی ہے کہ یہاں کی فضا ٹھیک نہیں ہے انہوں نے کہا کہ اگر کوئی شخص منکر ہے تو اس کو ایک سفید پاجامہ پہنا کر ایک

گھوڑے پر بیٹھا کر دوڑایا جائے اگر ٹپک جائے تو ڈھیلے کا استعمال کرے اگر نہ ٹپکے تو ترک کردے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جب حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے فتویٰ دیا ہے تو پھر آپ کو اس پر عمل کرنے میں کیا اشکال ہے؟ (۱)

التعلیق والتخریج

(۱) استعمال الماء سنة فی زماننا۔ قال الحسن البصری۔ فقیل له إن أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم کانوا یترکونه۔ فقال: إنهم کانوا یبعرون بعراً وأنتم تثلطون ثَلْطاً۔ (فتح القدیر ص:۱۸۹/ج:۱، دار إحیاء التراث)

فتاویٰ رشیدیہ ص:

العرف الشذی مع الترمذی ص:۱۱/ج:۱، بلال۔

الفتاویٰ التاتارخانیة: ص:۲۱۱/ج:۱، زکریا۔

الفتاویٰ الهندیة: ص:۱۰۵/ج:۱، زکریا۔

قبرستان میں استنجاء کرنے کا حکم

سوال ۲۳: قبرستان میں استنجاء، پائخانہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

قبرستان میں استنجاء، پائخانہ کرنا سخت گناہ کی بات ہے اس سے پرہیز کرنا بہت ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

باب الحیض

دم حیض کا رنگ مٹیالہ آرہا ہے، کیا حکم ہے؟

سوال (۲۴): ماجدہ کی شادی ساجد کے ساتھ ہوگئی ماجدہ اپنے سسرال تقریباً ۲۰ روز رہ کر اپنے میکے آئی، ساجد کے گھر ماجدہ کا حیض اپنے وقت پر آیا جب ماجدہ اپنے میکے چلی گئی تو حیض وقت پر نہ آیا، وقت سے تقریباً ۱۰ روز بعد ماجدہ کو بالکل معمولی مٹی یا اس سے کڑا رنگ کا قطرہ آیا ہے اتنا قطرہ آتا ہے، جس سے سامنے کا معمولی کپڑا تر ہوجاتا ہے تو اس صورت میں یہ خون حیض کا ہے یا بیماری کا اور اس حالت میں نماز روزہ کرسکتی ہے یا نہیں نیز ہمبستری کرسکتی ہے یا نہیں اور اگر قطرہ برابر تھوڑا تھوڑا آتا ہو تو نماز پڑھنے کی کیا صورت ہوگی؟

انصاری کلاتھ اسٹور

موضع و پوسٹ شانتی پور ضلع تنسکیہ آسام

الجواب: حامدًا ومصليًا

الوان دم حیض ۶/ ہیں ان میں سے ایک تربیہ بھی ہے لہٰذا یہ رنگ دم حیض سے خارج نہیں، نیز ایام طہر کی کوئی تحدید نہیں، البتہ اقل مدت حیض ۳/ یوم اور اکثر مدت حیض ۱۰/ ایام ہیں۔ معمول بدلتا رہتا ہے، ممکن ہے معمول بدل گیا ہو اس لئے اگر یہ خون چاہے ایک قطرہ ہی، ایام عادت کے مطابق ہے تو یہ حیض ہوگا اور ایام کے اعتبار سے گویا کہ معمول بدل گیا اور اگر ۳/ یوم سے کم آیا یا دس یوم سے زیادہ آیا، تب اسے استحاضہ شمار کیا جائے گا اور اسی اعتبار سے باقی احکامات اس پر مرتب ہوں گے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وما تراہ من لون ککدرۃٍ وتربۃٍ فی مدّتہ سوی بیاض خالص ولا المرئی طهراً فتخلّلا فیها حیضٌ، وتحته فی الشامیّة: اعلم أنّ ألوان الدماء ستة: هذان، والسواد، والحمرة، والصفرة، والخضرة۔ (شامی ص: ۵۳۰ / ج: ۱) اشرفیہ۔

وفی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۱۳۹ / ج: ۱ دار الکتاب۔

فتح القدیر ص: ۱۴۴ / ج: ۱ دار إحیاء التراث العربی۔

ہندیہ ص: ۹۰ / ج: ۱ از کریا جدید۔

البحر الرائق ص: ۱۹۲ / ج: ۱ سعید۔

حائضہ ونفساء کے لئے مسنون دعاء پڑھنے کا حکم

سوال (۲۵): عورت حیض ونفاس یا زچگی کی حالت میں ذکرِ مسنون دعائیں یا کلام پاک کی تلاوت زبانی کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حیض ونفاس کے زمانے میں عورت کے لئے ذکر اور مسنون دعاؤں کا پڑھنا جائز ہے ویجوز للجنب والحائض الدعوات وجواب الاذان ونحو ذالك كذا فی السراجیہ اھ الفتاویٰ الهندیہ ج ۱ ص ۳۸۔ (۱) والجوهرہ ج ۱ ص ۲۸۔

(۲) کلام پاک کی تلاوت خواہ زبانی ہو یا دیکھ کر جائز نہیں ومنها حرمة قراءة القران والآية، وما دونها سواء فی التحريم على الأصح الخ الفتاوىٰ الهندية ج ۱ ص ۳۸ والجوهرہ ج ۱ ص ۲۸

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ ص: ۸۳، رشیدیۃ۔

(۲) ولا یمنعان من ذکر اللہ۔ (الجوہرۃ السیرۃ ص: ۳۹ / ج: ۱، کراچی)

ولا بأس لحائض وجنبٍ بقراءۃ أدعیۃ ومسها وحملها وذکر اللہ وتسبیحٍ وزیارۃ قبورٍ ودخول مصلی عیدٍ۔ (شامی ص: ۵۳۶ / ج: ۱، أشرفیۃ)

وفی السراجیۃ: لا بأس للجنب والحائض زیارۃ القبور والدخول فی مصلی العید ویجوز لهما الدعوات۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ ص: ۴۸۱ / ج: ۱، زکریا)

بابُ التیمم

تیمم کر کے نماز پڑھنے کے بعد پانی مل جانے کا حکم

سوال (۲۶): ایک شخص ایسی جگہ پر ہے جہاں پانی نہیں ہے، لیکن ایک اس کا ساتھی ہے جس کے پاس پانی موجود ہے اس سے مانگے بغیر تیمم کر کے نماز پڑھ لیا نماز کے بعد پانی مانگا اس نے دیدیا اس کی نماز واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نماز واجب الاعادہ ہے۔

"وان شک فی الاعطاء وتیمم وصلی فسالہ واعطاہ، یعید" (کمافی العالمگیریہ:۱/۲۹)۔(۱)

التعلیق والتخریج

(۱) (ہندیہ ص ۸۲ /ج:۱ز کریا جدید)۔

فإن صلی بالتیمم بلا سؤالٍ فعلی ما سیئق، فلو سأل بعدھا وأعطاہ أعادَ وإلّا فلا۔

(شامی ص:۴۷۰ /ج:۱) اشرفیہ۔

البحر الرائق ص: ۱۶۲ /ج:۱ سعید۔

البنایہ شرح الہدایہ ص ۵۵۱ /ج:۱ دارالفکر۔

تاتارخانیہ ص:۳۹۱ /ج:۱ز کریا۔

تیمم کی اجازت کب ہے؟

سوال ۲۷: زید اپنی بیماری اور معذوری کی وجہ سے پانچوں نمازوں کے اوقات میں مکمل وضو کرنے سے قاصر ہے، صرف صبح سویرے مکمل وضو کرسکتا ہے، باقی اوقات میں چہرہ پاؤں وغیرہ ڈالنے سے شدید قسم کا درد شروع ہوجاتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) اس صورت میں زید نماز کس طرح ادا کرے؛ ایا تیمم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ یا وضو کرنا ضروری ہے؟

(۲) باقی اوقات میں صرف ہاتھوں کو دھوسکتا ہے، تو کیا اس کی اجازت ہے کہ چہرہ اور پاؤں پر مسح کرے یا تیمم کرے؟ وضاحت کے ساتھ جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

تیمم کے جواز وعدم وجواز کی بنیاد عذر اور عدم عذر ہے کہ اگر ایسی بیماری یا ایسا عذر ہو جس میں پانی کا استعمال مضر اور تکلیف دہ ہو یا پانی کے استعمال پر بالکل قدرت نہ ہو تو ایسی صورت میں تیمم کرنا شرعاً جائز ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں جب مکمل وضو کرنے پر قدرت ہو وضو کرنا ضروری ہے مسح یا تیمم درست نہیں اور جب ہاتھ کے علاوہ دوسرے اعضاء چہرہ اور پاؤں دھونے سے سر میں شدید قسم کا درد ہونا تجربہ یا ظن غالب سے ثابت ہو، تو ایسی صورت میں ہاتھ کو دھولیں اور بقیہ اعضاء پر مسح کرکے نماز پڑھیں، تیمم کرنا درست نہیں کہ غسل اور مسح کا اجتماع تو درست ہے لیکن غسل اور تیمم کا اجتماع درست نہیں ہے، کما فی الفتاوی الهنديه (۱) ولو كان يجد الماء الا أنه مريض يخاف ان استعمل الماء اشتد مرضه او ابطأ برءه. الى قوله. ويعرف ذالك الخوف اما بغلبة الظن عن امارة او تجربة او خبر طبيب حاذق مسلم غير ظاهر الفسق كذا فی شرح (۲) منية المصلى لإبراهيم الحلبى الى قوله ولا يجمع بين الغسل والتيمم (ج۱ص۲۸۔ هكذا فى الهداية (۳) ونور الايضاح (۴) وغيرهما) وفى البدائع. ولنا قوله تعالى مطلقا من غير فصل بين مرض ومرض الا ان المرض الذى لا يضر معه استعمال الماء ليس بمراد فبقى المرض الذى يضر معه استعمال الماء (ج۱ ص۴۸) وفى النوادر. وان استوى الصحيح والسقيم لم يذكر فى ظاهر الرواية وذكر فى النوادر انه يغسل

الصحیح ویربط الجبائر علی السقیم ویمسح علیها ولیس هذا جمع بین الغسل والمسح لان المسح علی الجبائر کالغسل لما تحتها. (بدائع الصنائع ج ا ص ۵۱ مطبع پاکستانی)۔(۵)

حاصل کلام یہ کہ مکمل وضو پر قدرت کی صورت میں وضو ہی ضروری ہے اور دوسری صورت میں جبکہ گرم یا ٹھنڈا پانی کے استعمال سے سخت تکلیف یا مرض شدید ہو جائے تو ہاتھ دھولیں اور چہرہ و پاؤں کا مسح کر کے نماز پڑھ لیں، تیمم درست نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ج:ا،ص:۸۱۔زکریا بک ڈپو دیوبند۔

(۲) منیۃ المصلی:ص:۵۷۔دارالکتاب دیوبند۔

(۳) ہدایہ: ج:ا،ص:۴۹۔تھانوی۔

(۴) نورالایضاح:۴۶۔مکتبہ بلال دیوبند۔

(۵) بدائع الصنائع: ج:ا،ص:۴۸۔دارالکتاب العربی۔بیروت۔ج:ا،ص:۱۷۱زکریا بک ڈپو دیوبند۔ بدائع الصنائع: ج:ا،ص:۵۱۔دارالکتاب العربی۔

متفرقات

طہارتِ فضلاتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیق

سوال (۲۸): حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات پاک ہیں یا نہیں میری نگاہوں سے مختلف عبارتیں گذریں کہیں پاک ہونا معلوم ہوتا ہے اور کہیں ناپاک اس کی کیا تحقیق ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

اکثر حضرات محدثین طہارت ہی کے قائل ہیں خود حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی اسی کے قائل ہیں جیسا کہ المواهب اللدنية میں بحوالہ عینیؒ شرح بخاریؒ مذکور ہے علامہ بیری نے بھی شرح اشباہ میں اس کی تصریح کی ہے بعض ائمہ شافعیہ نے بھی طہارت والے قول ہی کی تصحیح کی ہے بقول حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ''دلائل سے طہارت کے قول کو ہی تقویت ملتی ہے'' اور بقول ملا علی قاریؒ اکثر حضرات حنفیہ کا مختار قول یہی ہے بہت سے حضرات ائمہ حدیث نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں سے اسے شمار کیا ہے۔ (ردالمختار: ۱/ ۳۱۸)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) صحح بعض أئمة الشافعية طهارة بوله صلى الله عليه وسلم وسائر فضلاته. وبه قال أبو حنيفة كما نقله في المواهب اللدنية عن شرح البخاري للعيني و صرح به البيري في شرح الأشباه وقال الحافظ ابن حجر: تظافرت الأدلة على ذلك وعد الائمة ذلك من خصائصه صلى الله عليه وسلم. نقل بعضهم عن شرح المشكوٰة لا الملا على القاري أنه قال اختاره كثير من أصحابنا. وأطال في تحقيقه في باب ما جاء في تعطده عليه الصلاة والسلام. (رد المحتار على الدر المختار و

ص:۱۸۰۳ر ج:۱، کراچی)

(۲) روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی امرءۃٍ شربت بولہ: فقال لھما: لن تشتکی وجع بطنك أبداً۔ (شرح الشفاء للقاضی عیاض ص:۱۷۱۔۱۷۲ج:۱، بیروت)

امداد الفتاویٰ ص:۱۳۰ر ج:۱، قدیم زکریا۔

میت کے لئے کلوخ کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

سوال (۲۹): تختہ وغیرہ کو بعد طاق خوشبو دیکر مردہ کو تختہ پر لٹا دیا جاتا ہے اور دستانہ ہاتھ میں لپیٹ کر پہلے بعد طاق مٹی کے ڈھیلوں سے پائخانہ و پیشاب کے مقام کو صاف کر کے تب پانی سے دھوتے ہیں اور صاف کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مٹی کے ڈھیلوں سے بعد طاق ہر دو مقام کو پہلے صاف کرنا سنت ہے دریافت طلب امور یہ ہے کہ مٹی کے ڈھیلوں سے بعد طاق پہلے ہر دو مقام کو صاف کرنا سنت ہے؟ یا کیا حکم شرع شریف ہے اور اگر پہلے ہر دو مقام کو ڈھیلوں سے صاف نہ کر کے صرف پانی سے صاف کرنے پر اکتفا کریں تو سنت کے خلاف ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

باوجود تتبع کثیر کے ڈھیلے سے استنجاء کسی عبارت میں نہیں مل سکا البتہ اتنا ضرور ملتا ہے کہ وضو کرایا جائے اور اگر نجاست نکل جائے تو اس کو دھویا جائے۔ **یمسح بطنہ رفیقاً وما خرج منہ یغسلہ**۔ (تنویر الابصار:۱ر۵۷۵، (۱) وہکذا فی الزیلعی:۱ر۲۳۷)(۲)

بلکہ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے کہ کلوخ (ڈھیلے) کا مسنون ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ (امداد الفتاویٰ:۱ر۷۱۲)(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

ویمسح بطنه أولاً ثم یغسله بعد ذلك وجهه لأنه قد یکون فی بطنه شیئ یغسله بعد ذلك۔ (بدائع الصنائع ص:۳۰۱ ر ج:۲، دار الکتاب العربی)

الفتاوی الهندیه ص:۲۱۹ ر ج:۱، زکریا۔

(۱) تنویر الأبصار مع الشامی ص:۵۷۵ ر ج:۱ نعمانیہ۔

(۲) حاشیۃ الزیلعی: ص:۲۳۷ ج:۱، امدادیہ۔

(۳) امداد الفتاویٰ ص:۱۲۷ ج:۱، زکریا قدیم۔

الجوہرۃ النیرۃ ص:۲۷ ج:۱، کراچی۔

مقطوع الیدین کے لئے استنجاء کا طریقہ

سوال (۳۰): زید کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہیں اس کے لئے استنجاء کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ بیّنو توجروا۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جس شخص کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں اس کے لئے استنجاء کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی بیوی یا باندی استنجاء کرادے اگر بیوی یا باندی نہ ہو تو ایسے شخص سے استنجاء ساقط ہوجائے گا۔ ولو شلتا سقط أصلا کمریض ومریضة لم یجدا من یحل جماعه. وفی التاتار خانیة: الرجل المریض اذا لم تکن له امرأة ولا أمة وله ابن أو أخ وهو لا یقدر علی الوضوء قال یوضئه ابنه أو أخوه غیر الاستنجاء فانه لا یمس فرجه ویسقط عنه۔ (شامی، ج۱ ص ۲۲۷) (۱)

التعلیق والتخریج

(۱) رد المحتار علی الدر المختار ص:۲۲۷ ر ج:۱ نعمانیہ۔

ولا یستنجی بالیمین لقوله علیه السلام۔ الیمین۔ للوجه والیسار للمقعد إلا فی

ضرورة بأن تكون يسرىٰ مقطوعة أو بها جراحة فلو شلتا سقط الاستنجاء۔ (مجمع الأنهر ص:۱۰۰/ج:۱، فقیہ الأمت)

الرجل المريض إذا لم يكن له امرء ة ولا أمة وله ابن أو أخ وهو لا يقدر على الوضوء قال يؤضئه ابنه أو أخوه غير الاستنجاء فانه لا يمس فرجه ويسقط عنه الاستنجاء والمرء ة المريضة إذا لم يكن لها زوج وهى لا يقدر على الوضوء ولها بنت۔ وفى الخانية أو أخت قال: توضوء ها البنت بالماء الطهور، ويسقط عنها الا ستنجاء۔ (الفتاوىٰ التاتار خانية، ص:۲۱۸/ج:۱، زکریا)۔

ناپاک آدمی قبرستان میں جاسکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۳۱): ناپاک آدمی قبرستان میں جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

قبرستان میں جانے کے لئے طہارت شرط نہیں لیکن ناپاکی کی حالت میں قبرستان جانا بہتر نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) وفى السراجية: لا بأس للجنب والحائض بزيارة القبور والدخول فى مصلى العيد۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية، ص:۴۸۱/ج:۱، زکریا)

(۲) الدرالمختار ص:۵۳۶/ج:۱، زکریا۔

(۳) الفتاویٰ الہندیۃ: ص:۹۲/ج:۱، زکریا۔

(۴) احسن الفتاویٰ: ص:۳۸/ج:۱۔

ناپاک آدمی جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے؟

سوال (۳۲): اگر کوئی ناپاک شخص جنازہ کو کندھا دینا چاہے تو کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جنازہ کو کندھا دینے کے لئے پاک ہونا شرط نہیں لیکن ایسا کرنا مناسب نہیں آخرت کے مسافر کو اس کی شان کے ساتھ رخصت کرنا چاہئے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) وقوله: فليتوضأ في حمل الجنازة للمحدث ليتمكن من الصلاة عليه۔ (بدائع الصنائع: ص:۱۳۹ /ج:۱، زکریا) (باب القهقهة في الصلاة)۔

گندے تالاب سے متصل کنویں کا حکم

سوال (۳۳): مسجد بی بی آمنہ ایک فرلانگ کی لمبائی و چوڑائی میں ہے جس کے کنارے پر یہ مسجد بنائی گئی ہے اور مسجد کے اندر ایک کنواں کھودا گیا ہے جس میں چار ہی گز کی گہرائی پر پانی اچھا نکل آیا ہے چونکہ تالاب بالکل متصل ہی ہے اور اس تالاب ہی میں شہر کے ناپاک و گندے پانی بھی آآ کر جمع ہوتے ہیں تو دریافت یہ ہے کہ اس کنویں کے پانی کا کیا حکم ہے؟ اس سے وضو وغیرہ کرنا اور اس کا پینا درست ہے یا نہیں؟ پانی کے اندر کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

پانی پاک ہے، اس سے وضو درست ہے، بعض کنویں سے پانی جلدی نکل آتا ہے اس سے کسی اور چیز کا وہم نہیں کرنا چاہئے، نیز جبکہ اس پانی کا رنگ مزہ بو اپنی جگہ صحیح ہے پھر اس

کے استعمال میں کوئی اشکال نہیں۔

”الماء طھور لا ینجسه شيء الا ما غیر ریحه أو طعمه أو لونه“ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم. الماء لا ينجسه شيئ إلّا ما غلب على لونه أو طعمه أوريحه. (شرح معاني الآثار ص:۵ ج:۱) یاسر ندیم۔ اینڈ کمپنی، (وفی ابن ماجه ص:۴۰ ج:۱، کتب خانه رشیدیه).

بئر الماء إذا كانت بقرب البئر النجسة، فهي طاهرة مالم يتغير طعمه أو لونه أو ريحه. (هنديه: ۳۵ ج:۱) زکریا (وفی التاتار خانیه: ص:۱۳۳ /ج:۱). زکریا.

و كذا في الفتاوىٰ الولوالجية: ص: ۳۴ /ج:۱، زکریا۔

وفي بدائع الصنائع ص:۳۰۵ ج:۱، زکریا۔

وفي قاضي خان ص:۵ ج:۱، زکریا جدید۔

حوض شرعی کا حکم

سوال (۳۴): حوض شرعی کی گہرائی کتنی ہونی چاہئے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

وضو کے لئے پانی نکالتے وقت پانی کی سطح نظر نہ آئے۔

”وعمقه أي عمق الغدير ما لا تنحسر الأرض بالغرف هو الصحيح“ (کما فی مجمع الانہر: ۱/۲۹) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(١) (مجمع الانہر ص:٧٤ ج:١، مکتبہ فقیہ الامت)۔

إن کان بحال لو رفع الماء بکفه لا ینحسر ما تحته من الأرض فهو عمیقه۔ (قاضی خان ص:٦ ج:١، زکریا جدید)۔

وفی الشامی: ص:٤٧٥ ج:١، اشرفیہ۔

وفی الهندیه: ص:٧٥ ج:١، زکریا وفی البحر: ص:٧٧ ج:١، ایچ ایم سعید۔ زکریا جدید۔

وفی التاتارخانیة: ص:٣٠٠ ج:١، زکریا۔

چٹائی پر لگے ہوئے پاخانہ کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال (٣٥): ایک چٹائی پر بچے نے پاخانہ کر دیا وہ پاخانہ خشک ہوگیا وہ چٹائی پاک ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

چٹائی پاک ہوجائے گی لیکن دلک (رگڑنا) ضروری ہے البتہ اس کے بعد اس کو دھو دینا چاہئے۔

"حصیر أصابته نجاسة فان کانت النجاسة یابسة لا بد من الدلك حتی تلین" (کما فی العالمگیریہ: ١/ ٤٣) (١)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(١) حصیر أصابته نجاسة فإن کانت النجاسة یابسة لا بدّ من الدلك حتی تلین۔

(هندیه: ص٩٧ ج:١، زکریا جدید)

وفی البحر الرائق ص:٣٣٥ ج:١، ایچ ایم سعید۔

وفی قاضی خان: ۱۹/ج:۱ زکریا جدید۔

وفی التاتارخانیہ ص: ۴۵۵/ج:۱، زکریا جدید۔

فتاویٰ بزازیہ ص: ۱۴/ج:۱، زکریا جدید۔

خشک منی کو بدن سے پاک کرنے کا طریقہ

سوال (۳۶): ایک شخص کے بدن میں منی لگ گئی اور وہ خشک ہوگئی، اس نے کھرچ دیا اس کا جسم پاک ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جسم پاک ہوگیا لیکن اس زمانہ میں منی سیال ہوتی ہے اس لئے بہر حال دھونا ضروری ہے۔

"ويطهر منى يابس بفرك" (کمافی الدر المختار: ۱/۲۰۷)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) (شامی: ۵۶۵ ج:۱) اشرفیہ۔

وفی البحر الرائق ص: ۲۲۴/ج:۱، ایم ایم سعید۔

وفی الہندیہ: ۸۹/ج:۱، زکریا جدید۔

وفی البدائع الصنائع ص: ۲۴۱/ج:۱، زکریا۔

وفی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۱۶۵/ دار الکتاب دیوبند۔

سونے کی حالت میں منہ سے نکلنے والے پانی کا حکم

سوال (۳۷): ایک شخص سو رہا ہے، سونے کی حالت میں اس کے منہ سے کچھ پانی گرا وہ پانی پاک ہے یا ناپاک، اگر کپڑے کو لگ جائے تو کپڑا دھونا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

پانی پاک ہے اور کپڑے کا دھونا ضروری نہیں۔

"کماء فم النائم فانه طاهر مطلقا به يفتي" (کمافی الدر المختار: ۱/۹۳)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) (شامی ص:۲۹۰/ج:۱) اشرفیہ۔ بخلاف فم النائم فإنّه طاهر۔ (البحر الرائق ص:۲/۲۳۲/ج:۱) سعید۔ (وفی التاتارخانیہ ص:۳۴۴/ج:۱، زکریا)۔ (فتاویٰ بزازیہ ص:۱۷/ج:۱، زکریا جدید)۔ (ہندیہ: ص:۱۰۱/ج:۱، زکریا جدید)۔

بیدار ہونے پر کپڑے پر تری پائے جانے کا حکم

سوال (۳۸): سنت کے مطابق سونے اور بغیر کسی برے خیال کے باوجود رات کو احتلام بغیر کسی خواب کے ہوتا ہے، ہفتہ میں مسلسل کبھی دو دن کبھی تین دن یا صرف ایک دن ہوتا ہے۔ کسی ہفتہ میں ایک روز یا دو روز یا تین روز کے وقفہ سے ایک یا دو رات ہوتا ہے، آنکھ کھلنے پر احتلام کا پتہ اس طرح سے ہوتا ہے کہ کپڑا پر ایک سکہ برابر یا ایک سکہ سے کچھ زیادہ بھیگا رہتا ہے۔ احتلام ہوتے وقت نیند میں کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے اور بھیگے ہوئے کپڑے پر گوند سے بہت کم بالکل ہلکی چپکاہٹ ہوتی ہے۔ آنکھ کھلنے پر اعضاء تناسل میں تناؤ پوری طرح باقی رہتا ہے۔ آدمی غیر شادی شدہ ہے اور تنہا سوتا ہے۔ کیا ایسا ہونا احتلام ہے اور غسل واجب ہوتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

سونے کے بعد بیدار ہونے پر کپڑے یا بستر پر تری پائی گئی، خواہ وطی یا احتلام یاد ہو یا نہ ہو، غسل واجب ہوجاتا ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ پر غسل واجب ہے۔ (کذا فی البحر)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) البحر الرائق ص:۵۶ ر ج:۱ سعید۔

عن عائشة قالت سئل النبی صلی الله علیه وسلم عن الرجل یجد البلل ولا یذکر احتلاماً قال یغتسل وعن الرجل یری أنه قد احتلم، ولم یجد بللاً قال علیه الغسل۔ (ترمذی شریف ص:۳۱ ر ج:۱، وفی ابن ماجہ ص:۴۵ ر ج:۱، کتب خانہ رشیدیہ)

إن انتبه ورأی علی فراشه أو فخذه منیاً کان علیه الغسل یذکر الاحتلام أولم یتذکر۔ (قاضی خان ص ۳۰ ر ج:۱) زکریا جدید۔

البدائع الصنائع ص:۱۴۲ ج:۱، زکریا۔

عند رؤیة مستیقظ منیاً أو ودیًا وإن لم یتذکر الاحتلام۔ (شامی ص:۳۳۱ ر ج:۱) اشرفیہ۔

گندگی کا کیڑا پانی میں گر جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۳۹): گندگی سے ایک کیڑا پیدا ہوا لوٹے میں گر گیا، لوٹے کا پانی ناپاک ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

پانی ناپاک ہو جائے گا بشرطیکہ کیڑے کے بدن پر نجاست ہو، ورنہ ناپاک نہ ہوگا ''کدودة متولدة من نجاسة فانها طاهرة ولو خرجت من الدبر، والنقض انما هو لما علیها لا لذاتها'' (کما فی الشامی: ۱/ ۱۴۳) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص:۳۶۶ ر ج:۱) اشرفیہ

إنّ نفس دودة لیست بنجسة، ولهذا لو غسلت جازت الصلاة معها فلم یتعدمن

النجس إلا ما علیھا۔ (فتح القدیر ص:۶۴/ج:۱ دار إحیاء التراث العربی۔

وفی البدائع الصنائع ص:۲۲۳/ج:۱، زکریا۔

فتاویٰ بزازیّۃ ص:۱۶/ج:۱، زکریا جدید۔

تاتارخانیہ ص:۳۱۶/ج:۱، زکریا۔

غسل فرض کے بعد منی کے قطرہ کے نکلنے کا حکم

سوال (۴۰): ایک شخص کو احتلام ہوا بیدار ہونے کے بعد اس نے پیشاب کیا اس کے بعد سنت کے مطابق اس نے غسل کیا غسل سے فارغ ہونے کے بعد آلہ تناسل سے ایک قطرہ منی نکلا، سوال یہ ہے کہ اس پر غسل کا اعادہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

غسل کا اعادہ واجب نہیں

"ولو خرج بعد ما بال او نام أو مشی لا یجب الغسل اتفاقًا"

(کما فی الفتاویٰ الہندیہ:۱/۱۴) رشیدیۃ۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

لو خرج بقیۃ المنی بعد البول أو النوم أو المشی لا یجب الغسل اجماعاً۔

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ ص:۱۴/ج:۱۔(البحر الرائق ص:۵۵/ج:۱) سعید۔

شامی ص:۳۲۷/ج:۱۔اشرفیہ۔

تاتارخانیہ ص:۲۸۳/ج:۱، زکریا۔

مجمع الأنہر ص:۳۹/ج:۱ مکتبہ فقیہ الامت۔

زخم سے گوشت کا ٹکڑا از خود گر گیا کیا حکم ہے؟

سوال (۴۱): ایک شخص ایسے مرض میں مبتلا ہوا کہ گوشت کا اتصال ختم ہو چکا ہے اس کی ران سے گوشت کا ایک ٹکڑا از خود گر گیا اور اس سے خون نہیں بہا تو یہ ناقض وضو ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ناقض وضو نہیں۔

"والشيء تنشأ في الجرح إذا خرجت منه او لحم سقطت منه لم ينقض" (کمافی فتح القدیر: ۱/ ۵۴)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

وكذا لحم سقط منه لطهارته۔ (شامی ص: ۲۸۸ / ج: ۱) اشرفیہ۔

(۱) (فتح القدیر: ص ۴۶ / ج: ۱) دار إحیاء التراث العربی۔

البدائع الصنائع ص: ۱۲۵ / ج: ۱، زکریا۔

البحر الرائق ص: ۴۳ / ج: ۱، سعید۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۹۳ سعید۔

تنور میں پاؤں لٹکا کر سونے کا حکم

سوال (۴۲): ایک آدمی تنور پر بیٹھا اس حال میں اس نے اپنے دونوں پاؤں تنور میں لٹکا لئے پھر سو گیا، اس کا وضو ٹوٹا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

وضو ٹوٹ گیا۔

"وان نام علی راس التنور وهو جالس قد أدلی رجلیه کان حدثا لان ذلك سبب لاسترخاء المفاصل" (کمافی الخانیہ:۱/۴۳)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

(۱) قاضی کان ص:۴۴/ج:۱۔ (دارالکتاب علمیہ بیروت)۔

إن نام علی رأس التنور وهو جالس قد أدنیٰ رجلیه کان محدثا۔ (ہندیہ ص۱۳/ج:۱) زکریا۔

تاتارخانیہ ص:۲۵۶/ج:۱۔زکریا۔

البحرالرائق ص:۳۸/ج:۱ سعید۔

خلاصۃ الفتاویٰ ص:۱۹/ج:۱۔اشرفیہ۔

بزازیہ ص:۱۱/ج:۱۔زکریا جدید۔

ناپاک شہد کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال ۴۳: ایک آدمی کے پاس شہد ہے اس میں کوئی ناپاکی گرگئی جس کی وجہ سے ناپاک ہوگیا اس کو پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

شہد کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی برتن میں ڈال دیا جائے اور پانی ڈال کر اس کو تین مرتبہ پکایا جائے اور ہر بار بقدر شہد پانی ملایا جائے اس طرح شہد پاک ہو جائے گا۔

"تنجس العسل یلقی فی طنجیر ویصب علیه الماء ویغلی حتی یعود إلی مقدارہ هکذا ثلاثا فیطهر"

(کمافی الفتاوی الہندیہ:۱/۴۲)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

ولو تنجس العسل فتطهیرہ ان یصبّ فیہ ماء بقدرہ فیغلی حتی یعود إلی مکانہ۔

(شامی،ص:۵۹۷،ج:۱) اشرفیہ۔ البحرالرائق،ص:۲۳۷،ج:۱سعید۔

(۱) ہندیہ،ص:۹۷،ج:۱۔زکریا۔ فتح القدیر،ص:۱۸۴،ج:۱دار إحیاء التراث العربی۔

الفقہ الاسلامی وأدلّتہ،ص۳۳۲،ج:۱دارالفکر المعاصر۔

بکری کی مینگنی کے دودھ میں گرجانے کا حکم

سوال (۴۴): بکری کی مینگنی دودھ میں گرجائے تو وہ دودھ ناپاک ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر دودھ نکالتے وقت مینگنی گری تو دودھ ناپاک نہیں ہوگا۔ورنہ ناپاک ہوجائے گا۔

"فلو وقعت فی غیر زمان الحلب فھو کوقوعھا فی سائر الأوانی فتنجس لأن من عادتھا أن ینفر فی الاصح لان الضرورۃ انما ھی زمان الحلب لان من عادتھا أن تبعر ذلك الوقت والاحتراز عنہ عسیر ولا کذلك غیرہ" (کما فی الشامی:۱/۱۴۷)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص:۴۲۲،ج:۱)اشرفیہ۔

إذا حلب شاۃً أوضاناً فإن وقع بعرۃ فی المحلب حکی عن المتقدمین من المشائخ أنّھم توسّعوا فی ذلك إذا رمی من ساعتہ۔

قاضی خان ص:۲۰،ج:۱زکریا جدید۔

البحرالرائق ص:۲۳۱،ج:۱سعید۔ الفتاویٰ الولوالجیّۃ ص:۳۹،ج:۱زکریا۔

الکحل، خمر، اور لفظ نجس اور رجس کے معنی اور ان دونوں میں باہمی فرق کی تحقیق

سوال (۴۵): (۱) الکحل کی حقیقت کیا ہے؟

(۲) خمر (شراب) بیشک نص قطعی سے حرام ہے، لیکن کیا نجس بھی ہے؟

(۳) خمر اگر نجس ہے، تو نجاست کی دلیل کیا ہے؟

(۴) خمر وجود کحل کی وجہ سے نجس ہے یا نجاست کی کوئی اور وجہ ہے؟

(۵) الکحل مسکر ہے اور ہر مسکر حرام ہے، کیا مسکر کے لئے نجس ہونا بھی لازم ہے؟

(۶) اگر کوئی مشرک اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دے یا اس کا تھوڑا سا تھوک پانی میں مل جائے، تو کیا نجس ہو جائے گا؟

(۷) (الف) قرآن میں لفظ نجس ہے، اس کا معنی مفہوم اور مصداق کیا ہے؟ (ب) انما المشرکون نجس، کا کیا مطلب ہے؟ کس طرح کی نجاست مراد ہے؟

(۸) رجس اور نجس میں کیا فرق ہے؟

(۹) کسی شی یا کسی فعل پر اطلاق نجاست کے لئے لفظ رجس اور نجس دونوں میں سے کون زیادہ حقیقی اور واضح ہے؟

(۱۰) لفظ رجس اور لفظ نجس مشترک المعنی ہیں یا دونوں میں عام خاص کی نسبت ہے؟

(کیا ہر نجس رجس ہے؟ اور ہر رجس نجس ہے؟ یا ہر نجس رجس ہے لیکن ہر رجس نجس نہیں ہے؟ یا ہر رجس نجس ہے لیکن ہر نجس رجس نہیں ہے؟)

علمائے کرام سے نہایت ادب کے ساتھ گذارش ہے کہ تمام سوالوں کا مدلل و ملخص مگر مکمل جواب جلد از جلد تحریر کرنے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔ آپ کے حسن تعاون کا پیشگی شکریہ!

المستفتی: مولانا عبد الوحید واحد فیاضی مدیر ادارہ فکر اسلامی، بھنڈی بازار، ممبئی

الجواب: حامدًا ومصليًا

الکحل کی حقیقت وماہیت:

(۱) اسپرٹ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ تیز شراب کا جوہر اور اس کی روح ہے، اس میں سے بذریعہ علم کیمیا خاص منشی اور نشہ آور جزء علیحدہ کرلیا جاتا ہے اس کا نام الکحل ہے۔ اگر یہ انگور یا کھجور یا منقی سے بنی ہو تو بالاتفاق و بالاجماع ناپاک وحرام ہے، ایک قطرہ بھی اس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جو اسپرٹ اور الکحل، آلو، جو، گیہوں اور میوے سے بنتا ہے وہ مختلف فیہ ہے کہ بقول شیخین پاک اور بقول امام محمدؒ نجس اور ناپاک ہے۔ (شامی: ج ا ص ۲۱۳)

حاشیہ امداد الفتاویٰ میں ہے کہ اسپرٹ بہت تیز شراب گویا شراب کا جوہر ہے، بوجہ تیزی اس کو کوئی پی نہیں سکتا، اور اشد ضرورت کے وقت اس کے چند قطرے پانی میں ملا کر پیتے ہیں تو شراب کا کام دیتی ہے۔ اسپرٹ ہر چیپ دار چیز سے بنتی ہے، تو جو اسپرٹ ان تینوں چیزوں سے بنے گی وہ خمور اربعہ متفق علیہا میں سے ہوگی اور ناپاک وحرام ہوگی، ایک قطرہ بھی پینا یا کسی طرح استعمال کرنا جائز نہ ہوگا۔ الی قولہ: اسپرٹ میں سے علم کیمیا کے ذریعہ خاص منشی جزء علیحدہ نکال لیتے ہیں، اس کا نام "الکحل" ہے۔

التعليق والتخريج

واما الوجه الخامس: فهو نبيذ التمر أو نبيذ الزبيب إذا طبخ آدنى طبخ ثم اشتد، فإنه يجوز شربه دون السكر عند ابي حنيفةؒ۔ وابي يوسف الآخر، اذا أراد ستمراء الطعام، ولم يرد به اللهو وقال محمدؒ لا يجوز شربه، قليله وكثيره حرام۔ وبه نأخذ، ولو أراد أن يشربه للهو فقليله وكثيره حرام بالاتفاق۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية) ص: ۲۲۳ ج: ۱۸ زكريا، ديوبند)۔

الاول، نبيذ التمر والزبيب إن طبخ أدنى طبخة، يحل شربه وان اشتد وهذا إذا شرب منه بلا لهوٍ وطربٍ فلو شرب للهو فقليله وكثيره حرام و مالم يسكر فلم شربٍ ما لغلب على ظنه أنه مسكر فيحرم لأن السكر حرام في كل شراب۔

(حاشية ابن عابدين ص:۵۰ ج:۱، اشرفيه)

(۱) وفي الخانية، ويكره الاكتحامل بالخمر، وأن يجعل من الشعر۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية: ص:۴۱۳، ج:۱۸)۔ زكريا۔

(۲) خمر یعنی شراب حرام ہونے کے ساتھ ساتھ نجس اور ناپاک بھی ہے، جس طرح خون، پیشاب وغیرہ۔ كما هو مصرح في الهدايه: (۱) قدر الدرهم وما دونه من النجس المغلظة كالدم والبول والخمر (ج ۱ ص ۴۶ باب الانجاس) وفي البنايه شرح الهدايه (۲) (وانما كانت نجاسة هٰذه الاشياء) يعني الاشياء المذكورة كالدم والبول والخمور ونحوها مغلظة يعني موصوفة بالتغليظ (لانها) اي لان هذه الاشياء اي نجاستها تثبت بدليل مقطوع فيه بنص وارد فيه بلا معارضة نص اخر كالخمر مثلا فان نجاسته بنص القرآن لقوله رجس اي نجس ولم يعارضه نص اٰخر (بنايه ج ۱ ص ۷۳۷) وفي الشامي مع الدر المختار (قوله خمر) هٰذا ما في عامة المتون وفي القهستاني عن فتاوى الديناري قال الامام خواهر زاده الخمر تمنع الصلوة وان قلت بخلاف سائر النجاسات (شامي ج ۱ ص ۲۱۳) (۳) وفي البدائع انها نجسة العين نجاسة غليظة كالبول والغائط۔ (ج ۱ ص ۲۱۷ مطبع پاکستانی) (۴)

التعليق والتخريج

(۱) ہدایہ ج:۱ ص:۷۴، مکتبہ تھانوی دیوبند۔

(۲) البنایۃ: ج:۱ ص:۷۳۷ دارالفکر۔

(۳) الشامی: ج:۱، ص:۵۷۶۔ المکتبۃ الاشرفیۃ۔ (۴) بدائع الصنائع: ج:۴ ص:۲۷۸۔

(۵) بحرم شرب قليلها وكثيرها وهي نجسة غليظة كالبول۔ (هنديه) ج:۵ ص:۴۱۰ رشيديه پاكستان۔

دلائل نجاسات:

(۳) خمر شرعاو عقلا ہر اعتبار سے نجس ہے۔(۱) قرآن کریم میں خمر کو رجس کہا گیا ہے جس کے معنیٰ نجس کے ہیں، کما فی المائدہ ''اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ'' ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور قرعہ کے تیر تو محض گندے اور شیطانی کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تا کہ تمہارا بھلا ہو۔ وفی الاتقان (قوله وهى نجاسة مغلظة) لان الله تعالى سماها رجسا فكانت كالبول والدم المسفوح (شامی ج ۵ ص ۲۸۹، بنایہ ج ۱۱ ص ۳۹۹) وقال صاحب الجمل فى تفسير الرجس "قوله رجس" خبيث مستقذر اى يعده اصحاب القول قبيحا ينبغى التباعد عنه (حاشية الجمل ج ۱ ص ۵۲۳، تفسیر کبیر ج ۱۲ ص ۸۹۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر خمر طاہر ہوتی تو کپڑے یا بدن وغیرہ میں لگ جانے کی صورت میں دیگر پاک اشیاء کی طرح اس کے ساتھ بھی نماز درست ہوتی، والا مر لیس کذلک۔ کیوں کہ قدر درہم سے اگر زائد ہو تو نماز ہی نہیں ہوتی اور قدر درہم یا اس سے کم کی صورت میں بلا عذر اس کے ساتھ نماز پڑھنا عند الفقہاء مکروہ تحریمی ہے، اور مع العذر معاف اور نماز کامل طور سے درست ہے۔ کما ہو مذکور فی کتب الفقہ۔

(۳) تیسری عقلی وجہ یہ ہے کہ ہر سلیم الطبع انسان اور تمام ادیان و مذاہب کے لوگ بھی اس کو گندی اور ناپاک چیز سمجھ کر اس سے اجتناب اور گریز کرتے ہیں۔

التعلیق والتخریج

(۱) سورۃ المائدۃ، آیۃ: ۹۰۔

(۲) فانه سماه رجساً. والرجس ماهو محرم العين. وقد جاء ت السنة متواترة أن النبى صلى الله عليه وسلم حرم الخمر. (البنية: ص ۳۹۹/ ج: ۱۱، دار الفكر).

فانه سماه رجساً.... وعليه انعقد الاجماع ولأن قليلة يدعو الى كثيرة وهذا من

خواص الخمر۔ (ھدایہ ص ۳۹۳ ج: ۴، ماذن پبلیکیشنز محلّہ بڑے بھائیان دیوبند)۔

(۳) تفسیر کبیر: ج: ۱۲ ص: ۷۹۔ احیاء تراث۔

(۴) شامی: ج: ۱۰ ص: ۳۳۔ اشرفیہ دیوبند۔

خمر بذات خود نجس ہے:

(۴) خمر نجس لعینہ ہے، لغیرہ نہیں، کیونکہ قرآن کریم میں خمر کو رجس کہا گیا ہے اور رجس کہتے ہی ہیں اس چیز کو جو بذات خود نجس اور ناپاک ہو، نہ کہ اختلاط غیر کی وجہ سے۔ کنجاسة الخنزير، كما فى البدائع، والكلام فيه فى مواضع، احدها فى بيان ماهيته (الى قوله) والثالث ان عليه حرام غير معلول بالسكر بخلاف غير من الاشربة فانه معلول بالسكر ومن الناس من يقول غير المسكر منها ليس بحرام كغيره من الاشربة فانه معلول بالسكر لان الفساد لا يحصل الا به وهذا كفر لانه مخالف للكتاب والسنة والإجماع (بدائع ج ۷ ص ۲۱۷ کتاب الاشربۃ) (۱) ہدایہ میں ہے کہ شراب اپنی ذات کی وجہ سے حرام ہے، اس کی حرمت کا مدار نشہ پر نہیں ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ بذات خود حرام نہیں ہے بلکہ اس سے نشہ حرام ہے کفر ہے، کیونکہ یہ کتاب اللہ کا انکار ہے، کتاب اللہ نے اس کو رجس کہا ہے اور رجس اس نجاست کو کہتے ہیں، جو اپنی ذات کی وجہ سے حرام ہو، اور سنت متواترہ میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کو حرام قرار دیا ہے اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔ شراب پیشاب کی طرح نجاست غلیظہ ہے، اس کی نجاست دلائل قطعیہ سے ثابت ہے الخ (ہدایہ ج ۴ ص ۳۹۲ کتاب الاشربہ) (۲)

وفى (۳) البنايه لشرح الهدايه "والثالث ان عينها" اى عين الخمر حرام غير معلول بالسكر، ولا موقوف عليه اى على السكر، ومن الناس من يقول أن من انكر حرمة عينها وقال ان السكر

منه حرام لان به، ای بالسکر یحصل الفساد وهذا کفر لانه جحود الکتاب فانه سماه رجسا وهو وقوله سبحانه تعالیٰ. اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ والرجس ماهو محرم العین یعنی الرجس اسم للحرام النجس عینا بلا شبهة ودلیله قوله سبحانه تعالیٰ او لحم خنزیر فانه رجس، ولحمه حرام نجس عینا بلا شبهة و کذا الخمر (بنایہ ج ۱۱ ص ۳۹۹، شامی ج ۵ ص ۸۸، ۲۸۹، ہندیہ ج ۵ ص ۴۰۹،۱۰ کتاب الاشربہ) (۴)

حاصل جواب اینکہ خمر بذات خود نجس اور ناپاک ہے خواہ اس میں دوسری کوئی منشی اور نشہ آور شی مثلا الکحل وغیرہ ملائی جائے یا نہ ملائی جائے۔

التعلیق والتخریج

(۱) بدائع الصنائع ج:۵ ص: ۲۸۴ (زکریا) دیوبند۔

(۲) ہدایہ: ج:۴ ص: ۴۹۳ تھانوی دیوبند۔

(۳) البنایہ: ج:۱۱ ص: ۳۹۹ دارالفکر۔

(۴) ہندیہ ج:۵ ص: ۴۰۹ ـ ۴۱۰

شامی: ج:۱۰ ص: ۳۳ اشرفیہ۔

ہر مسکر کے لئے نجس ہونا لازم نہیں؟

(۵) مسکر کے لئے نجس اور ناپاک ہونا لازم نہیں، کما ہو مصرح فی کتب الفقہ۔

مشرک کے برتن میں ہاتھ ڈالنے یا اس کے وقوع لعاب سے پانی پاک رہتا ہے، ناپاک نہیں ہوتا ہے۔ الا یہ کہ اس کے ہاتھ یا منہ میں نجاست ہو۔

(۶) جھوٹا کی طہارت وعدم وطہارت کی بنیاد شی کی ذات ہے کہ اگر وہ شی پاک ہے تو اس کا سور اور جھوٹا بھی پاک ہوگا اور وہ شی ناپاک یا مشکوک ہے تو اس کا سور بھی ناپاک اور

مشکوک ہوگا۔ تو چونکہ مشرک بھی من حیث الانسان انسان ہے اور انسان اپنی ذات کے اعتبار سے طاہر ہے، لہٰذا جس طرح مسلمان کا لعاب اور سور پاک ہے اسی طرح مشرک کا بھی لعاب اور سور پاک ہے، لہٰذا اگر کوئی مشرک اپنا ہاتھ کسی برتن میں ڈال دے یا اس کا لعاب کسی چیز میں گر جائے اور اس کے ہاتھ یا منہ پر کسی قسم کی ناپاکی نہ ہو، تو اس کے ایقاع ید اور وقوع لعاب کی وجہ سے وہ پانی اور وہ چیز ناپاک نہیں ہوگی، بلکہ علی حالہ پاک اور طاہر رہے گی۔

کما فی الحلبی "لان السور یأخذ حکم اللعاب لاختلاط بہ ولعاب الانسان طاھر لتولدہ من لحم طاھر اذ حرمتہ لکرامتہ لا منہ لنجاستہ الی قولہ اما لو تلوث فمہ بنجاسۃ من خمر او منیتۃ او غیرھا فشرب الماء من فور فان السور یتنجس (حلبی کبیر ص ۱۶۶)(۱)

فتاویٰ تاتارخانیہ اور دیگر کتب فقہ وفتاویٰ میں بھی یہی ہے کہ نفس آدمی کا سور اور جھوٹا پاک ہے خواہ وہ طاہر ہو یا محدث، مسلمان ہو یا کافر، اسی پر امت کا اجماع بھی ہے۔ یجب ان یعلم ان الآسار اربعۃ: إما طاھر الذی لا کراھۃ فیہ فسور الأدمی، الی قولہ وعلیہ اجماع المسلمین (فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۱ ص ۲۱۷)(۲) وفی الشامی (فسؤر آدمی مطلقا) ولو جنبا او کافرا الخ لانہ علیہ الصلوۃ والسلام انزل بعض المشرکین علی ما فی الصحیحین فالمراد بقولہ انما المشرکون نجس النجاسۃ فی اعتقادھم۔ بحر (شامی ج ۱ ص ۱۴۸ مطلب فی السور)(۳) وفی المنیۃ: ولو ادخل الکفار او الصبیان ایدیھم لا یتنجس اذا لم یکن علی ایدیھم نجاسۃ حقیقۃ الخ۔ وفی الجوھرۃ النیرہ: وسور الادمی وما یوکل لحمہ طاھر۔ الی قولہ۔ اما الطاھر فسؤر الا آدمی وما یوکل لحمہ ویدخل فی الجنب والحائض والنفساء والکافر الا سؤر شارب الخمر ومن دمی فوہ اذا شربا علی فورھما فانہ نجس (ج ۱ ص ۲۵)،(۴) وہکذا فی الملتقی الابحر(۵) ص ۲۸ والخانیہ ج ۱ ص ۱۸)(۶) وفی الھدایۃ:

وسور الآدمی وما یوکل لحمہ طاھر لان المختلط بہ اللعاب وقد تولد من لحم طاھر ویدخل فی ذلك الجواب الجنب والحائض والکافر. (ج ا ص ۲۸ ہکذا فی البنایہ (۷) ج ا ص ۴۳۱، والعنایہ علی ہامش الہدایہ ج ا ص ۲۹) (۸)

التعلیق والتخریج

(۱) حلبی کبیر: ص: ۱۶۶۔ سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان۔

(۲) الفتاویٰ التاتارخانیۃ ج: ۲۱۷۔ ادارۃ القرآن کراچی۔ ج: ا ص: ۳۵۰۔ زکریا بک ڈپو دیوبند۔

(۳) شامی ج: رص: ۲۲۲۔ ایچ ایم سعید۔ کراچی۔

منیۃ المصلی: ص ۹۰۔ دار الکتاب دیوبند۔

(۴) الجوہرۃ النیرۃ: ج: ا رص: ۲۴۔ میر محمد کتب خانہ آرام باغ۔

(۵) الملتقی الابحر: ج: ا ص: ۲۸۔ مؤسسۃ الرسالۃ۔

(۶) فتاویٰ قاضی خان: ج: ا ص: ۲۵۔ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(۷) ہدایہ: ج: ا ص: ۴۵۔ ۴۴۔ تھانوی دیوبند۔

(۸) البنایہ: ج: ا ص: ۴۲۹۔ دار الفکر۔

لفظ نجس کا مفہوم ومصداق:

(۷) (الف) نجاست کی دو قسمیں ہیں: ۱- حقیقی اور ۲- معنوی اور قرآن میں جو لفظ نجس ہے وہاں قسم ثانی یعنی معنوی نجاست اور اعتقاد کی خرابی مراد ہے نہ کہ حقیقی نجاست۔

(ب) اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ کا مطلب: اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ میں نجاست سے معنوی نجاست یعنی شرک اور فساد عقیدہ مراد ہے نہ کہ ظاہری نجاست۔ کیونکہ کتب فقہ فتاویٰ میں من حیث الانسان مشرک کے عین اور اس کی ذات کو پاک قرار دیا گیا ہے۔ ھذا ھو قول الفقھاء والاقرب الی الفھم. اس کی تائید حدیث کی اکثر کتابوں مثلاً صحیحین اور ابوداؤد وغیرہ کی روایت سے ہوتی ہے: کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس قبیلہ ثقیف کا ایک

وفد آیا آپ نے اس کو مسجد میں ٹھہرایا اور وہ لوگ کافر تھے، تو معلوم ہوا کہ اگر وہ جسماً ناپاک ہوتے تو آپ ﷺ ان کو مسجد میں ٹھہراتے کیوں؟ کہ ناپاک آدمی کے لئے دخولِ مسجد جائز نہیں، کالحائض والنفساء والجنب وغیرھم کما فی تفسیر الکبیر: واختلفوا فی کون المشرك نجسا نقل صاحب الکشاف عن ابن عباس ان اعیانهم نجسة کالکلاب والخنازیر وعن الحسن من صافح مشرکا فلیتوضأ وهذا هو قول الهادی من الائمة الزیدیة اما الفقهاء فقد اتفقوا علی طهارة ابدانهم. واحتج القاضی علی طهارة ابدانهم بما روی ان النبی ﷺ شرب من اوانیهم وایضا لو کان جسمه نجسا لم یبدل ذالك بسبب الاسلام. واما جمهور الفقهاء فانهم حکوا بکون الکافر طاهرا فی جسمه. (تفسیر کبیر (۱) ج۱۶ ص ۲۴-۲۵، جمل ج ۲ ص ۲۷۴)

وفی الکرمانی. إنما المشرکون نجس. قذر لخبث باطنهم نجس هو مصدر ای ذو نجس او جعلوا کأنهم النجاسات مبالغة فی وصفهم بها قذر لخبث باطنهم ای لا لخبث ظاهرهم الخ (حاشیہ جلالین ص ۱۵۷) (۲) وفی البنایه فی بحث سؤر الکافر. فان قلت قال الله تعالی انما المشرکون نجس قلت النجاسة فی اعتقادهم لا فی ذاتهم. الی قوله. والکافر. طاهر ایضا لما ثبت فی الصحیحین ان النبی ﷺ مکن عامة ابن اثال من أن یمکث فی المسجد قبل إسلامه فلو کان نجسا لما مکنه من ذالك (بنایہ (۳) ج۱ ص ۴۳۱، ہکذا فی الشامی عن البحر ج۱ ص ۱۴۸) (۴)

وفی العنایة. والکافر. لما روی ان النبی ﷺ انزل وفد ثقیف فی المسجد وکانوا مشرکین. ولو کان عین المشرك نجسا لما فعل ذالك. ولا یعارض بقوله تعالی انما المشرکون نجس. لان المراد به الخبث فی الاعتقاد (حاشیہ ہدایہ ج۱ ص ۲۹) (۵)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب حلبی میں بھی یہی ہے کہ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ سے مراد نجاست معنوی یعنی شرک ہے، یا یہ تاویل کی جائے کہ جنابت وغیرہ سے چونکہ وہ کامل طہارت حاصل نہیں کرتے اس لئے متصف بالنجاست کی وجہ سے مبالغۃً مشرکین کو نجس قرار دیا گیا ہے، البتہ حقیقی نجاست بالاجماع مراد نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی مصلی غیر ملوث بالنجاست کافر کو اپنے موڈھے وغیرہ پر رکھ کر نماز پڑھے تو نماز جائز ہے۔ کما فی المستحاضۃ والجنب وقولہ تعالی انما المشرکون نجس، المراد انھم ذو نجاسۃ معنویۃ وھو الشرك او انھم متلبسون بالنجاسۃ لعدم تطھرہ من الجنابۃ ونحوھا فجعلھم کانھم عین النجاسات مبالغۃ فی تلبسھم بھا ولیس المراد حقیقۃ نجاسۃ ذواتھم بالاجماع حتی لو حمل کافرا غیر ملوث بالنجاسۃ وصلی بہ جازت صلوتہ کما لو حمل جنبا او حائضا الخ. (حلبی کبیر ص ۱۶۷، (۶) تفسیر کبیر ج ۴ ص ۱۸) (۷)

بیان القرآن میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ آیت بالا کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ مراد اس نجاست سے نجاست عقائد ہے نہ کہ اعیان واجسام۔ چنانچہ ابوداؤد کتاب الخراج میں وفد ثقیف کو مسجد میں ٹھہرانے کی روایت موجود ہے، اور وہ مشرک تھے، اور یہاں مقصود حکم ’’لاقربوا‘‘ کا فرمان ہے۔ انما المشرکون نجس میں نجس سے نجاست عقائد اور شرک مراد ہے نہ کہ نجاست اعیان واجسام۔

التعلیق والتخریج

(۱) تفسیر کبیر: ج:۱۶، ص: ۲۴۔ دار إحیاء التراث العربی۔

(۲) حاشیہ جلالین: ج:۱، ص: ۱۵۷۔ حاشیہ نمبر: ۱۰۔ فیصل دیوبند۔

(۳) البنایہ: ج:۱، ص: ۴۳۱۔ دار الفکر۔

(۴) شامی: ج:۱، ص: ۲۲۲۔ ایچ ایم سعید کراچی۔

(۵) علی ہامش الہدایہ: ج:۱، ص: ۴۵۔ حاشیہ نمبر: ۴ تھانوی۔

(۶) حلبی کبیر: ۱۶۶۔ ۱۶۷ سہیل اکیڈمی لاہور۔

(۷) تفسیر کبیر: ج: ۴، ص: ۱۸۔ دار إحیاء التراث العربی بیروت۔

رجس و نجس کے مابین فرق:

(۸) لفظ رجس اور نجس کے مابین فرق یہ ہے کہ رجس کا لفظ وسیع المفہوم ہے اور کثیر المعنی ہے کہ رجس کے معنی نجاست، گندی اور حرمت و لعنت کے ہیں، نیز رجس کا اطلاق گندے فعل اور گندی چیز ہر ایک پر ہوتا ہے، لیکن نجس کا اطلاق صرف نجاست اور ناپاکی پر ہوتا ہے، اور شرعاً صرف اس معین ناپاک چیز پر ہوتا ہے جو جوازِ صلوٰۃ سے مانع ہو، جیسے، شراب، پیشاب، خون وغیرہ۔ کما فی المعجم الوسیط: الرجس، القذر، والشی القذر، والفعل القبیح والحرام واللعنة. کما فی التنزیل العزیز. ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون. الخ (ص ۳۳۰)(۱)

(نجس) الشی نجسا قذر وفی عرف الشرع لحقیقة النجاسة (الناجس) القاذر. النجاسة القذارة. وفی عرف الشرع. قذر معین یمنع جنسه الصلوة کالبول والدم والخمر. (النجس) النجاسة یقال فلان نجس خبیث فاجر وهم نجس ایضًا وفی التنزیل العزیز. انما المشرکون نجس، الخ ۹۰۳)(۲)

وفی تفسیر الکبیر تحت قوله تعالٰی. انما الخمر والمیسر الی قوله رجل. والرجس فی اللغة کل ما استقذر من عمل یقال رجس الرجل رجسا اذا عمل عملا قبیحا واصله من الرجس بفتح الراء وهو شدة الصوت یقال سحاب رجاس اذا کان شدید الصوت بالرعد فکان الرجس هو العمل الذی یکون قوی الدرجة کامل الرتبة فی القبح. (۳) (ج ۱۲ ص ۸۹، ج ۱۶ ص ۲۴، ۲۵) ہٰکذا فی حاشیۃ الجمل ج ۱ ص ۵۲۳ و ج ۲ ص ۲۴۷۔

والقرطبی ج ۶ ص ۲۸۷، البنایہ ج ۱ ص ۷۳۷)(۴)

التعلیق والتخریج

(۱) المعجم الوسیط: ص: ۳۳۰۔ کتب خانہ حسینیہ دیوبند۔

(۲) المعجم الوسیط: ص: ۹۰۳۔ کتب خانہ حسینیہ دیوبند۔

(۳) البنایہ: ج:۱، ص: ۷۳۷۔ دار الفکر۔

(۴) تفسیر کبیر: ج: ۱۲، ص: ۷۹۔ دار إحیاء التراث العربی بیروت۔

لفظ نجس واضح اور حقیقی ہے:

(۹) لفظ رجس اور نجس دونوں میں سے لفظ نجس کثرت استعمال کی وجہ سے زیادہ واضح اور حقیقی ہے جیسے لفظ اسد، لیث اور غضنفر متحد المعنی ہونے کے باوجود لفظ اسد واضح ہے۔ نیز یہ کہ لفظ رجس کے معنی نجس مراد لینے میں بہت سی تاویلیں اور توجیہات کرنی ہوتی ہیں، ہر ایک اس کا معنی بآسانی نہیں سمجھ سکتا، برخلاف لفظ نجس کے معنی ناپاکی لینے میں کثرت شیوع اور اس معنی کے عوام وخواص کے درمیان معروف ومشہور ہونے کی وجہ سے کسی تاویل وتوجیہ کی حاجت نہیں، ہر ایک اس کا معنی سمجھتا ہے، اور اپنی بول چال میں بکثرت اس لفظ کا استعمال کرتا ہے۔

لفظ رجس اور نجس میں عموم خصوص کی نسبت ہے:

(۱۰) لفظ رجس اور نجس میں عموم وخصوص کی نسبت ہے کہ ہر رجس نجس تو ہوسکتا ہے لیکن ہر نجس رجس نہیں ہوسکتا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

بلاطہارت نماز درست ہونے کی تفصیل

سوال (۴۶): ایک عاجز شخص اپنی حرکت سے خود بخود اٹھ بیٹھ نہیں سکتا ہے جس کی وجہ سے وضو اور تیمم سے بھی عاجز ہے، اور نہ کوئی مستقل معاون موجود ہے، تو وہ شخص کیسے نماز پڑھے؟ باطہارت یا بلاطہارت؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

معذور بعذر سماوی کے لئے شرعا بلاطہارت نماز پڑھنا درست ہے، جیسا کہ وہ شخص جس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کٹے ہوئے ہوں اور چہرہ زخمی ہو۔ مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجهه جراحة یصلی بغیر طهارة ولا تیمم ولا یعید وهٰذا هو الاصح كذا فی الظهیریه (عالمگیری(۱) ج ۱ ص ۳۱، ہٰکذا فی نور الایضاح (۲) ص ۴۶ باب التیمم) چونکہ وضو اور تیمم سے عاجز شخص جس کے لئے کوئی معاون بھی نہیں وہ بھی معذور ہے، لہٰذا بلاطہارت نماز پڑھے گا، خلاصہ یہ کہ جس شخص کو وضو یا تیمم پر قدرت نہ ہو اور نہ کوئی معاون ہو، اس کے لئے بلاطہارت نماز پڑھنا درست ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عالمگیری ج:۱ص:۳۱۔رشیدیہ۔

(۲) نورالایضاح:۴۶۔بلال دیوبند۔

ہٰکذا فی: حاشیۃ الطحطاوی:۱۲۷۔دارالکتاب۔

الفقہ الاسلامیہ وادلتہ: ج:۱ص:۶۰۷۔دارالفکر۔

ومقطوع الیدین والرجلین الی قوله ویمسح الأشل وجهه وزراعیه بالأرض ولا یترك الصلوٰة۔ (الفقه الحنفی وادلته۔ ج:۱ص:۸۶۔ مکتبه شیخ الهند)

کتاب الصلوٰۃ

باب صفۃ الصلوٰۃ

نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال آنا

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

سوال (۴۷): نماز کے اندر اگر کتا اور بلی اور گدھے کا خیال آجائے تو نماز نہیں ٹوٹتی اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال آجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے ایسا کیوں کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال نعوذ باللہ کتا بلی اور گدھے کے خیال سے بدتر ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اصل جواب سے تعرض سے قبل چند باتیں بطور تمہید کے پیش کی جاتی ہیں ان باتوں کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اصل سوال کے جواب کو سمجھنے میں انشاء اللہ کوئی دقت نہیں ہوگی اور مسئلہ بے غبار ہو کر ذہن میں اتر جائے گا۔

خداوند قدوس نے مؤمنین کو حکم فرمایا ہے **اقیموا الصلوٰۃ** نماز قائم کرو اب نماز کس طرح قائم کی جائے اس کو بتلانے کے لئے خداوند قدوس نے حضرت جبرئیلؑ کو بھیجا حضرت جبرئیلؑ نے تمام نمازیں پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلایا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام کو نماز پڑھنا سکھلایا اور قولاً فرمایا **صلوا کما رأیتمونی اصلّی** (۱) جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں اسی طرح تم بھی پڑھا کرو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طریقہ پر ارکان ظاہری کی تعلیم دی اسی طرح ارکان باطنی کی بھی تعلیم دی یعنی خشوع وخضوع حضوری قلب **تفریغ قلب عن الدنیا وما فیہا** صرف توجہ الی اللہ وغیرہ چنانچہ عملاً کر کے دکھلایا کہ پوری پوری رات نماز کی حالت میں گذر جاتی جس معیار کی نماز ہوتی تھی اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جس کا مختصر

تذکرہ حتی تورمت قدماہ کے ساتھ حدیث پاک میں موجود ہے یعنی اتنی لمبی نماز ہوتی تھی کہ آپ کے دونوں پیر سوج جایا کرتے تھے نماز سے اتنا عشق بغیر خشوع خضوع کے حاصل ہونا ناممکن ہے معلوم ہوا کہ آپ کو اعلیٰ درجہ کا حضوری قلب حاصل تھا اور قولاً یہ فرمایا کہ ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك (۲) یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس تصور سے کرو کہ گویا تم خداوند قدوس کو دیکھ رہے ہو پس اگر یہ تصور قائم نہ ہوسکے کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو تو کم از کم یہ تصور کرو کہ خدا تم کو دیکھ رہا ہے اس تعلیم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد نمازی کے ذہن کو صرف خدا کے تصور میں مستغرق کرنا ہے اس لئے کہ نماز صرف خداوند قدوس کے لئے ادا کی جاتی ہے اس میں کسی کا بھی کوئی حق نہیں ہے دل و دماغ کو بالکلیہ دنیا و مافیہا سے فارغ کر کے اس کی حضوری میں کھڑا ہونا چاہئے یہی وجہ ہے کہ نماز کے بعض اہم ارکان مثلاً رکوع سجدہ کو صرف خداوند قدوس کے لئے خاص کر دیا گیا چنانچہ حضرات صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کرنے کی اجازت مانگی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سختی سے منع کر دیا اور فرمایا کہ سجدہ صرف اسی ذات کے لئے خاص ہے جو حی لا یموت ہو یعنی ہمیشہ زندہ رہنے والی ہو میں ان میں سے نہیں ہوں یہ روایت مشکوٰۃ شریف جلد ثانی میں موجود ہے غرضیکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قولاً و عملاً ہر طرح سے اس تصور حضوری کو سمجھایا چنانچہ بہت سے صحابہ کرام ایسے گذرے جنہوں نے حضورؐ کی قولی و عملی تعلیم پر عمل کر کے دکھلا دیا چنانچہ کتب حدیث و تواریخ اس پر شاہد ہیں کہ بعض صحابی کا تیر جو خارج نماز بدن میں لگ گیا تھا وہ نماز کی حالت میں نکالا گیا اور استغراق فی اللہ کی وجہ سے ان کو احساس تک نہیں ہوا بعض صحابی نے نماز کی حالت میں تیر کھالیا اور احساس تک نہیں ہوا اسی انداز و معیار کی نماز پڑھنے والوں کے لئے خداوند قدوس نے فلاح کی شہادت دی ہے چنانچہ ارشاد ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○ وہ مومنین کامیاب ہوگئے جو کام نکال لے گئے جو اپنی نماز میں خشوع و خضوع پیدا کرنے والے ہیں اور اس کی نظیر حضرات صحابہ کرام کے بعد زمانوں میں بھی ملتی ہے یہ تو مسلمات میں سے ہے کہ نماز سے اہم عبادت کوئی نہیں جس کی تائید احادیث کی کثیر تعداد

سے ہوتی ہے یہی وہ نماز ہے جس میں خداوند قدوس نے نہی عن الفحشاء والمنکر کی قوت رکھی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ " نماز تمام بے حیائیوں اور منکرات سے روکتی ہے چنانچہ ہزاروں واقعات اس پر شاہد ہیں کتب تفسیر میں بھی بعض واقعات ملتے ہیں کہ تکبیر اولی کے ساتھ چالیس روز تک نماز پڑھنے کی برکت سے کتنے لوگوں کی زندگی بدل گئی نیز یہ بھی مسلمات میں سے ہے کہ شیطان کا کام یہ ہے کہ ہر وہ چیز اور ہر وہ عبادت جو بندہ کو خدا سے قریب کردے اور عبد و معبود میں جوڑ پیدا کردے اس سے ہٹانے اور باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر ساری طاقت استعمال کرنے کے باوجود وہ اس عبادت سے روک نہیں سکا تو کم از کم اس میں نقص پیدا کرنے کی ضرور کوشش کرتا ہے اور اس کو مرتبہ کمال سے ہٹا کر نچلے طبقہ میں پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اور اگر فساد پیدا ہو جائے یا سہو پیش آجائے تو بہت ہی خوش ہوتا ہے اور اس کے لئے وہ مختلف تدابیر و حیلے اختیار کرتا ہے بعض تدبیروں میں یہ نمازی پھنس کر نماز ہی کو خراب کرڈالتا ہے یا سہو شک میں مبتلا ہو کر نقصان پیدا کرلیتا ہے ان تدبیروں میں بعض ایسی ہیں کہ نمازی اس کو سمجھ لیتا ہے اور اس کو زائل کرنے کی کوشش کرتا ہے مثلاً دنیا کا خیال تجارت کا خیال بیوی بال بچوں کا خیال شراب وخنزیر کا خیال پیشاب پاخانہ کا خیال وغیرہ وغیرہ یہ سب خیالات ووساوس شیطان ہی دل میں ڈالتا ہے اور ذہن کو اس میں الجھاتا ہے تاکہ نماز صحیح طور پر ادا نہ ہوسکے لیکن شیطان کی بعض تدبیریں ایسی ہیں کہ اچھے اچھے نمازی بلکہ اچھے اچھے علماء اس کو سمجھ نہیں پاتے اس لئے کہ ایسے حسین انداز میں شیطان پیش کرتا ہے کہ وہ اس کے حسن دلفریب میں پھنس کر اس کی قبح کو فراموش کرجاتا ہے اور احساس تک نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے کبھی فساد صلوٰۃ کبھی سہو کبھی شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں مثال کے طور پر کسی فقہی مسئلہ کو پیش کردیتا ہے کبھی کسی حدیث کے تعارض کو پیش کردیتا ہے کبھی کسی آیت کی تفسیر وتوضیح میں الجھا دیتا ہے کبھی دو جزئیہ کے انطباق میں پھنسا دیتا ہے کبھی تصور شیخ میں لگا دیتا ہے اور پوری نماز امام کے پیچھے ادا کرجاتے ہیں مگر بعد میں پوچھیں کہ امام نے کون کون سی سورت پڑھائی تو ایک دم سکوت

طاری ہوجاتا ہے اور اگر تنہا ہوں تو پتہ ہی نہیں چلتا کہ کتنی رکعتیں ہوئیں قعدہ کیا یا نہیں پہلی رکعت میں کون سی سورت پڑھی یہ سب نماز کو خراب کرنے یا نقصان پیدا کرنے یا مرتبہ کمال سے اتارنے کی تدبیریں ہیں جو شیطان پیش کرتا ہے اور ہم قبول کر لیتے ہیں اور کمال تو یہ ہے کہ اس حسین دھوکہ کے شکار جو علماء ہیں ان کو اگر بتلاؤ تو تسلیم کرنے کو تیار نہیں اور فوراً اجل صحابی حضرت عمر فاروقؓ کا واقعہ استدلال میں پیش کر دیں گے کہ وہ تو سامان لشکر کی تدبیر نماز میں کیا کرتے تھے ہم نے اگر دو فقہی جزئیہ میں تطبیق دے دیا یا دو حدیثوں میں تعارض کو دور کر دیا تو کیا برا کیا لیکن ان حضرات کی نظر شاید فارسی کے اس شعر پر نہیں ہے کہ: ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ بودن در نوشتن شیر و شیر

نیز ان کی نظر حضرت عمر فاروقؓ کے اس واقعہ پر نہیں ہے کہ نماز کی حالت میں تیر نکالا گیا اور احساس تک نہیں ہوا اور یہ کیفیت صرف استغراق فی اللہ سے حاصل ہوئی تھی نیز حضرت فاروقؓ اعظم کا وہ درجہ تھا کہ لشکر کی تیاری آپ کی نماز میں خلل انداز نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ بھی نماز کو کامل کرنے والیوں میں سے ہو جاتی تھی اس لئے کہ وہ تدبیر اللہ جل شانہ کے الہامات میں سے آپ کے دل میں ڈالی جاتی تھی اور جو شخص خود کسی امر کی تدبیر کی طرف متوجہ ہو خواہ وہ امر دینی ہو یا دنیاوی اس کے برخلاف ہے نیز ذاتی مراتب کو بھی ملحوظ رکھیں اور غور کریں کہ حضرت خضر کے لئے تو کشتی توڑنے اور بے گناہ بچے کے مار ڈالنے میں بڑا ثواب تھا اور دوسروں کے لئے نہایت درجہ کا گناہ ہے غرضیکہ یہ سب شیطان کی تدبیریں ہیں اس طریقہ سے وہ نماز کو خراب کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے حالانکہ یہ مسلمات میں سے ہے کہ شیطان اس انسان خصوصاً مسلمان اور نمازیوں کا دشمن ہے جب یہ ہمارا دشمن ہے تو ہمارا فریضہ ہے کہ ہم بھی اس کو اپنا دشمن سمجھیں چنانچہ ارشاد باری ہے اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا[1] شیطان تمہارا دشمن ہے لہٰذا اس کو دشمن ہی بنائے رکھو دوست نہ بناؤ۔ خداوند قدوس کے اس ارشاد کے بموجب ہمارے لئے لازم وضروری ہے کہ ہم نماز جیسی اہم عبادت میں خصوصاً اور دوسری عبادتوں میں عموماً اس کے ان تمام تدبیروں کو خاکستر کر دیں اور اس کو

خائب وخاسر منہ کالا کرکے لوٹا دیں چنانچہ شیطانی وساوس اور اس کے ہتھکنڈوں سے بچنے کی بہت سی تدبیریں ہیں ہزاروں محققین علماء نے تجویز کی ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے شیطانی ونفسانی مکر سے محفوظ رہ کر اپنی عبادت کو صحیح طور پر ادا کرسکتا ہے چنانچہ ان پر وساوس کے دور کرنے کا علاج اور نفس وشیطان کی خلل اندازی سے بچنے کی تدبیر کے تحت ایک محقق عالم لکھ رہے ہیں ملاحظہ ہو چند اقتباسات پیش ہیں۔

دوسری ہدایت عبادت میں خلل انداز چیزوں کے تفصیلی ذکر اور ان کے علاجوں کے بیان میں اس میں تین افادے ہیں۔ پہلا افادہ نفس وشیطان دونوں نماز میں خلل انداز ہوتے ہیں نفس تو اس طرح سے کہ سستی کرتا ہے اور اپنا آرام چاہتا ہے اور ارکان نماز کے ادا کرنے میں جلدی کرتا ہے تا کہ جلدی فراغت حاصل کرکے سو رہے یا آرام کرے اور اپنی محبوب چیزوں میں مشغول ہو جائے الخ اور شیطان وسوسہ ڈال کر خلل اندازی کرتا ہے اور نماز میں سستی اور اس سے بے پروائی اور اس کو چنداں کارآمد نہ جاننا اس کے بدترین وساوس سے ہیں اور یہ وسوسہ فرض کے استخفاف اور انکار کی وجہ سے بہت جلدی کفر تک پہونچا دیتا ہے اور آدمی کو کافر کر دیتا ہے۔

اور اس کا ادنیٰ وسوسہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور کی ہم کلامی اور مناجات کی لذت سے اس طرح غافل کر دیتا ہے کہ رکعتوں یا تسبیحوں کی گنتی کو اچھی طرح جاننا چاہے تو نہیں جان سکتا لہٰذا ایسا نہ ہو کہ کوئی غلطی یا سہو واقع ہو جائے یہ شیطان کا مکر ہے اور رکعتوں اور تسبیحوں اور متشابہات کا یاد دلانا تو اس کا مقصود ہے بلکہ نمازی کو اس کے اعلیٰ مرتبہ سے ادنیٰ کی طرف اتارنا مقصود ہوتا ہے یہاں تک کہ کشاں کشاں اپنے اصلی مقصود تک پہونچتا ہے اور اس مردود کا اصلی مقصد یہی انکار اور کفر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کا وہ مقصد پورا نہ ہو تو لاچار ہو کر بمقتضائے اذا فاتك اللحم فاشرب المرقه یعنی جب گوشت ہاتھ سے جاتا رہا تو شوربا ہی سہی وہی پی لو۔ آہستہ آہستہ گاؤ خر بزبان تسبیح ودر دل گاؤ خر یعنی زبان پر تسبیح ہوتی ہے اور دل میں گاؤ خر کا خیال مرکوز ہو جاتا ہے۔

ان چند معروضات کے بعد اب اصل سوال کے بارے میں عرض ہے کہ:

(۱) جو عبارت اس میں پیش کی گئی ہے اس کا ماخذ کیا ہے کس نے کس کتاب میں یہ بات لکھی ہے اس کے مصنف کا نام عبارت کی تفصیل بقید صفحہ و مطبع پیش کر سکتے ہیں؟

(۲) صراط مستقیم جو حضرت مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ کی تصنیف ہے جو اصل فارسی میں ہے لیکن عام طور پر کتبخانوں میں اس کا ترجمہ اردو میں ملتا ہے اس کا بھی نام صراط مستقیم ہے کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی دیو بند سے چھپی ہے اس میں ص ۹۷ پر ایک عبارت ہے اس میں تحریف کر کے توڑ مروڑ کر بعض حضرات پیش کرتے ہیں جس سے مقصود حضرت شہید علیہ الرحمۃ کی ذات کو بدنام کرنا ہے لیکن جو اصل بات ہے وہ درج ذیل ہے غور کر کے ہر ذی فہم وسلیم الطبع خود فیصلہ کرسکتا ہے کہ اس عبارت سے مصنف کیا بتلانا چاہتے ہیں اصل عبارت یہ ہے۔ اور جو شخص خود کسی امر کی تدبیر کی طرف متوجہ ہو خواہ وہ امر دینی ہو یا دنیاوی بالکل اس کے برخلاف ہے اور جس پر یہ مقام کھل جاتا ہے وہ جانتا ہے ہاں بمقتضائے ظلمات بعضہا فوق بعض یعنی اندھیرے میں جو درجے ہیں بعض سے بعض اوپر ہیں زمانہ کے وسوسے سے اپنی بی بی کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لا دینا بلی اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں جم جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے نہ تو اس قدر تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔

اس عبارت پر غائرنہ نظر ڈالیں اس کے بعد آپ خود فیصلہ کریں کہ مصنفؒ کیا کہنا چاہتے ہیں (۱) مصنفؒ صرف اپنی ہمت لادینے کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ وہ برا ہے یہ نہیں فرمایا کہ کتا بلی اور گدھے کا خیال آجائے تو نماز نہیں ٹوٹتی اور اگر حضور ﷺ کا خیال آجائے تو نماز ٹوٹ جائے گی یہ محرفین کی طرف سے عبارت اختراع کی گئی ہے اور حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کی طرف اس کو منسوب کر دیا ہے۔

(۲) آپ صراط مستقیم منگالیں اور ص ۹۵ سے لے کر ۹۸ تک مکمل غور سے مطالعہ کریں انشاءاللہ غلط فہمی دور ہو جائے گی۔

(۳) حضرت مصنفؒ ہمت کے لگا دینے کو برا کہہ رہے ہیں جس میں اختیار کو دخل ہوتا ہے یعنی بالقصد و بالاختیار خیال کو دوسری طرف لگا دینا اور خدا کی طرف سے ہٹا لینا یہ برا ہے اور اگر بلا اختیار اور بلا قصد خیال خدا کی طرف سے ہٹ کر دوسری چیز میں لگ جائے تو اس کے بارے میں حضرت مصنفؒ ساکت ہیں۔ کچھ نہیں فرما رہے ہیں لیکن ایسے موقع پر نمازی کو چاہئے کہ فوراً خیال کو بدلے اور خدا کی طرف لگا دے جس کے ہم سب مامور ہیں۔

(۴) نیز غیر اللہ میں دل و دماغ کو مشغول کرنے کو برا کہنے کی وجہ بھی بیان کر دی ہے نیز گائے بیل اور حضور ﷺ اور دیگر مشائخ میں وجہ فرق کو بھی بیان کر دیا ہے کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور گدھے اور بیل کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بہر حال ہر مسلمان کے دل میں حضور ﷺ کی جتنی محبت ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ جب ان کی یاد آئے تو بس اسی میں غرق ہو کر اس شعر کا مصداق بن جائے۔

جب ان کی یاد آئی تو آتی چلی گئی   ہر نقش ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

بہر حال ایک محسن محبوب کے ساتھ جو ہمارا تعلق ہوتا ہے اس پر قیاس کر کے اس کو سمجھ سکتے ہیں بایں وجہ اس امر کو نماز میں منع کیا گیا یہی حال تصور شیخ کا ہے یعنی شیخ کی طرف خیال کو لگانے کو بھی برا فرمایا کسی صورت کو ذہن میں جمانے اور حاصل کرنے کو تصور کہتے ہیں خواہ وہ صورت جاندار کی ہو یا غیر جاندار کی جس کی تفصیل حضرت مدنی قدس سرہ کے مکتوبات ج ۴ ص ۸۳ میں موجود ہے اس عمل و شغل سے بہتوں کو نفع ہوتا ہے یعنی بعض اکابرین متأخرین نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے چنانچہ حضرت مدنی قدس سرہ فرماتے ہیں یہ طریقہ تصور شیخ اسلاف کرام سے جاری ہے اور مثمر نتائج قویہ چلا آتا ہے مگر بعد کے لوگوں نے افراط و غلو سے کام لیا اور ایسی ایسی چیزیں ملانی شروع کر دیں جو ضرر دینے والی اور صراط

مستقیم سے دور کرنے والی ہے اسی طرح فتاویٰ رشیدیہ اور حضرت نانوتویؒ کے مکاتیب میں بھی محظورات اور ممنوعات کی تفصیل موجود ہے اسی واسطے امام غزالی وغیرہ محققین نے عوام واغنیاء کے لئے ایسے اشغال کی تعلیم سے منع فرمایا ہے تفصیل کے لئے شریعت وطریقت کا تلازم مصنفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ کا مطالعہ کریں ص ۱۷۸ سے ۱۹۱ تک یہی مضمون ہے غرضیکہ اس تصور سے اس وجہ سے منع کیا گیا ہے کہ نماز جیسی اہم عبادت میں شیخ کی طرف ذہن وخیال کے لگانے کو عوام باعث خیر وبرکت سمجھتی ہے جس کی وجہ سے ان تعبد الله کانك تراه الحدیث پر عمل نہیں ہو پاتا۔ بات اگرچہ طویل ہوگئی لیکن امید ہے کہ اس سے انشاء اللہ غبار خاطر کافور ہو جائے گا اور ذہن صاف ہو جائے گا۔ والله الموافق

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) حدثنا مالك بن الحویرث عن النبی صلی الله علیه وسلم صلوا کما رایتمونی أصلی۔ (سنن الدار قطنی: ج:۱ص:۲۸۰_ دار الایمان سہارنپور)۔

(۲) ان تعبد الله کانك تراه۔

بخاری شریف: حدیث جبرائیل: ج:۱ص:۱۲۔ یاسر ندیم دیوبند۔

مسلم شریف: حدیث جبرائیل: ج:۱ص:۲۷۔ یاسر ندیم دیوبند۔

مشکوٰۃ شریف: حدیث جبرائیل: ص:۱۲۔ مکتبہ ملت دیوبند۔

نماز میں ضرورت سے زیادہ آواز بلند کرنا

سوال (۴۸): نماز میں حلق پھاڑ کر (چلا کر) قرات کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

قرأت میں ضرورت سے زائد آواز بلند کرنا یہ بھی خشوع وخضوع کے خلاف ہے جیسا کہ

علامہ شامی نے تصریح کی ہے۔ رد المحتار ج ا ص ۴۳۱ مطلب الخشوع (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) رد المحتار: قلت: واختلاف فی أنّ الخشوع من أفعال القلب کالخوف، أومن أفعال الجوارح کالسکون، أو مجموعهما. قال فی الحلیة: والأشبه الأول، وقد حکی إجماع العارفين عليه وأن من لوازمه، ظهور الذل، غض الطرف وخفض الصوت، وسكون الأطراف. (شامی ص:۴۹۱/ج:۲) اشرفیہ۔

والخشوع تارة يكون من فعل القلب كالخشية، وتارة من فعل البدن كالسكون.

(فتح الباری ج:۲، ص:۲۶۶. دار الفكر.

القرطبی: ج:۱۲، ص:۱۰۴، دار إحياء التراث العربی.

نماز میں جھومنا یا جھومنے کی کیفیت پیدا ہو جانا

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں علماء دین کہ:

سوال (۴۹): نماز کی حالت میں جھومنا یا دونوں پیروں کو اتنی جلدی جلدی بدلنا جس سے جھومنے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہو مفسد نماز ہے؟ ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے؟ میں نے کہیں دیکھا تھا کہ نماز میں جھومنا یا پیروں کو اس قدر جلدی جلدی بدلنا جس سے جھومنے کی سی حالت پیدا ہو جائے مفسد نماز ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

مفسد نماز نہیں البتہ خشوع وخضوع کے خلاف ہے قلت واختلف فی ان الخشوع من أفعال القلب كالخوف اومن افعال الجوارح كالسكون او مجموعهما قال فی الحلية والاشبه الاول وقد حكى اجماع العارفين عليه وان من

لوازمہ ظہور الذل وغض الطرف وخفض الصوت وسکون الاطراف ج ا ص ۴۳۱ ردالمحتار(۱) اور بعض فقہا کے قول کے مطابق مکروہ ہے کما فی منیۃ المصلی کراھۃ التمایل یمینا ویسارا محمول عن التمایل علی سبیل التعاقب من غیر خلل سکون الخ طحطاوی علی المراقی ص ۱۴۳ (۲) امام مذکور کے پیچھے نماز جائز ہے البتہ مسئلہ کی نوعیت ضرور بتلا دیں امداد الفتاویٰ ج ا ص ۳۱۵ فتاویٰ دارالعلوم ج ۴ ص ۱۹۹

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ردالمحتار ج:ا ص:۴۳۱ نعمانیہ۔ (۲) طحطاوی علی المراقی ۲۶۲۔ دارالکتاب العلمیہ بیروت

قضا نماز بنیتِ ادا پڑھ لی

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

سوال ۴: اگر کسی شخص نے قضا نماز بنیت ادا پڑھ لی تو نماز ہو گی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نماز ہو جائے گی ویستعمل احدھما مکان الاخر مجازا حتی یجوز الاداء بنیۃ القضاء وبالعکس الخ یجوز القضاء بنیۃ الاداء بان یقول نویت ان اودی ظہر الامس الخ نورالانوار ص ۳۳ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

الدر المختار مع رد المحتار، باب شروط الصلاۃ: ص: ۴۲۲، ج: ۷۔ سعید۔

عزم علی الظهر وجرئ علی لسانه العصر یجزیه کذا فی شرح مقدمة ابی لیث۔

(فتاویٰ عالمگیر ص:۶۶ر ج:۷۔ مکتبة رشیدیة)

هکذا فی: فتاویٰ محمودیة ص:۲۰۲ ج:۷۔ مکتبة شیخ الاسلام۔

(۱) نور الانوار: ص ۳۷۔

عورتوں کا سفید لباس پہن کر نماز ادا کرنا

سوال (۵۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ سفید لباس پہن کر عورتوں کا نماز ادا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بحوالہ کتب شرعیہ جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور عندالناس مشکور ہوں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

وعن سمرة أن النبیﷺ قال ألبسوا الثياب البيض فانها أطهر وأطيب و كفنوا فيها موتاكم رواه احمد والترمذی والنسائی وابن ماجه كذا فی المشكوة ج ۲ ص ۳۷۴ (۱) اس روایت میں سفید لباس زیب تن کرنے کا حکم ہے اور اس کی تعریف فرمائی ہے عورتوں کا استثناء نہیں فرمایا ہے بلکہ ایک دوسری روایت میں عبادت کے لئے سفید لباس کو سب سے بہتر قرار دیا ہے کہ سفید لباس پہن کر عبادت کرنا چاہئے اور اس میں بھی عورتوں کا استثناء نہیں ہے وعن ابی الدرداء قال قال رسول الله ﷺ ان احسن ما زرتم الله فی قبوركم ومساجدكم البياض رواه ابن ماجه كذا فی المشكوٰة ج ۲ ص ۳۷۷ (۲) اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا سفید لباس پہن کر نماز پڑھنا جائز ہی نہیں بلکہ احسن ہے ہاں اس کا خیال رہے کہ باریک نہ ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

وعن سجدة النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: البسوا الثیاب البیض فانھا اطھر واطیب و کفنوا فیھا مواتا کم۔

ترمذی شریف ج:۱رص:۱۹۳۔مکتبہ بلال دیوبند۔

(۱) مشکوٰۃ شریف:ج:۲رص:۳۷۴۔مکتبہ ملت دیوبند۔

سنن ابن ماجہ:ج:۲رص:۲۵۵۔مکتبہ ملت دیوبند۔

نسائی شریف:ج:۲رص:۲۶۳۔کتب خانہ رشیدیہ دیوبند۔

مسند احمد:ج:۲رص:۱۱۸۔دارالکتب العلمیہ۔

(۲)عن أبی الدرداء قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احسن ما زرتم اللہ فی قبورکم ومساجدکم البیاض۔

مشکوٰۃ شریف:ج:۲رص:۳۷۷۔ملت دیوبند۔

سنن ابن ماجہ:ج:۲رص:۲۵۵۔مکتبہ ملت دیوبند۔

عصر کی ایک رکعت بعد غروب ادا کی نماز ہوئی یا نہیں؟

سوال (۵۲): نماز عصر ایک رکعت یا دو رکعت بعد غروب ادا کیا تو واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

واجب الاعادہ نہیں ہے نماز ہوگئی لا تجوز الصلوٰة عند طلوع الشمس ولا عند قیامھا فی الظھیرة ولا عند غروبھا إلی أن قال إلا عصر یومہ عند الغروب الخ (ہدایہ ج۱ ص۶۸)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) عبارة الهداية: ۱/ ۸۴ ۔مکتبہ تھانوی

عن أبي هريرة رضى الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من أدرك ركعة من العصر قبل أن تغرب فقد أدرك۔ (رواه ابوداؤد ج: ۱/ص: ۹۵۔ والنسائی: ۱/ ۶۰)

ومنع عن الصلاة وسجدة التلاوة وصلاة الجنازة عند الطلوع والا ستواء والغروب إلا عصر يومه۔ (کنز الدقائق مع البحر الرائق ۱/ ۲۴۹۔سعید)۔

ويصح أداء ما وجب فيها أي الأوقات الثلاثة لكن مع الكراهة في ظاهر الرواية لجنازة حضرت و سجدة تلاوة آية تليت فيها كما صح عصر اليوم بأدائه عند الغروب لبقاء سببه۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۱۸۷) دار الکتاب۔

وفي الحديث دليل على من صلى ركعة من العصر ثم خرج الوقت قبل سلامه لا تبطل صلاته بل يتمها وهذا بالإجماع۔ (بذل المجہود: ۳/ ۴۷ مرکز الشیخ)

مستورات کے لئے سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت

سوال (۵۳): مستورات کو نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت حدیث سے عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

عورت پردہ کی چیز ہے اسی وجہ سے اس کو ہر ہر قول وفعل میں تستر کا حکم ہے آواز کا بلند کرنا بازیب کی جھنکار و دیگر زیورات کی آواز کا دوسروں کو سنانا جائز نہیں یہاں تک کہ نماز جیسی اہم عبادت کو پردہ در پردہ ادا کرنے کو افضل قرار دیا ہے چنانچہ طبرانی کی روایت ہے ام حمید الساعدیہ ؓ حضور پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یارسول اللہؐ میں آپ کے ساتھ نماز ادا کرنا چاہتی ہوں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری نماز کوٹھری میں حجرہ سے افضل ہے اور حجرہ میں ادا کرنا گھر میں ادا کرنے سے افضل ہے اور گھر میں ادا کرنا اپنی قوم کی مسجد

میں ادا کرنے سے بہتر ہے اور قوم کی مسجد میں ادا کرنا مسجد جماعت میں ادا کرنے سے بہتر ہے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۶۱) (۱)

اسی طرح حضرت ام سلمہؓ کی ایک روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کی مسجدوں میں سب سے بہتر ان کے گھر کا کونہ ہے وعن ام سلمةؓ ان رسول اللہ ﷺ قال خیر مساجد النساء قعر بیوتھن (رواہ احمد نیل الاوطار للشوکانی ج ۳ ص ۱۶۱) (۲)

غرضیکہ جہاں تک ہوسکے پردہ کا اہتمام کیا جائے اور کسی گوشہ میں نماز ادا کی جائے انہیں روایات کے تحت تستر کو بنیاد بنا کر حضرات فقہاء عورتوں کے لئے یہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ مونڈھے تک اٹھائے اس کے بعد ہاتھ سینہ پر باندھے سجدہ پست کرے کلائیوں کو بدن سے چپکائے قعدہ میں پاؤں پہ نہ بیٹھے وغیرہ صورت مسئولہ میں مذکورہ بالا دونوں روایتوں کو استشہاد میں پیش کرسکتے ہیں۔ (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن حمید الساعدیة أنها جاءت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ إنی احب الصلاة معك فقال فقد علمت وصلاتك فی بیتك خیر لك من صلاتك فی حجرتك وصلاتك فی حجرتك خیر لك من صلاتك فی دارك، وصلاتك فی دار خیر لك من صلاتك فی مسجد قومك، وصلاتك فی مسجد قومك خیر لك من صلاتك فی مسجد الجماعة۔ قال لحافظ واسناده حسن۔ (نیل الأوطار: ۳/ ۱۴۸) شرکة القدس۔

(۲) عن أم سلمةؓ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال خیر مساجد النساء قعر بیوتهن۔ (رواہ احمد) (نیل الأوطار: ۳/ ۱۴۷) شرکة القدس۔

(۳) المراة تضعهما علی ثدییها، والمرأة لا تجافی رکوعها وسجودها وتقعد علی

رجلیها وفی السجدة تفترش بطنها علی فخذ بها۔ (کذا فی الخلاصة و الأمة کالحرة الافی رفع الیدین عند الاحرام فهی کالرجل۔ (الفتاویٰ الہندیہ:۱ر۳۳۔۱۳۰) زکریا۔

قعدۂ اخیرہ میں بھول کر کھڑا ہوگیا لوٹنے پر جدید تشہد ضروری ہے یا نہیں؟

سوال (۵۴): اگر فرض نماز کی قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر کھڑا ہوگیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے عود کرلیا تو سجدہ سہو کے لئے جدید تشہد پڑھے یا پہلا تشہد کافی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

جدید تشہد پڑھنے کی ضرورت نہیں بیٹھتے ہی فوراً سلام پھیر کر سجدہ سہو کرلے اس کے بعد التحیات درود شریف وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔

وإن قعد فی الرابعة مثلا قدر التشهد ثم قام عادوسلم الخ (تنویر الابصار مع الدر المختار ج۱ ص ۵۰۲) قوله عاد وسلم ای عاد للجلوس لما مر ان مادون الرکعة محل للرفض وفیه اشارة الی انه لا یعید التشهد وبه صرح فی البحر الخ (رد المحتار ج۱ ص ۵۰۲) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص:۶۶۷ ج:۲) اشرفیہ۔

وإن قعد الجلوس الأخیر قدر التشهد ثمّ قام ولو عمداً وقرأ و رکع عاد للجلوس لأنّ مادون الرکعة محل الرفض وسلّم فلو سلّم قائماً صحّ وترك السنّة لأنّ

السنّة التسليم جالساً من غير إعادة التشهد لعدم بطلانه بالقيام. (حاشية الطحطاوی علی المراقی: ۲۷۰) دار الکتاب۔

و کذا فی البحر الرائق: ۱۰۴ ج:۲۔ ایچ ایم سعید کمپنی۔

ثم إذا عاد لا يعيد التشهد۔ (هامش تبيين الحقائق: ص۱۹۷ ج:۱) مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان۔

انقطاع سورت کامسئلہ

سوال (۵۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگرکسی نے پہلی رکعت میں الٓمّٓ پہلا پارہ شروع کیا تو دوسری رکعت میں کہاں سے پڑھے، دوسری رکعت میں دوسری سورۃ پڑھنے سے نماز میں خلل واقع ہوگی؟ اورکیا ترتیب گڑبڑ ہوجائے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

پہلی رکعت میں الٓمّٓ پڑھنے کے بعد دوسری رکعت میں جون سی چاہے سورۃ پڑھے اختیار ہے الٓمّٓ کے بعدوالی کسی بھی سورۃ کے پڑھنے سے نماز میں کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی اور نہ ترتیب گڑبڑ ہوگی۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) لا بأس أن يقرأ في الأولى من محل وفي الثانية من آخر ولو من سورة ان كان بينهما آيتان فأكثر۔ ويكره الفصل بسورة قصيرة وان يقرأ منكوساً۔ (الدر المختار مع الشامی ج:۱ص:۵۴۶ کراچی)

و کذا لو قرأ في الأولى من وسط سورة أو من سورة أولها۔ ثم قرأ في الثانية من

وسط سورة آخرى أو من أولها أو سورة قصيرة۔ الأصح انه لا يكره۔ (رد المحتار) ج:۱ ص:۵۴۶ کراچی۔

ولو قرأ في الركعة الأولى من آخر سورة وفي الثانية من وسط سورة أو سورة قصيرة كما لو قرأ "امن الرسول" في ركعة "وقل هو الله احد" في ركعة۔ لا يكره"۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية: ج:۲، ص:۶۶) زکریا

ولو قرأ بعض السورة في ركعة والبعض في ركعة۔ قيل: يكره وقيل: لا يكره۔ وهو الصحيح۔ (الفتاوىٰ الهندية): ج:۱ ص:۱۳۶۔ زکریا۔

اوابین کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے؟

سوال (۵٦): نماز اوابین کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے مفصل طور پر بالدلیل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صلوٰۃ اوابین کا وقت مابین العشائین ہے ویسے اوابین کی فضیلت کی جو روایتیں ہیں ان سے مغرب کی سنت کے بعد متصلاً ہی اس کا وقت معلوم ہوتا ہے بہر حال افضل تو یہی ہے کہ متصلاً ہی پڑھے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) يستحبّ التنفّل بين المغرب والعشاء الخ۔ (۱۰۶۹/۲ الفقه الاسلامي وأدلّته) ج:۲ ص:۱۰۶۰ دار الفکر المعاصر۔

وإن تطوّع بعد المغرب ست ركعات فهو أفضل۔ (۳۸۵ حلبی کبیر) لاہور۔

عن ابن عمر قال: قال رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم۔ من صلّى ست ركعات

بعد المغرب قبل أن يتكلم غفرله ذنوب خمسين سنةً۔ (ابن ماجہ ۲/۶۱۳) مراقی الفلاح: ۳۹۱) دارالکتاب۔

وهكذا عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم من صلى بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم بينهن بسوءٍ عدلن له بعبادة اثنتي عشرة سنة۔ (ترمذی شریف: ۱/۹۸) باب ماجاء فی فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب۔

نمازی کے آگے کتنے فاصلہ سے گذر سکتے ہیں؟

سوال (۵۷): کسی نمازی کے سامنے سے گذرنے کے لئے شریعت میں سخت وعید فرمائی گئی ہے آپ سے اس سلسلے میں یہ معلوم کرنا ہے کہ نمازی کی کچھ حد شریعت میں متعین ہے یا نہیں کم ازکم نمازی کا سامنا کتنا تسلیم کیا گیا ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر مسجد صغیر ہو یعنی مختار قول کے مطابق چالیس ذراع سے کم ہو تو مصلی کے آگے چاہے جہاں سے بھی گذریں خواہ قریب ہو یا بعید گناہ ہوگا اور گذرنا جائز نہیں اور اگر مسجد کبیر ہو یعنی چالیس ذراع ہو تو پھر اصح قول کے مطابق صرف سجدہ گاہ سے گذرنا ناجائز ہے اور سجدہ گاہ سے ایک دو وصف آگے سے گذرنا جائز ہے (کذافی مجمع الانہر ج ۱ ص ۱۲۱) (۱)

فاعلم ان الصلوة ان كانت في المسجد الصغير هو اقل من ستين ذراعا وقيل من اربعين (وهو المختار كذا في الشامي ج ۱ ص ۴۲۶) فالمرور امام المصلي حيث كان في حكم موضع سجوده ان كانت في المسجد الكبير او في الصحراء فعند بعض المشائخ ان مرفي موضع السجود يأثم وألا فلا الخ وهو الاصح كذا في الدر المختار ج ۱ ص ۴۲۶ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) مجمع الأنہر: ص: ۱۸۳/ج: ۱/فقیہ الأمت۔

(۲) ومروره بين يديه إلى حائط القبلة فى بيت و مسجدٍ صغيرٍ فإنه كبقعة واحدة مطلقاً۔ وتحته فى الشامية بخلاف المسجد الكبير فإنه لو جعل كذلك لزم الحرج على المادة فاقتصر على موضع السجود۔ (شامی ص: ۶۳۴/۲) کراچی)

والمستحب لمن يصلى فى الصحراء أن ينصب بين يديه عوداً ويضع شيئًا أدناه طول ذراعٍ۔ (بدائع الصنائع: ۵۱۰/۲ زکریا)

عن أبى هريرة رضى الله عنه قال قال النبى صلى الله عليه وسلم إذا صلى أحدكم فى الصحراء فليتخذ بين يديه سترة۔ (رواه ابن ماجه، باب ما يستر المصلى، رقم الحديث: ۹۴۳)

البحر الرائق ص: ۱۴/ج: ۲ سعید۔

النہر الفائق ص: ۲۷۴/ج: ۱ زکریا۔

تبیین الحقائق ص: ۱۶۰/ج: ۱، امدادیۃ۔

فجر کی سنت کی قضا کا حکم؟

سوال (۵۸): فجر کی سنت اگر اس وجہ سے چھوٹ جائے کہ امام آخری رکعت میں تھا اس لئے فرض کی جماعت میں شریک ہونا پڑا اب فجر کی سنت جماعت کے بعد ادا کی جاسکتی ہے یا سورج نکلنے کے بعد حدیث پاک اس سلسلہ میں کیا رہنمائی کرتی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر صرف سنت باقی رہ جائے اور فرض جماعت کے ساتھ ادا کر چکے ہوں تو صرف سنت کی قضا نہیں ہے نہ طلوع شمس سے پہلے نہ طلوع شمس کے بعد ویسے اگر چاہیں تو بنیت نفل طلوع شمس کے بعد ادا کر سکتے ہیں اس لئے کہ اس کی حیثیت اب نفل کی ہوگئی ہے اور طلوع شمس

سے قبل نفل مکروہ ہے (کذا فی الشامی ج۱ص ۴۸۲)

ولا یقضیها الا بطریق التبعیة لقضاء فرضها قبل الزوال لا بعده الخ قوله لا یقضیها إلا بطریق التبعیة الخ أی لا یقضی سنة الفجر إلا إذا فاتت مع الفجر فیقضیها تبعًا لقضائه لو قبل الزوال وأما إذا فاتت وحدها فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراهة النفل بعد الصبح واما بعد طلوع الشمس فکذالك عندهما وقال محمد احب الیّ ان یقضیها الی الزوال کما فی الدرر قیل هذا قریب من الاتفاق لان قوله احب الی دلیل علی انه لو لم یفعل فلا لوم علیه وقال لا یقضی وان قضی فلا بأس به کذا فی الخبازیه.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی: ص:۵۳۰ ج:۲۔ کراچی۔

ولا تقضی سنة الفجر إلا إذا فاتت مع فرضه فتقضی تبعاً للفرضه کما فی غداة لیلة التعریس۔ (البحر الرائق ص:۴۷ ج:۲۔ سعید)

ولم تقض سنة الفجر إلا تبعاً لقضاء فرضه لأن الأصل فی السنة عدم القضاء لاختصامه بالواجب ومن ثم قال فی البنایة الا صح أنها لاتقضی إلا تبعاً۔ (النهر الفائق: ص:۳۱۱ ج:۱، زکریا)

تبیین الحقائق ص:۱۸۳ ج:۱، امدادیہ۔

ہدایۃ: ص:۱۵۳ ج:۱، تھانوی۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص:۴۵۲ دار الکتاب۔

نماز، روزہ کا فدیہ ادا کرنا افضل ہے یا حج بدل کرانا

سوال (۵۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کے ماں باپ روزہ نماز کے پابند نہ تھے لا پرواہی سے نماز نہ پڑھتے تھے اللہ جل شانہ نے زید کو مالی وسعت بخشی ہے ان کا ارادہ ہے کہ وہ اپنے والدین کی طرف سے امسال حج کرادیں، حالانکہ ان کے والدین پر حج فرض نہ تھا سوال یہ ہے کہ زید کے لئے والدین کے نماز، روزہ کا فدیہ ادا کرنا والدین کے لئے زیادہ مفید ہوگا یا حج کرنے میں زیادہ ثواب ہوگا۔

بینوا وتوجروا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

قاعدہ عقلیہ بھی ہے اور شرعیہ بھی کہ جلب منفعت پر دفع مضرت مقدم ہے اور ظاہر ہے کہ ترک فرائض علی الخصوص ترک صلوٰۃ پر بے حد تشدید وعید بالعذاب وارد ہے اور قدر مشترک متواتر المعنی ہے لہٰذا اداء فدیہ کے ذریعہ انقاذ من العذاب والدین کے حق میں ازبس مفید وراجح ہے۔

ناکارہ نے اپنی بضاعت کے مطابق کتب فقہ کا کافی تتبع کیا اس کے باوجود کوئی جزئیہ صراحتاً نہیں مل سکا البتہ فقہ کی مجموعی عبارات سے فدیہ ہی کا ادا کرنا بچند وجوہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

(۱) فدیہ ادا کرنے کے بعد مطالبہ میت سے ساقط ہو جاتا ہے البتہ تاخیر کا گناہ باقی رہتا ہے بخلاف حج کے کہ اسے سقوط مطالبہ کی تصریح نہیں ملتی وان لم یوص وتبرع وصیہ بہ جاز الخ (درمختار مع تنویر الابصار ج ۲ ص ۱۶۱)

وقال العلامة الشامی هذا القول اقول لا مانع من قول المراد به سقوط المطالبة عن الميت بالصوم فی الاخرة وان بقی علیه اثم التاخير كما لو كان عليه دين عبد وما طلبه احد حتى مات فاوفاه عنه وصيه او غيره الخ (شامی ج ۲ ص ۱۶۱)

(۲) فدیہ کا ادا کرنا نفع للفقراء بھی ہے بخلاف حج کے کہ وہ فقراء کے لئے نفع بخش نہیں ہے۔

(۳) صلوٰۃ وصوم متروکہ میں فقہاء کرام فدیہ کو ذکر کرتے ہیں لیکن حج کا ذکر باوجود تتبع کثیر کے کہیں نہیں مل سکا چنانچہ صاحب درمختار لکھتے ہیں **واما من افطر عمدًا فوجوبها عليه بالاول (اى الوصية باعطاء الفدية)** بلکہ وصیت کی صورت میں فدیہ ہی کو لازم قرار دیتے ہیں اور وصیت نہ کرنے کی صورت میں فدیہ کو جائز قرار دیتے ہیں **وفدى لزومًا عنه اى عن الميت وليه الذى يتصرف فى ماله كالفطرة قدرا الخ وفى الشامى اى يلزم الولى الفداء عنه من الثلث اذا اوصى والا فلا يلزم بل يجوز الخ** (درمختار ج ۲ ص ۱۶۱) (۱)

(۴) فدیہ ادا کرنے کی صورت میں حقوق العباد کی ادائیگی ہے اور حج کرنے کی صورت میں حقوق اللہ کی ادائیگی ہے اور حقوق العباد مقدم ہے حقوق اللہ پر۔

(۵) فدیہ بہر حال من جانب میت ہوتا ہے اگر وصیت کی ہو تو لزومًا ورنہ جوازًا چونکہ ورثاء کا دینا گویا کہ میت ہی کا دینا ہے بخلاف حج کے کہ وہ من جانب میت نہیں ہوتا بلکہ اس کا صرف ثواب ہوتا ہے جیسا کہ علامہ شامی نے تصریح کی ہے **واما الحج فمقتضى ما سيأتى فى كتاب الحج عن الفتح انه يقع عن الفاعل وللميت الثواب فقط واما الكفارة فقد مرت متنًا** (ج ۲ ص ۱۶۳) (۲)

(۶) قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ صوم وصلوٰۃ کا فدیہ ہی ادا کیا جائے چونکہ حج فرض کے بارے میں تمام فقہاء لکھتے ہیں کہ وہ حج ہی کے ذریعہ ذمہ سے ساقط ہوگا صدقہ وغیرہ سے حج فرض ساقط نہیں ہو سکے گا اسی طرح صلوٰۃ وصوم کا سقوط بھی ذمہ سے صلوٰۃ وصوم کے ذریعے ہی ہونا چاہئے تھا مگر حدیث پاک میں ممانعت موجود ہونے کی وجہ سے فدیہ کو اس کا بدل قرار دیا گیا ہے **لا يصوم احد عن احد ولا يصلى احد عن احد** (ہدایہ ج ۱ ص ۲۰۳) (۳) لہٰذا اگرچہ وصیت نہ کی ہو لیکن صوم وصلوٰۃ کا سقوط ذمہ سے فدیہ ہی سے ہو سکے گا حج سے

نہیں چونکہ یہی صوم وصلوۃ کا بدل ہے البتہ فدیہ کی ادائیگی کے بعد حج کر لیں اور ثواب والدین کو پہونچادیں تو یہ نور علی نور ہے حدیث پاک میں اس کی فضیلت موجود ہے۔

اذا حج الرجل عن والديه تقبل منه ومنهم واستبشرت ارواحهما وكتب عند الله برًا اخرجه دار قطني (كذا في الشامي ج ۲ ص ۳۳۷)(۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ردالمحتار: ج:۲،ص:۴۲۵۔کراچی۔

(۲) ردالمحتار: ج:۲،ص:۴۲۴۔کراچی۔

(۳) ہدایہ: ج:۱،ص:۲۲۳۔تھانوی۔

(۴) شامی: ج:۲،ص:۶۰۹۔کراچی۔

تشہد میں اشارہ کے بعد انگلی کی ہیئت کیسی ہو؟

سوال (۶۰): عقد اصابع عند التشہد کا آخر تک بقاء افضل ہے، یا اشارہ کرنے کے بعد بسط افضل ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

علامہ سید احمد طحطاوی کی تصریح کے مطابق مفتی بہ قول یہ ہے کہ صرف تشہد کے وقت عقد اور اس سے پہلے اور بعد میں بسط ہونا چاہئے والعقد وقت التشهد فقط فلا يعقد قبل ولا بعده وعليه الفتوىٰ. طحطاوی علی المراقی ص ۱۴۷/(۱) لیکن ملا علی قاری کی وہ تحقیق جو تزيين العبارة بتحسين الاشارة اور علامہ ابن عابدین شامی کی تحقیق جو رفع التردد فی عقد الاصابع عند التشہد میں ہے اس کے مطابق اشارہ کرنے کے بعد بسط کے بجائے عقد ہی ہونا چاہئے جیسا کہ اس زمانہ میں بھی یہی معمول بہا ہے چنانچہ علامہ بنوری علیہ

الرحمہ نے بھی معارف السنن ج ۳ ص ۱۰۶ (۲) میں اس کی تصریح کی ہے، فرماتے ہیں:

ثم بعد الاشارة لا یبسط یده بل یبقیها علی هیئته کما حققه علی القاری فی بعض رسائله ای "التزیین" و کذا ابن عابدین فی رسالته واستدلاله باستصحاب الحال حیث لم یثبت عنه ﷺ بعد الاشارة تغیر هیئة الید لا نفیًا ولا اثباتًا فالعمل باستصحاب الحال اذن اولی والشرنبلالی اختار البسط بعد الاشارة کما حکاه عنه الطحطاوی علی المراقی غیر انه لم یأت له بدلیل فقال فلا یعقد قبل ولا بعد وعلیه الفتویٰ الخ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) طحطاوی علی المراقی ص: ۲۷۰۔ دارالکتاب۔

(۲) معارف السنن: ۳/ ۱۰۶۔ قدیم

شامی: ۲/ ۲۶۷۔ أشرفیہ۔

ورجح فی فتح القدیر القول بالإشارة مع قبض الأصابع کما هو صریح عبارة الفتح وفی منیة المصلی حیث قال: وأشار بعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطی بالإبهام ویقیم السبابة۔ (منحة الخالق علی البحر الرائق ص: ۱/ ۳۲۴۔ سعید)

(۵) ہکذا فی: تبیین الحقائق ص ۱/ ۱۲۲۔ امدادیہ ملتان۔

چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (٦١): چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

چین والی گھڑی پہننا ہر حال میں جائز ہے بشرطیکہ اس سے مقصود زینت نہ ہو، چین گھڑی کی حفاظت کے لئے ہے اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کما فی کتب الفقہ والفتاویٰ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ولا يكره في المنطقة حلقة حديدٍ ونحاسٍ وعظمٍ إذا لم يرد به التزين (الدر المختار مع الشامی ص: ٦/ ٣٦٠، کراچی)

البحر الرائق ص: ٨/ ١٩٠ سعید۔

الفتاویٰ التاتارخانیة ١٨/ ١٢٢ زکریا۔

تبیین الحقائق ص: ٦/ ١٥ امدادیة۔

بقي الكلام في بند الساعة الذي يربط ويعلقه الرجل بزر ثوبه والظاهر أنه كبند السجدة الذي يربط۔ (شامی ص: ٩/ ج: ٩ زکریا)

نماز میں ریاء کی وجہ سے نماز چھوڑنے کا حکم

سوال (٦٢): ایک شخص ہے جب بھی وہ نماز کی نیت کرتا ہے تو ریاء کی شرکت ہو جاتی ہے ریاء کو بہت دور کرنا چاہتا ہے لیکن وہ دور نہیں کر پاتا ایسا شخص نماز چھوڑ دے یا کہ وہ نماز پڑھے اگر اس نے نماز چھوڑ دی تو گنہگار تو نہیں ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ایسا شخص نماز پڑھتا رہے، نماز چھوڑنے پر گنہگار ہوگا۔

ولا يترك لخوف دخول الرياء لانه امر موهوم. الدر المختار (۱) ج۲ ص ۲۹۴ وفي الولوالجيه اذا اراد ان يصلي او يقرأ القرآن فيخاف ان يدخل عليه الرياء فلا ينبغي ان يترك لانه امر موهوم الاشباه والنظائر ص۷۵ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ولا يترك لخوف دخول الرياء لأنه أمر موهوم ولا رياء في الفرائض في حق سقوط الواجب. الدر المختار (شامی: ۱/ ۴۳۸، کراچی)

(۲) الأشباه والنظائر: ص: ۱۳۱ ج: ۱، دار الكتاب.

ولو أراد أن يصلي ويقرء القرآن وخاف أن يدخل عليه الرياء لايترك الصلاة والقراءة لأجل ذلك. (البحر الرائق ص: ۸/ ۲۰۷۔ سعید)

والأفضل ما يكون أبعد عن الرياء وأجمع للإخلاص. (العناية: ۱/ ۴۴۱، سعید)

شبہ ریاء کی وجہ سے کیا نماز چھوڑنے کی اجازت ہے؟

سوال (۶۳): ایک شخص ہے جب بھی وہ نماز کی نیت کرتا ہے تو ریاء کی شرکت ہو جاتی ہے، ریاء کو بہت دور کرنا چاہتا ہے لیکن وہ دور نہیں کر پاتا، ایسا شخص نماز چھوڑ دے؟ یا نماز پڑھتا رہے اگر نماز پڑھنا چھوڑ دے تو گنہگار تو نہیں ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ایسا شخص نماز پڑھتا رہے، نماز چھوڑنے پر گنہگار ہوگا۔ ولا يترك لخوف دخول الرياء لانه امر موهوم. (درمختار ج۱ ص ۲۹۴) (۱) وفي الولو الجية اذا اراد ان

يصلي او يقرء القرآن فيخاف ان يدخل عليه الرياء فلا ينبغي ان يترك. لانه امر موهوم (الاشباہ والنظائر ص ۷۵)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) الدر المختار مع شامی: ۱/ ۴۳۸۔ کراچی۔ (۲) الأشباہ والنظائر: ص: ۱۴۰ ج: ۱۔

شرع في الصلاة بالإخلاص ثم خالط الرياء فالعبرة للسابق لا رياء في الفرائض في حق سقوط الواجب۔ (بزازیۃ علی ہامش الہندیۃ: ۱۰/ ۲۱۔ زکریا)

ولو أراد أن يصلي ويقرء القرآن وخاف أن يدخل عليه الرياء لا يترك الصلاة والقراءة لأجل ذلك۔ (البحر الرائق ص: ۸/ ۲۰۷) سعید۔

درمیانِ نماز اگر ریاء آجائے تو نماز کا حکم

سوال (۶۴): زید نے عشاء کی نماز شروع کی دو رکعت کے بعد ریاء داخل ہوگئی تو اس کو اخلاص والی نماز کا ثواب ملے گا یا اس کی نماز ریاء کاروں والی ہوگی؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اخلاص والی نماز کا ثواب ملے گا۔ افتتح خالصًا ثم خالطه الرياء اعتبر السابق لعل وجهه أن الصلوٰة عبادة واحدة غير متجزية فالنظر الى ابتدائها فاذا شرع فيها خالصًا ثم عرض عليه الرياء فهي باقية لله تعالى على الخلوص والالزام ان يكون بعضها له وبعضها لغيره مع انها واحدة (الدر المختار مع رد المحتار ج ۱ ص ۲۹۴ (۱) وهكذا في البزازية ج ۴ ص ۲۸)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع الشامی ص:۴۳۸ ج:۱ کراچی۔

(۲) شرع فی الصلاة بالإخلاص ثم خالط الریاء والعبرة للسابق لاریاء فی الفرائض فی حق سقوط الواجب۔ (الفتاویٰ البزازیة ص:۲۱ ج:۱۰۔زکریا)

الأشباہ والنظائر ص:۱۴۰/ج:۱۔دار الکتاب۔

ولو أراد أن یقرء القرآن أو یصلی ویخاف أن یدخل علیه الریاء لا یترك القراءة والصلاة لأجل هذا وکذا سائر الفرائض۔ (خلاصة الفتاویٰ ص ۱۰۲/ج:۱،أشرفیة)

کسی شرط پر نماز پڑھنے کا حکم

سوال (۶۵): ایک شخص نے زید سے کہا اگر تم ظہر کی نماز پڑھوگے تو میں تم کو ایک ہزار روپئے دوں گا، زید نے ظہر کی نماز اسی نیت سے پڑھی اب سوال یہ ہے کہ زید کی نماز ہوئی یا نہیں، اور وہ ایک ہزار روپئے کا مستحق ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

زید کی نماز ہوگئی، البتہ وہ ایک ہزار روپے کا مستحق نہیں ہوگا۔ قیل لشخص صل الظهر ولك دینار فصلی بهذه النیة ینبغی ان تجزیه ولا یستحق الدینار فلانه استیجار علی واجب ولا یستحق به الاجرة کالاب اذا استأجر ابنه للخدمة لا یستحق علیه الاجرة لان خدمته واجبة علیه (درمختار ج ا ص ۲۹۴ (ا) وهکذا فی الاشباه والنظائر ص ۷۶) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع شامی ۱/۴۳۸، کراچی

ہکذا فی: بدائع الصنائع ص:۴۲ رج:۴۔زکریا۔

(۲) الأشباہ والنظائر ص:۱۴۰ رج:۱ دارالکتاب۔

قومہ سے سجدہ میں جانے کا طریقہ کیا ہے؟

سوال (٦٦): قومہ سے سجدہ میں جانے کا طریقہ کیا ہے؟ سہارے کے ساتھ یا بغیر سہارے کے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جس طرح بھی سہولت کے ساتھ جانے والا جاسکے اس لئے کہ ہر طرح کے جانے والے ہوتے ہیں بعض جوان ہوتے ہیں بعض بوڑھے ہوتے ہیں بعض تندرست ہوتے ہیں بعض مریض ہوتے ہیں ویسے مسنون یہ ہے کہ پہلے دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھے اس کے بعد ہاتھ رکھے اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر سجدہ کے لئے جھکے عن وائل بن حجرؓ قال رأيت رسول الله ﷺ اذا سجد يضع ركبتيه قبل يديه الحديث ترمذی شریف ج۱ ص۳٦۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ترمذی ص:٦۱ رج:۱ مکتبۃ بلال۔

ثم كبر ووضع ركبته ثم يده ثم وجهه بين كفيه بعكس النهوض منه۔ إذا أراد السجود يصنع أولاً ما كان أقرب إلى الأرض۔ (البحر الرائق ص:۱ر۳۱۷۔سعید)

تبیین الحقائق ص:۱۱٦ ج:۱، إمدادیۃ۔

ثم وضع ركبتيه ثم يديه إن لم يكن به عذر يمنعه من هذه الصفة۔ (حاشية الطحطاوی علی المراقی ص:۲۸۳۔دارالکتاب)۔

سجدہ میں دونوں پاؤں زمین پر رکھنے کی تحقیق

سوال (۶۷): سجدہ کی حالت میں زمین سے دونوں پیروں کے اٹھ جانے کے سلسلہ میں مختلف عبارتیں ہیں۔ یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدۃ نحو القبلۃ والالم تجزو الناس عنہا غافلون در مختار قال الشامی ج۱ ص۵۲۱۔ بعد نقل العبارات فصار فی المسئلۃ ثلث روایات الاولی فرضیۃ وضعہا الثانیۃ فرضیۃ احدہما والثالث عدم الفرضیۃ وظاھرھا انہ سنۃ۔قول اول وثانی سے فرضیت کی بناء پر نماز کا نہ ہوناواضح ہےاورقول ثالث سے سنت کا ثبوت ہوتا ہے، جس سے نماز کا ہو جانا مستفاد ہوتا ہے نیز ومنہا السجود بجبہتہ وقدمیہ ووضع اصابع واحدۃ منہا شرط الخ در مختار وافاد انہ لو لم یقع شیئًا من القدمین لم یصح السجود الخ در مختار ج۱ص۴۱۶ مذکورہ بالا عبارت سے سجدہ کا صحیح نہ ہونا مستفاد ہوتا ہے نیز طحطاوی ص ۲۵۴ اورص۱۲۶ کی عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نماز نہ ہوگی آخر مفتیٰ بہ قول ان اقوال میں کون سا ہے اور کس پر فتویٰ دیا جائے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

سجدہ کی حالت میں جوسات اجزاء (اعضاء) زمین پر رکھے جاتے ہیں ان میں اطراف قدمین بھی ہیں۔ امرت ان اسجد علی سبعۃ أعظم علی الجبھۃ والیدین والرکبتین واطراف القدمین متفق علیہ مراقی الفلاح ص۱۲۷۔(۱)

لیکن پاؤں کی دس انگلیوں میں سے کم ازکم ایک انگلی کا زمین پر رکھنا شرائط میں سے ہے۔ ووضع إصبع واحدۃ منہما شرط (درمختار ج۱ص ۴۱۶)(۲) اور اذا فات الشرط فات المشروط ضابطہ کے تحت اگر ایک انگلی بھی زمین پر نہ رکھی گئی تو نماز صحیح نہ ہوگی لو لم یضع شیئًا من القدمین لم یصح السجود (شامی ج۱ص ۴۱۶) (۲)

یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب دونوں پاؤں کی انگلیاں تین تسبیح کے بقدر زمین سے اٹھی رہیں یا زمین پر شروع سے اخیر تک رکھی ہی نہیں گئیں چونکہ کم ازکم ایک انگلی کا رکھنا شرائط میں سے ہے لہٰذا سجدہ ہی نہیں ہوگا اور جب سجدہ نہیں ہوگا تو نماز نہیں ہوگی۔ (طحطاوی ص ۱۲۷) اور وضع قدمین سے مراد وضع اصابع ہی ہے اور وضع اصابع سے مراد انگلیوں کا قبلہ کی طرف متوجہ کرنا ہے تاکہ ان پر مکمل اعتماد ہو سکے لہٰذا اگر اصابع کے بجائے ظاہر قدمین کو زمین پر رکھ دیا اور تمام انگلیوں کو یا کم ازکم ایک انگلی کو قبلہ کی طرف متوجہ نہیں کیا تو سجدہ صحیح نہیں ہوگا۔

والمراد بوضع القدمين على ما ذكر في الخلاصة وضع اصابعهما والمراد لو وضع الاصابع توجيههما نحو القبلة ليكون الاعتماد عليها حتى لو وضع ظهر القدمين ولم يوجه اصابعها او احداهما نحو القبلة لا يصح سجوده. یہ تفصیل قابل حفظ ہے عام طور پر لوگ اس تفصیل سے نا آشنا ہیں چونکہ بالعموم لوگوں کے ذہنوں میں صرف یہ ہے کہ پاؤں رکھنا ضروری ہے چاہے جس طرح زمین پر رکھ دیا جائے ان کو یہ نہیں معلوم کہ وضع قدمین سے مراد وضع اصابع ہے اور وضع اصابع سے مراد توجیہ اصابع الی القبلۃ ہے اور کل اصابع نہیں تو علی الاقل ایک انگلی کا رکھنا صحتِ سجدہ کے شرائط میں سے ہے ورنہ سجدہ نہیں ہوگا **وهذا مما يجب حفظه واكثر الناس عنها غافلون** (شامی)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) طحطاوی علی المراقی ص:۲۲۹۔دار الکتاب۔

(۲) شامی ص:۱۶۷ ج:۲،اشرفیہ۔

حديث مسلمٍ: باب أعضاء السجود. ص: رقم الحديث: ۴۹۱.

حدیث الترمذی: باب ما جاء فی السجود علی سبعۃ أعضاء ص:۶۲ ج:۱،رقم الحدیث:۲۷۱۔

حلبی کبیری ص:۲۸۳ دار الکتاب۔

میدان میں اگر دو صفوں میں زیادہ فاصلہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال (٦٨): ایک میدان میں جماعت کے ساتھ نماز ہو رہی تھی پہلی اور دوسری صف کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ ایک بیل گاڑی اس میں گذر جائے تو دوسری صف والوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

دوسری صف والوں کی نماز نہیں ہوئی۔

وقد تکلم مشائخ فی مقدار الطریق الذی یمنع الاقتداء قال بعضهم مقدار ما یمرّ فیه العجلة او حمل بعیر وفی الکبری مادون ذالك لا یمنع لانه یسیر. (الفتاویٰ (۱) التاتارخانیہ ج ۲ ص ۶۱۲ (۲) کذا فی الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۸۷)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) التاتارخانیۃ ۲/ ۲۶۴ زکریا۔

(۲) ہندیہ ص: ۸۷/ ج: ۱، رشیدیہ۔

الدرالمختار مع الشامی ص: ۱/ ۵۸۴ کراچی۔

البحرالرائق ص: ۶۳۴ ج: ۱، سعید۔

الفتاویٰ الہندیۃ ص: ۱۰۴/ ج: ۱، رشیدیۃ۔

فتح القدیر ص ۴۰۶ ج: ۱، دار إحیاء التراث۔

منحۃ الخالق علی البحر: ۲/ ۱۷ زکریا۔

جماعت ثانیہ کا حکم

سوال (۶۹): مسجد جماعت میں جماعت ثانیہ کن کن شرطوں کے ساتھ کی جاسکتی ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مسجد جماعت میں جماعت ثانیہ اس شرط سے کی جاسکتی ہے کہ دوسری جماعت محراب سے ہٹ کر کی جائے تاہم اس کا عادی نہ ہونا چاہیئے۔

وقدمنا فى باب الاذان عن آخر شرح المنية عن ابى يوسف انه اذا لم تكن الجماعة على الهيئة الاولى لا تكره والا تكره وهو الصحيح وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة كذا فى البزازية وفى التاتار خانيه عن الولو الجية وبه نأخذ. (شامی ج ۱ ص ۳۷۱ (۱) كذا فى شرح المنية ص ۶۱۵ (۲) والبزازیہ ج ۱ ص ۵۶) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) عبارة المتن: شامی: ۲/۲۸۹۔ زکریا۔ ۱/ ۵۵۳۔ کراچی۔

(۲) منية المصلى ۶۱۵۔ دار الکتاب۔

(۳) البزازية ۱/ ۵۶۔ رشيدية۔

البحر الرائق ص: ۳۴۶ / ج: ۱۔ سعید۔

بدائع الصنائع ص: ۲۵۳ / ج: ۱، دار الكتاب العلمية۔

اعلاء السنن: ۴/ ۲۶۱۔ بیروت۔

بلا حضوریٔ قلب نماز کا حکم

سوال ۲۴: کوئی شخص نماز پڑھے اور نماز میں خود حاضر ہو لیکن اس کا دل تھوڑی دیر کے لئے بھی نماز میں خداوند قدوس کی طرف متوجہ نہ ہو آیا اس کی نماز ہو گی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

فرضیت ذمہ سے ساقط ہو جائے گی البتہ خشوع وخضوع والی نماز کا ثواب نہیں ملے گا اس لئے کہ نماز میں خدا کی طرف دل کا متوجہ ہونا (خشوع) صحت صلوٰۃ کے لئے موقوف نہیں اگرچہ امام غزالی اور امام قرطبی اور بعض دوسرے حضرات کے نزدیک نماز میں خشوع فرض ہے اسی وجہ سے اگر پوری نماز خشوع کے بغیر گذر جائے تو ان کے یہاں نماز ہی ادا نہ ہوگی۔(۱) (قرطبی ج ۲ ص ۱۰۴) اختلف الناس فی الخشوع هل هو من فرائض الصلوٰة او من فضائلها ومكملاتها على قولين والصحيح الاول لیکن حضرت تھاوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ صحت صلوٰۃ کا موقوف علیہ نہیں اور اس مرتبہ میں فرض نہیں البتہ قبول صلوٰۃ کا موقوف علیہ ہے اور اس مرتبہ میں فرض ہے۔ (بیان القرآن ج ۱۸ ص ۴ پارہ ۱۸) بہر حال خشوع پیدا کرنے کی کوشش کرے اس لئے کہ جس کے لئے یہ عمل ہے اگر وہ قبول ہی نہ کرے تو اس عمل سے کیا فائدہ یہ دوسری بات ہے کہ حضور ﷺ اس کی پیشین گوئی پہلے ہی فرما چکے ہیں کہ یہ چیز اس امت سے سب سے پہلے سلب ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ (معارف القرآن ج ۶ ص ۲۹۶) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الجامع لأحكام القرآن ص۱۰۴ ج:۱۲ دار إحياء التراث۔

(۲) معارف القرآن ص۲۹۶ ج:۶، اعتقاد پبلیکیشن۔

تفسیر الطبری ص۲۶۰ ج:۸، دار الحدیث۔

ابن کثیر: ص۴۶۶ ج:۴ زکریا۔

رکوع وسجدہ کی تکبیر کی ابتداء وانتہاء کی تعیین

سوال: رکوع اور سجدہ کی تکبیر کی ابتداء کہاں سے ہونی چاہئے اور اس کی انتہا کہاں ہونی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

رکوع کے لئے جب جھکنا شروع کرے تو رکوع کی تکبیر کی ابتداء کرے اور جھکنے کے اختتام پر تکبیر کی انتہاء کرے اسی طرح سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کی ابتداء ہونی چاہئے اور پیشانی کے رکھنے کے وقت تکبیر کی انتہاء ہونی چاہئے۔

ثم كبر كل مصل راكعاً فيبتدى بالتكبير مع ابتداء الانحناء ويختتمه بختمه.... ثم كبر كل مصل راكعاً للسجود ويختمه عند وضع جبهته للسجود.... مراقی الفلاح ص:۱۸۹۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

حررہٗ العبد حبیب اللہ قاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) مراقی الفلاح ص:۲۸۳۔ دار الکتاب۔

يكبر عند الخرور بحيث يكون ابتدائه عند ابتداء الخرور وإنتهائه عند انتهائه

فتح القدير ص:۲۵۸۔ دار احياء التراث العربی۔ بيروت۔

ینبغی أن یکون بین حالۃ الانحناء وحالۃ الرفع لافی حالۃ الاستواء ولا فی حالۃ تمام الانحناء۔ (بنایہ ص:۲۵۳ ج:۲) دارالفکر

کہنی کھول کرنماز پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں؟

سوال ۲۵: کہنی کھول کرنماز پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں؟ جیسا کہ مشہور بین العوام ہے اگر فقہ کی کسی مستندکتاب میں مصرح ہوتو مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

المستفتی مقصود احمد

ڈھیماں رانی گنج، ضلع سلطانپور

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مکروہ ہے جیسا کہ عالمگیری میں بحوالہ فتاویٰ قاضیخان مذکور ہے **ولو صلی** رافعًا کمیہ الی المرفقین کرہ کذا فی فتاویٰ قاضیخان، عالمگیری ج ا ص ۱۰۶ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/ ۱۰۶ مکتبۃ رشیدیۃ۔

ومنھا تشمیر کمیہ زراعیہ وھو مکروہ بالإتفاق۔ الفقہ علی المذاہب الأربعۃ: ۱/ ۲۱۶ مکتبۃ سلمان۔

یکرہ تشمیر کمیہ عنھما أی عن ذراعیہ سواء کان الی المرفقین أو لا علی الظاھر۔ حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص:۳۴۵۔ دار الکتاب۔

مخنث مسجد میں مردوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۷۳): ایک مخنث ہے اور اس کا لباس عورتوں کی طرح ہے اور اس کا نام سکینہ ہے تقریباً اس کی عمر ۴۵ سال کی ہوگئی ہے اور زیورات بھی استعمال کرتی ہے اور ہاتھ میں چوڑی وغیرہ بھی پہنتی ہے اور اس کے بھائی وغیرہ بھی موجود ہیں، نیز داڑھی وغیرہ بھی نہیں ہے اور چال چلن بھی عورتوں کی طرح ہے اور بالکل عورتوں کی طرح بال بھی ہے اور جوڑہ وغیرہ بھی باندھتی ہے اور عورتوں اور مردوں کی مجلس میں شرکت بھی کرتی ہے۔ الحاصل یہ جملہ صفات اس کے اندر موجود ہیں مگر مسجد میں وہ آکر نمازیوں کے ساتھ علی الاعلان نماز پڑھنا چاہتی ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب دیکھتی ہے کہ مسجد میں غریب لوگ ہیں تو آکر نمازیوں کی صف میں کھڑی ہوکر نماز پڑھ لیتی ہے، اور اگر کوئی مالدار ہے تو یہ دیکھ کر رک جاتی ہے تو آیا اس صورت میں اس کو مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں اور نمازیوں کے ساتھ پڑھ لیا تو ان لوگوں کی نماز ہوئی یا نہیں اور اگر اجازت ہے تو اس کی کیا صورت ہے؟

المستفتی محمد یوسف ناگوری بلڈنگ ۱۰۲ روم ۱۲

عبدالقدیر خاں بلڈنگ جوناکھار بمبئی ۲۵

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مخنث مسجد میں آکر نماز ادا کرسکتا ہے بہتر یہی ہے کہ کنارے یا پیچھے کھڑا ہو اور اگر دوسرے نمازیوں کے ساتھ بیچ صف میں کھڑے ہوکر اس نے نماز ادا کرلی تو اس سے دوسرے نمازیوں کی نماز فاسد نہ ہوگی، کذا فی الهندیة(۱) ومحاذاة الخنثی المشکل لا تفسد صلاته کذا فی التاتار خانیه (۲) فی فصل بیان مقام الامام والماموم ج ۱ ص ۹۰۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الھندیہ:ص:۷ ۱۴/ج:۱۔زکریا۔

(۲) وفی التاتارخانیۃ:محاذاۃ الخنثی المشکل لاتفسد:ص:۲/۲۷۹۔زکریا۔

إن أمَّ الرجل خنثی مشکلاً وحدہ، فالصحیح أن یقف عن یمین الإمام احتیاطاً لاحتمال أن یکون رجلاً۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ص ۲/۱۲۶۴)دارالفکرالمعاصر۔

فتاویٰ قاضی خان:ص ۱/۱۲۱۔دارالکتب العلمیۃ۔

قنوت نازلہ کب تک پڑھ سکتے ہیں

سوال (۷۴): حوادث اور مصیبت کے وقت فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھنے کا جوحکم ہے تو کیا اس کے پڑھنے کی کوئی حد ہے کہ کتنے دنوں تک پڑھا جائے گا؟

نیز یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ چالیس دن کے بعد نہ پڑھے اگر یہ بات از روئے شرع درست ہے تو اس صورت میں مصیبت ختم ہوگئی تو ٹھیک ہے ورنہ اگر مصیبت کافی دنوں تک رہے تب بھی چالیس دن ہی پڑھنا پڑے گا۔اس کے بعد نہیں اور اگر کسی مسجد میں چالیس دن کے بعد بھی قنوت نازلہ پڑھی جائے بر بنائے واقفیت تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور کیا چالیس دن کے بعد پڑھنے والوں پر عنداللہ کوئی مواخذہ تو نہیں ہوگا۔ یا عدم واقفیت کی بناء پر کسی مسجد کے لوگ پڑھ رہے تھے تو بعد میں جانکاری ہوئی تو اب اس سلسلہ میں ان لوگوں کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

چونکہ ایک ماہ سے زائد صاحب شریعت سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھنا ثابت نہیں اس لئے حضرات فقہاء بھی ایک ماہ سے زائد کی اجازت نہیں دیتے۔ ولا ینبغی ان یزید القنوت علی شھر واحد سواءٌ کشف الکرب ام لا الخ (کفایۃ المصلی ص ۲۵۴)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) قلت وفیه بیان غایة القنوت للنازلة أنّه ینبغی أن یقنت أیاماً معلومة عن النبی صلی الله علیه وسلم وهی قدر شهر کما فی الروایات عن أنس أنّه صلی الله علیه وسلم قنت شهراً ثم ترك فاحفظه فهذا غایة اتباع السنّة النبویة۔ (اعلاء السنن ص:۹۹، ج:۶) المکتبة الامدادیه من المملکة السعودیة

عن أنس قال قنت النبی۔ صلی الله علیه وسلم۔ بعد الرکوع شهراً یدعو علی رعلٍ وذکوان ویقول عصیّة عصت الله ورسوله۔ (بخاری شریف:ص ۵۸۷ ج:۲) فیصل پبلیکیشنز۔

عن ابن مسعود قال قنت رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ شهراً یدعو علی عصیّة وذکوان فلما ظهر علیهم ترك القنوت۔ (شرح معانی الآثار ص:۱۷۵ ج:۱، یاسر ندیم اینڈ کمپنی)

وکذا فی عمدة القاری شرح بخاری ص ۱۲۸ ج:۱۲۔ زکریا۔

نمازی کے کتنے آگے سے گذر سکتے ہیں

سوال (۷۵): وہ کون سی مسجد ہے جس میں نمازیوں کے آگے سے گذرنے کی گنجائش ہے اور وہ کتنا فاصلہ ہے جہاں سے گذرنے میں کوئی مضائقہ نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسجد کبیر میں موضعِ سجود کے آگے سے گذرنے کی گنجائش ہے جس مسجد کی لمبائی اور چوڑائی چالیس ذراع ہو وہ مسجد کبیر ہے۔ ومرور مار فی الصحراء او فی مسجد کبیر بموضع سجوده ای من موضع قدمه الی موضع سجوده کما فی الدرر وهذا مع القیود التی بعدهٗ انما هو للاثم والا فالفساد منتف مطلقًا.... قوله مسجد صغیر هو اقل من ستین ذراعًا وقیل من اربعین وهو المختار کما اشار الیه فی الجواهر قهستانی۔ (شامی ج ا ص ۴۲۶)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدرالمختار مع الشامی: ج:۱رص:۶۳۴ ۔ایچ ایم سعید۔

ان كان يصلى فی الصحراء أو فی مسجد كبير. فيحرم المرور فی الأصح بين يديه من موضع قدمه الى موضع سجوده وان كان يصلى فی بيت أو مسجد صغير. (وهو ما كان اقل من اربعين ذراعاً على المختار) فانه يحرم المرور من موضع قدميه الى حائطا القبلة لأنه كبقعة واحدة. ان لم يكن له سترة. (الفقہ الاسلامی وادلتہ: ج:۲: ص:۹۴۹) ۔دارالفکر المعاصر۔

اذا كان بينه وبين الماء مقدار مابين الصف الاول إلى حائط القبلة: فمروه لم يضره. وهذا اذا كان الصحراء ولم يكن له سترة.... ان كان المسجد صغيراً يكره فی أی موضع يمر. وان المسجد كبيراً مثل الجامع. قال بعضهم هو بمنزلة الصحراء. (الفتاویٰ التاتارخانیۃ: ج:۲،ص:۲۸۵ زکریا)۔

مجمع الانہر ج:۱رص:۱۸۳ ۔فقیہ الامۃ۔

جماعتِ ثانیہ کا حکم

سوال (۷۶): نماز جماعت سے ہوگئی ہے تو کیا مقامی دوکان دار کچھ باہر کے مل کر اس مسجد میں دوسری جگہ یعنی جگہ بدل کر جماعت دوسری کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر مسجد مسجدِ طریق ہے یا ایسی مسجد ہے جس میں امام ومؤذن مقرر نہ ہوں تو جماعت کر سکتے ہیں اور اگر مسجد ایسی ہے کہ اس میں امام ومؤذن متعین ہے تو اس مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے البتہ اگر مسجد کے حدود سے باہر کوئی سائبان وغیرہ ہو تو اس میں بدرجہ مجبوری جماعت کر سکتے ہیں لیکن اس کی ہرگز عادت نہ ڈالی جائے ویکرہ تکرار جماعة بأذان واقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طريق او مسجد لا امام له ولا مؤذن

الخ (شامی ج ا ص ۱۷۱)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

تکرہ الجماعة فی مسجد باذان واقامة بعدما صلی اھلہ بجماعة۔ (البنایة ص ۳۸۲/ج:۲) دارالفکر۔

(۱) (شامی ج:ا ص:۲۸۸) زکریا۔

عن عبد الرحمن بن ابی بکرة عن ابیہ، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل من نواحی المدینة یرید الصلاة، فوجد الناس قد صلوا، فمال الی منزلہ، فجمع اھلہ فصلی بھم۔ (المعجم الاوسط ج:۳ ص:۲۸۴ رقم:۴۶۰۱) دارالکتاب علمیہ)

عن الحسن قال: کان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخلوا المسجد وقد صلی فیہ صلوا فرادیٰ۔ (المصنف لابن ابی شیبة ص:۵۵ج:۵) رقم: ۷۱۸۸) المجلس العلمی۔

ھکذا فی (بدائع الصنائع ص ۳۷۹/ج:۱) کراچی۔

کھلی کتاب کا نمازی کے سامنے ہونا

سوال (۷۷): ایک طالب علم ہے وہ مسجد میں کتابیں لیکر تکرار کرتا ہے جب تکرار ختم ہوجاتا ہے تو اپنی کتاب بجانب قبلہ دیوار سے متصل تپائیوں پر کھلی چھوڑ کر نماز میں مشغول ہوجاتا ہے اس طرح کتابوں کو چھوڑ کر نماز میں مشغول ہونا جب کہ اس کا احتمال ہے کہ اس کی نگاہ کھلی ہوئی کتاب پر پڑ جائے درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اس طرح کتاب کو کھلی چھوڑ کر نماز میں مشغول نہیں ہونا چاہئے۔ قالوا ینبغی للفقیہ ان لا یضع جزء تعلیقة بین یدیہ فی الصلوٰة لانہ ربما یقع بصرہ

على ما فى الجزء فيفهم ذالك فيدخل فيه شبهة الاختلاف (ردالمحتار ج ا ص۴۲۶)(ا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(ا) الدرالمختار مع الشامی ج:ا،ص:۴۲۶ ـ نعمانیہ

لو نظر المصلى الى مكتوب وفهمه سواء كان قرآناً أو غيره قصد الاستفهام أولا أساء الأدب ولم تفسد صلاته لعدم النطق بالكلام ـ (حاشية الطحطاوى: ص۳۴۱ ج:۱، دار الكتاب)

وفى الجامع بالصغير للحسامى لو نظر فى كتاب من الفقه فى صلاته وفهو لا تفسد صلاته بالاجماع ـ (الفتاوىٰ الهنديه: ج:۱، ص:۱۰۰، زكريا) ـ

الفتاویٰ التاتارخانیۃ ج:۲،ص ۲۲۸ ـ زکریا ـ

ہدایہ: ج:ا،ص:۱۳۸، تھانوی ـ

انسانوں کا فرشتہ کی اقتداء میں نماز کا حکم

سوال (۷۸): کچھ لوگ میدانِ کارزار میں تھے نماز کا وقت ہوگیا ایک فرشتہ آیا اور اس نے لوگوں کی امامت کی سوال یہ ہے کہ فرشتہ کی امامت صحیح ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

فرشتہ کی امامت درست نہیں ہے لہٰذا اس کے پیچھے پڑھنے والوں کی فرض نماز درست نہیں ہوئی ـ وتصح امامة الجنى لانه مكلف بخلاف امامة الملك فانه متنفل وامامة جبرئيل لخصوص التعليم مع احتمال الاعادة من

النبی ﷺ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۳۷۲) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص ۵۵۴ ج:۱، کراچی۔

قال ابن العربی المالکی أنه تعالیٰ مجده لما أمر جبرئیل بتعلیمه النبی صلی الله علیه وسلم صار جبرئیل مکلفاً وصارت الصلاة واجبة علیهم۔ (حاشیة الترمذی ص۴۰ ج:۱) بلال۔

البحر الرائق ص:۳۷۶ /۱ سعید۔

تبیین الحقائق ص: ۱۴۲/ ج:۱، امدادیہ۔

نماز میں انسان کے ساتھ جنوں کی شرکت کا حکم

سوال (۷۹): ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس کے ساتھ دو جن بھی شریک ہو گئے اور انسان کی اقتداء میں دو جن نے نماز پڑھی سوال یہ ہے کہ اس صورت میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں جماعت کی نماز کا ثواب ملے گا۔

الجماعة سنة مؤکدة للرجال واقلها اثنان واحد مع الامام ولو ممیزًا او ملکًا او جنیًا فی مسجد او غیره (الدر (۱) المختار ج ۱ ص ۳۷۲ کذا فی الطحطاوی علی المراقی ج ۱ ص ۱۹۱) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدرالمختار مع شامی ص ۳۔ ۵۵۲ ج:۱ مکتبہ سعید کراچی۔

(۲) کما فی شرح وهبان والجماعة فی اللغة الفرقة المجتمعة ونشرعاً الإمام مع واحد سواء کان رجلاً أو ملکا أو جنباً فی مسجد أو غیره۔ (حاشیة الطحطاوی ص۲۸۶ دار الکتاب دیوبند)۔

الجماعة سنة المؤکدة لقوله النبی۔ صلی اللہ علیه وسلم الاثنان فما فوقهما جماعة۔ (بدائع الصنائع ص۵۔ ۳۸۴ ج:۱، زکریا)۔

الجماعة سنة المؤکدة.... ومازاد علی الواحد جماعة فی غیر الجمعة۔ (فتح القدیر ص۳۵۵ ج:۱، دار الإحیاء التراث العربی بیروت)۔

عشاء کے پہلے سونے کا حکم

سوال ۳۳: عشاء کی نماز سے پہلے سونا ایسے شخص کے لئے جس کو بیداری کا یقین نہ ہو درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ایسے شخص کے لئے عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے۔ ویکره النوم فی اول اللیل فیما بین المغرب والعشاء۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۵:ص: ۲۷۵)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ج:۵/ص ۳۷۶ رشیدیہ۔

عن أسلم قال: کتب عمر أن لا ینام قبل أن یصلی العشاء فمن نام فلا نامت عینه۔ (کنزل العمال ۱۰/ ۴۹۳)(حدیث نمبر: ۴۱۹۵۳)۔

عن أبي برزة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم. كان يكره النوم قبل العشاء والحديث بعدها۔ (بخاری شریف ۱/۸۰) یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند۔

تخت پرنماز پڑھنے والے کے آگے سے گذرنے کا حکم

سوال (۸۱): اگر تخت نصف قد آدم کے برابر ہے تو اس پرنماز پڑھنے والے کے آگے سے گذرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لکن فی القهستاني ومحاذاة الاعضاء للاعضاء يستوي فيه جميع اعضاء المار هو الصحيح كما في التتمة واعضاء المصلي كلها كما قاله بعضهم او اكثرها كما قاله آخرون كما في الكرماني وفيه اشعار بانه لو حاذى اقلها او نصفها لم يكره رد المحتار ج۱ص ۴۷۲ـ(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) شامی ص:۴۸۰ ج:۲۔اشرفیہ۔

يعني شرط في كون المارّ أثماً أن يمرّ في موضع سجوده إذا كان المصلي قائماً على الأرض أو أن يحاذي جميع أعضائه أعضاء المصلي كلها عند البعض أو أكثرها عند الآخر اذا كان المصلي قائماً على مكان مرتفع دون قامة حتى لو كان المكان بقدر قامة الرجل فلا يأثم۔ (مجمع الأنهر ص:۱۸۳ ج:۱) فقيه الامة۔

وكذا في منحة الخالق على هامش البحر الرائق ص:۱۷ ج:۲، ایچ ایم سعید کمپنی)

میدان میں امام کے آگے کتنے فاصلے سے گذر سکتے ہیں

سوال (۸۲): میدان میں جماعت سے نماز ہو رہی تھی کچھ لوگ امام کے آگے سے گذر رہے تھے جبکہ امام کے آگے سترہ نہیں تھا تو سوال یہ ہے کہ اس صورت میں گذرنے والے کتنے فاصلے سے گذر سکتے ہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

سجدہ کی جگہ سے آگے سے گذر سکتے ہیں۔ ومرور مار فی الصحراء وفی مسجد كبير بموضع سجوده فی الاصح .... وان اثم المار (۱) (الدر المختار ج ۱ ص ۴۲۶ کذا فی الفتاویٰ الغیاثیۃ ص ۳۰) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ومروره بين يديه الى حائط القبلة فی بيت و مسجد صغيرة فانه كبقعة واحدة مطلقا۔ وتحته فی الشامية بخلاف المسجد الكبير فأنه لو جعل كذالك لزم الحرج على المارة فاقتصر على قدر وضع السجود۔ (شامی ص ۶۳۴ ج: ۲، کراچی)۔

والمستحب لمن يصلی فی الصحراء أن ينصب بين يديه عوداً ويضع شيئًا ادناه طول ذراع۔ (بدائع الصنائع ص ۵۱۰ ج: ۱، زکریا)

عن أبی هريرة ﷺ قال قال النبی صلى الله عليه وسلم إذا صلى أحدكم فی الصحراء فليتخذ بين يديه سترة۔ (رواه ابن ماجه باب ما يتم المصلی رقم الحديث ۹۴۳۔

(۲) الفتاویٰ الغیاثیۃ ص: ۳۰ کوئٹہ۔

بیہوشی کی حالت میں فوت شدہ نماز کا حکم

سوال (۸۳): محمد شیخو صاحب اچانک رات کے بارہ بجے بیماری کے دورہ کی وجہ سے گر پڑے اور اسی وقت بیہوش ہو گئے تقریباً ۳۶ گھنٹے بیہوش رہ کر اس دارِفانی سے رحلت فرما گئے، آخر وقت میں بیہوشی کی حالت میں ۶ وقت کی نماز فوت ہوگئی، حضرت والا سے دریافت ہے کہ کیا اس بیہوشی کی حالت میں جو نمازیں قضا ہوگئی ہیں ان کا فدیہ ادا کرنا ہوگا یا نہیں؟

المستفتی (حافظ) محمد ایوب ویراول بہارکوٹ گجرات

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں فدیہ دینا ضروری نہیں، ومن جن او اغمی علیه یومًا ولیلةً قضی الخمسة وان زاد وقت صلٰوة سادسةٍ لا. للحرج الخ (تنویر الابصار مع الدر المختار ج ۱ ص ۵۱۲) (۱)

وان تعذر الایماء برأسه و کثرت الفوائت بأن زادت علی یوم ولیلةٍ سقط القضاء عنه الخ (درمختار ج ۱ ص ۵۱۰) (۲)

فدیہ کا ترتب لزومِ قضاء پر ہوتا ہے۔ اور صورت مسئولہ میں قضا نہیں لہٰذا فدیہ بھی لازم نہیں ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) درالمختار: ۱/ص: ۵۱۲۔ نعمانیہ۔ (۲) درالمختار: ۱/ص: ۵۱۰۔

(۳) هكذا فى الحبيب الفتاوىٰ فثبت هذه المسؤلة۔

ومن أغمي عليه خمس صلوات أو دونها قضاء وإن كان أكثر من ذالك لم يقض۔ (هداية ج ۱ ص ۱۶۲)۔

عن ابراهيم قال: كان يقول فى المغنى عليه: اذا اغمى عليه يوم وليلة اعاد، واذا كان اكثر من ذالك لم يعد۔ (المصنف لعبد الرزاق ص ۴۱۷ ج: ۲، رقم: ۴۱۶۵)۔

کھلے ہوئے بٹن کے ساتھ نماز کا حکم

سوال (۸۴): اگر کرتے کے نیچے گنجی یا بنیان نہ ہو اور کرتے کی بوتام یعنی بٹن کھولے رکھتا ہو کیا ایسا کرنا مسنون ہے یا مکروہ؟ بصورت مسنون پورا کھلا رکھنا مسنون ہے یا چند ایک اور بصورت مکروہ، تنزیہی ہے یا تحریمی؟ کانپور سے ایک پرچہ نکلتا ہے، ''استقامت'' مارچ ۱۹۷۸ء کے پرچے میں یہ مضمون شائع ہوا ہے کہ صرف کرتا یا قمیص پہنے ہو اور بٹن بند نہ کیا ہو جس سے سینہ کھلا رہتا ہو تو مکروہ تحریمی ہے اور بنیان کی حالت میں بٹن کھلے ہوں تو مکروہ تنزیہی ہے، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی کتاب بہشتی زیور میں تلاش کیا گیا مگر اس قسم کا مسئلہ نظر کے سامنے سے نہ گذرا بناء بریں حضرت والا کو اس زحمت سے دو چار ہونا پڑا مستفتی اس مسئلہ کی صحیح تحقیق کا خواہشمند ہے اس لئے مسئلہ ہذا کو فقہی نطقۂ نظر سے پیش فرما کر اجر کثیر کے مستحق ہوں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

بٹن نہ بند کرنے کی وجہ سے سینہ کا کھلنا بحالتِ صلوٰۃ ممنوع نہیں، کراہت تحریمی یا تنزیہی کا قول غلط ہے، اہل بدع کے مخترعہ مسائل میں سے ہے اور ان لوگوں کے یہاں شدت سے اس پر عمل کرایا جاتا ہے فرائض وواجبات وسنن نماز سے جو شخص واقف ہوگا اس پر غلطی مخفی نہ رہے گی۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن معاوية بن قرة عن أبيه ﷺ قال أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في رهط من مزينة لنبايعه: وإن قميصه لمطلق أو قال زر قميصه مطلق الخ۔ (شمائل ترمذی ص:۵) ممتاز اینڈ کمپنی۔

وکذا فی أبی داوٗد ص ۵۶۴ ج: ۲، مکتبہ بلال، وفی بذل المجہود: قال عروۃ فما رأیت معاویۃ ولا إبنه قط إلا مطلقي أزرارهما في شتاء ولا حرٍ ولا يزرّ ران اذرارهما أبداً۔ وکتب مولانا محمد یحیی المرحوم من تقریر شیخة: قوله "فما رأیت معاویة" إلی آخره، وهذا وإن كان اختياراً لما هو خلاف الأولی خصوصاً فی الصلوات لكنهما أحبا أن يكونا على ما رآيا النبي صلى الله عليه وسلم۔ وإن كان إطلاقه أزراره إذ ذالك لعارضٍ، ولم يكن هذا من عامّة أحواله صلى الله عليه وسلم۔ وذلك لما فيه من قلّة المبالاة بأمر الصلاة، إلا أن الكراهة لعلّها لا تبقى في حق معاوية وإبنه لكون الباعث لهما حبّ النبي صلى الله عليه وسلم واتباعه فيما رآياه من الكيفة۔ (بذل المجهود ص ۱۰۵ ج: ۱۲، مركز الشيخ أبي الحسن الندوى)۔

ذكر ابن شجاع فيمن صلى محلول الأزرار، وليس عليه إزار أنه إن كان بحيث لو نظر أي عورة نفسه من زيقه لم تجز صلاته وإن كان حيث لو فظر لم ير عورته جازت۔ (لبدائع الصنائع ص ۵۱۵ ج: ۲)۔ زکریا۔

وکذا فی الشامی ص ۶۴۰ ج: ۱، کراچی۔

وکذا فی فتاویٰ محمودیہ ص ۶۵۲ ج: ۶، مکتبہ شیخ الاسلام۔

مسلسل ریاح خارج ہونے والے کی نماز کا حکم

سوال (۸۵): کوئی شخص بطن کا مریض ہے اور ہر وقت اس کو ریح صادر ہوتی رہتی ہے اور وہ شخص نماز پڑھنے کا عادی ہے اور نماز پڑھنا چاہتا ہے اور ہر وقت ریح خارج ہوا کرتی ہے اکثر اوقات ایسے ہی گذرتے ہیں کبھی کبھی بند بھی ہو جاتی ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے اور رکوع اور سجدے میں ریح اکثر خارج ہو جاتی ہے کیا ایسی صورت کے باوجود وہ شخص با جماعت نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جب ہر وقت ریح خارج ہوا کرتی ہے تو آپ معذور ہیں، ہر نماز کے وقت وضو کر کے جماعت میں شریک ہوجایا کریں، جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ایک وقت میں جتنے فرائض ونوافل چاہیں ادا کریں، البتہ دوسری نماز کا وقت آنے پر وضو ضروری ہے۔

او انفلات الریح یتوضئون لوقت کل صلوٰۃ ویصلون بہ فی الوقت ماشاء من فرض ونفل (ملتقی الابحر ۱ ص ۴۵)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ملتقی الابحر: ج: ۱ ص: ۴۵ - ۴۴۔

وهكذا فى الفتاوىٰ الهندية۔ ج:۱، ص:۴۱۔

وتتوضأ المستحاضة.... أو انفلات ريح... لوقت كله فرض ويصلون به فرضاً ونفلاً۔ (البحر الرائق ج:۱، ص:۲۱۵ ایچ ایم سعید کراچی)۔

وصاحب عذر من به سلس بول... أو انفلات ريح... ان استوعب عذرة تمام وقت صلاة مفروضة وهذا شرط فى حق الابتداء وفى حق البقاء... حكمه الوضوء لكل فرض ثم يصلى به فرضاً ونفلاً۔ (حاشية ابن عابدين: ج:۱ ص:۵۵۵ - ۵۵۴) اشرفیہ دیوبند۔

پلاسٹک کی چٹائی پر نماز کا حکم

سوال (۸۶): پلاسٹک کی چٹائی پر نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صحتِ صلوٰۃ کے شرائط میں سے اس زمینی چیز کا پاک ہونا ضروری ہے جس پر نماز ادا کی جائے، لہٰذا اگر پلاسٹک کی چٹائی پاک ہے تو اس پر بلا تردد نماز ادا کر سکتے ہیں اس چٹائی کا پلاسٹک سے تیار ہونا صحت صلوٰۃ کے لئے مانع نہیں ۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن المغيرة بن شعبة رضي الله عنهما قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي على الحصير والفروة المدبوغة. (ابوداؤد ۱/ ۹۶ بلال)

ولا بأس بالصلاة والسجود على الحشيش والحصير والبسط والبوادي. (الفتاویٰ الهندية ۱/ ۶۳، رشیدیۃ)۔

ولا بأس بالصلاة على الفرس والبسط واللبود والصلاة على الأرض أو على ما تنبته الأرض. (فتاویٰ قاضی خان ج:۱ ص ۱۱۲ دار الکتب العلمية)

و كذا حاشية الطحطاوي ص:۲۰۱ دار الكتاب.

مصلی پر کعبہ کی تصویر کا حکم

سوال (۸۷): ایک مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ مسجدوں میں ایسا مصلی جس پر کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی کی تصویر ہوتی ہے نہیں رکھنا چاہئے اس سے مقدس مقامات کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

ممکن ہے ان حضرات کی یہ بات غایت محبت پر مبنی ہو جسے ان حضرات کا حال قرار دیا جاسکتا ہے اور حال صاحب حال کے لئے چاہے معمول بہا ہو لیکن یہ حجت شرعیہ نہیں ہے، اس کو عام قانون اور ضابطہ کی شکل نہیں دی جاسکتی کسی دلیل شرعی سے ایسے مصلوں پر جس پر بیت اللہ اور مسجد نبوی کی تصویر بنی ہو، نماز پڑھنے کی ممانعت اب تک ثبوت کے درجہ میں ظاہر نہیں ہوسکی اس کے برخلاف شرقاً وغرباً خود حجاز مقدس میں علماء صلحاء اکابرین امت کا ایسے مصلوں کو نماز کے لئے استعمال کرنا ''لا تجتمع امتی علی الضلالۃ'' کے تحت ثبوت جواز کی بین دلیل ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن أنس بن مالك رضي الله عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إن أمتي لا تجتمع على الضلالة فاذا رأيتم اختلاقاً فعليكم بالسواد الأعظم. (سنن ابن ماجہ ص:۲۸۳ السنۃ الہندیۃ)

ولا بأس بنقشه خلا محرابه، فإنه يكره. لأنه يلهي مصلى وتحته في الشامية: فيخل بخشوعه من الناظر إلى موضع سجوده ونحوه، وقد صرح في البدائع في مستحبات الصلاة أنه ينبغي الخشوع فيها. (الدر المختار مع الشامی ص:۶۵۸ ج:۱ سعید)

ولا بأس بنقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب وكره بعض مشائخنا النقوش على المحراب وحائط القبلة لأن ذلك يشغل قلب المصلي. (الفتاویٰ الہندیۃ ص۳۱۹ ج:۵ رشیدیہ)

(۴) تبیین الحقائق ص:۴۲۰/ج:۱۔ دار الکتب العلمیۃ۔

ایک سورہ کو دو رکعت میں تقسیم کر کے پڑھنے کا حکم

سوال (۸۸): ایک شخص نے ایک سورت کی تلاوت شروع کی ایک رکعت میں دو تہائی سورت پڑھ کر رکوع کرلیا سورت کا بقیہ حصہ دوسری رکعت میں پڑھا اس طرح کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ایک رکعت میں پوری سورت پڑھنی چاہئے لیکن اگر دو رکعت میں تقسیم کرکے پڑھا ہے تو بھی نماز ہوجائے گی۔

"الأفضل ان يقرء في كل ركعة الفاتحة وسورة كاملة في المكتوبة ولو قرأ بعض السورة في ركعة والبعض في ركعة قيل يكره وقيل لا يكره وهو الصحيح كذا في الظهيرية ولكن لا ينبغي ان يفعل ولو فعل لا بأس به" (التفاویٰ الہندیہ: ۱/ ۷۸)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ ص ۷۸ ج: ۱ رشیدیہ، باب فی القراءۃ۔

فلو قرء نصف آية طويلة في ركعة ونصفها في أخرى أختلف فيه وعامتهم على الجواز لأن بعضه هذه الآيات يزيد على ثلاث آيات قصادٍ أو يعدلها۔ (حاشیۃ الشرنبلالی علی شرح غرر الحکام: ص: ۶۹ ج ۱:)

أشار إلى أن الأفضل قراءة سورة واحدةٍ۔ (الدر المختار مع الشامی ص: ۹۲ ج: ۱ سعید کراچی)

والثلاث آيات القصار تقوم مقام السورة في الإعجاز وكذا الآية الطويلة تقوم مقامها۔ البحر الرائق ج: ۱ ص: ۳۱۳۔

تحمید کے افضل کلمات

سوال (۸۹): تحمید کے افضل کلمات کون سے ہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

تحمید کے سب سے افضل کلمات یہ ہیں: ’’اللّٰھم ربنا ولك الحمد والافضل اللھم ربنا ولك الحمد ویلیه اللّٰھم ربنا لك الحمد وویلیه ربنا لك الحمد‘‘(۱)

(مراقی الفلاح: ۱۸۹، کذا فی شرح المنیة: ۳۱۸ والدر المختار: ۱/ ۳۳۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) الدر المختار مع الشامی ص: ۷ ۳۳ / ج: ۱ نعمانیہ۔

والأفضل: اللهم ربنا ولك الحمد لزيادة الثناء۔ (حاشية الطحطاوی علی المراقی ص: ۲۸۳۔ دار الکتاب)۔

فانه يأتي بالتحميد بأن يقول اللهم ربنا ولك الحمد أو ربنا لك الحمد۔ وأفضليتها على ترتيبها كذا في الكافي۔ (غنية المستملي شرح منية المصلي ص: ۲۷۷ دار الكتاب)۔

أربعة ألفاظ: أفضلها: اللهم ربنا ولك الحمد كما في المجتبى وبليه اللهم ربنا لك الحمد، وبليه ربنا ولك الحمد۔ ويليه المعروف ربنا لك الحمد۔ (البحر الرائق ص: ۳۱۷ ج: ۱ سعید)

قعدہ اولیٰ میں شریک ہونے والا تشہد پڑھے یا نہیں؟

سوال (۹۰): ایک شخص مسجد گیا امام دو رکعت سے فارغ ہو کر قعدہ میں بیٹھا ہوا تھا آنے والا شخص جونہی نماز میں شریک ہوا امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اب آیا اس کے ذمہ تشہد پڑھ کر کھڑا ہونا ہے یا بغیر تشہد پڑھے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

امام کے کھڑے ہونے کے بعد تشہد پڑھ کر یا قعدہ پورا کر کے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونا چاہئے "او قيامه لثالثة قبل اتمام المؤتم التشهد فانه لا يتابعه بل يتمه لوجوبه ولو لم يتم جاز اى صح مع كراهته التحريم"۔ (الدر المختار: (۱) ۱/۳۳۳، کذا فی الفتاویٰ الہندیۃ: (۲) ۱/۹۰ والغیاثیۃ: ۳۲) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۳) إذا أدرك الإمام فى التشهد وقام الإمام قبل أن يتم المقتدى أو سلم الإمام فى آخر الصلاة قبل أن يتم المقتدى التشهد والمختار أن يتم التشهد۔ (غیاثیه ۳۲) مکتبه اسلامیه، میزان مارکیٹ۔

(۲) وکذا فی الہندیۃ: ص: ۹۰/ ج: ۱ـ مکتبہ رشیدیہ پاکستان۔

(۱) وکذا فی الشامی ص ۲۴۴/ ۲ـ اشرفیہ۔

ولو قام الإمام إلى الثالثة ولم يتم المقتدى التشهد وإن لم يتمه جاز۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۳۱۰) دار الکتاب دیوبند۔

وکذا فی الفتاویٰ البزازیۃ ـ ص ۴۰/ ج: ۱ـ زکریا جدید نسخہ۔

عشاء کی نماز سے پہلے سونے کا حکم

سوال (۹۱): عشاء کی نماز سے پہلے سونا ایسے شخص کے لئے جس کو بیداری کا یقین نہ ہو درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ایسے شخص کے لئے عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے۔

”ویکرہ النوم فی اول النہار وفیما بین المغرب والعشاء“ (الفتاویٰ الہندیہ: ۵/۳۷۵)(۱)

”قال الطحاوی“: إنما کرہ النوم قبلھا لمن خشی علیہ فوت وقتھا او فوت الجماعۃ فیھا اما لو وکل لنفسہ من یوقظہ فی وقتھا فیباح لہ النوم وذکرہ العلامۃ الزیلعی وغیرہ“ (الطحاوی علی المراقی: ۱۲۳ (۲) ورد المحتار: ۱/۲۴۶)(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ویکرہ النوم فی أوّل النہار وفیما بین المغرب والعشاء۔ (ہندیہ ص ۳۷۶ ج:۵۔ مکتبہ رشیدیہ پاکستان)۔

(۲) قال الطحطاوی: إنّما کرہ النوم قبلھا لمن خشی علیہ فوت وقتھا أو فوت الجماعۃ فیھا وأمّا من وکلّ لنفسہ من یوقظہ فی وقتھا فیباح لہ النوم ذکرہ العلامۃ الزیلعی۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۱۸۴) دار الکتاب۔

(۳) وکذا فی الشامی ص: ۲۴۶ ج:۱۔ مکتبہ نعمانیہ دیوبند۔

وکذا فی تبیین الحقائق ص: ۸۴ ج:۱۔ مکتبہ امدادیہ ملتان۔ وفی البحر الرائق ص: ۲۴۸ ج:۱۔ ایچ ایم سعید کمپنی۔

مکروہ وقت میں نفل کی تکمیل کا حکم

سوال (۹۲): ایک نابینا انہیں اکثر یہ ہوجاتا ہے کہ نفل کی نماز شروع کرتے ہیں اور درمیان نماز میں صبح صادق طلوع ہوجاتی ہے چونکہ ان کو اتنا اندازہ نہیں ہوتا ہے کہ اس کا لحاظ کرتے ہوئے کچھ پہلے ہی شروع کردیں کہ طلوع صبح صادق سے پہلے نماز نفل مکمل کرلیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مکروہ وقت میں نفل کی تکمیل ہورہی ہے آیا یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صبح صادق کے بعد فجر کی نیت کے علاوہ نفل مکروہ ہے ”ويكره النفل بعد طلوع الفجر بأكثر من سنة قبل اداء الفرض“ (شرنبلالیہ:۱۰۱)

البتہ نابینا کی نماز ہوگئی ”ويكره النفل بعد طلوع الفجر اى قصدًا فى الشروع فى النفل قبل طلوع الفجر ثم طلع الفجر فالأصح انه عن سنة الفجر ولا يقطعه لان الشروع فيه كان لا عن قصد“ طحطاوی علی المراقی:۱۰۱)(۱)

لیکن آئندہ کے لئے احتیاط واحتراز ضروری ہے کوئی ایسی نشانی مقرر کرے تاکہ اس سے صبح صادق کا علم ہوجایا کرے مثلاً الارم والی گھڑی اپنے پاس رکھ لے اور الارم کا وقت صبح صادق سے دو چار منٹ قبل کا بنالے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) (حاشية الطحطاوى على المراقى ص:۱۸۸)۔ دارالکتاب دیوبند۔

وكذا فى تبيين الحقائق ص:۸۷ /ج:۱۔ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

وكذا فى البحر الرائق ص:۲۵۳ /ج:۱۔ ایچ سعید۔ وفى الهندية: ص:۱۰۹ /ج:۱۔ مکتبہ زکریا بک ڈپو دیوبند۔

وفى الشامى ص:۴۵ /ج:۲۔ المكتبة الأشرفية۔

نماز کی حالت میں ستر نظر آنے کا حکم

سوال (۹۳): ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس کا کرتا کمر تک تھا اور لنگی پھٹی ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس کی ران کا کچھ حصہ نظر آرہا تھا تو اس کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر ران کے چوتھائی حصہ سے کم نظر آرہا تھا تو نماز ہوگئی ورنہ نہیں: ’’**قلیل الانکشاف عفو لان فیہ بلوی ولا بلوی فی الکثیر فلا یجعل عفوا الربع وما فوقہ کثیر وما دون الربع قلیل وھو الصحیح ھکذا فی المحیط**‘‘

(الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۵۸ کذا فی الغیاثیہ علی الفتح: ۱/۲۲۶)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

قومہ سے سجدہ میں جانے کا طریقہ

سوال (۹۴): قومہ سے سجدہ میں جانے کا طریقہ کیا ہے سہارے کے ساتھ یا بغیر سہارے کے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جس طرح بھی سہولت کے ساتھ جانے والا جا سکے اس لئے کہ ہر طرح کے جانے والے ہوتے ہیں۔ بعض جوان ہوتے ہیں، بعض بوڑھے ہوتے ہیں، بعض تندرست ہوتے ہیں، بعض مریض ہوتے ہیں، ویسے مسنون یہ ہے کہ پہلے دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھے اس کے بعد ہاتھ رکھے اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر سجدہ کے لئے جھکے **عن وائل بن حجرؓ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد یضع رکبتیہ قبل یدیہ الحدیث**۔ (ترمذی: ۱/۳۶)(۱)

التعلیق والتخریج

(۱) ھکذا ترمذی شریف باب ماجاء فی وضع الیدین قبل الرکعتین فی السجود ص۶۱ ج:۱۔ مکتبہ بلال دیوبند۔

وہکذا ابوداؤدص: ۱۲۲رج:۱۔مکتبہ بلال دیوبند۔

ہکذا نسائی:ص:۱۲۳رج:۱۔مکتبہ بلال دیوبند۔

ہکذا۔ابن ماجہ ص ۶۳ ج:۱۔مکتبہ ملت دیوبند۔

قالوا: إذا أراد السجود ویضع اولا ما کان أقرب إلی الارض فیضع رکبته اولا ثم یدیه ثم أنفه ثم جهته۔ (ہندیہ ص ۱۳۲رج:۱) مکتبہ زکریا دیوبند۔

البحر الرائق ص: ۲۹۳رج:۱۔مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی۔

تبیین الحقائق ص:۱۰۹رج:۱۔مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان۔

جیب میں تصویر رکھ کر نماز پڑھنے کا حکم

سوال (۹۵): کارڈ وغیرہ میں تصویر رہتی ہے اس کو اگر کوئی جیب میں رکھ کر نماز پڑھے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ مکروہ ہوگی، یا غیر مکروہ خواہ او پر کی ہو یا نیچے کی۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نماز ہوجائے گی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) قوله: لامستتر بکیس أو صرة، بأن صلی ومعه صرة أو کیس فیه دنانیر أو دراهم فیها صور صغار فلا تکرہ لاستتارها۔ (ردالمحتار مع شامی ص ۶۴۸ ج:۱۔ایچ ایم سعید کمپنی)۔

(۲) أنه یصلی ومعه صرة أو کیس وفیه دنانیر ودراهم فیها صور صغار

لاستتادها۔ ويفيد انه لو كان فوق الشوب الذى فيه صورة ثوب ساتر له فانه لا يكوه أنه يصلى فيه لا ستتادها بالثوب الآخر۔ (البحر الرائق ص:۲۷ ج:۱) مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی۔

(۳) عن عائشة ان النبى صلى الله عليه وسلم ومع فى خميصة لها أعلام فنظر إلى أعلا ميها نطرة فلما انصرف قال إذ هوا بخميصتى هذه إلى أبى جهم وأتونى بانبجانية فانها ألهتنى أنفا عن صلاتى۔ (رواه البخارى ص۵۴ ج:۱) مکتبہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند۔

(۴) وہکذا التاتارخانیہ ص ۲۰۳ رج:۲۔زکریا دیو بند۔

(۵) البحر الرائق ص:۲۷ رج:۲۔زکریا۔

برطانیہ میں عشاء اور صبح صادق کی ابتداء کب سے مانی جائے

سوال (۹۶): یہاں برطانیہ میں مدت سے یہ بات مشہور ہے کہ شفق اور صبح صادق کا مشاہدہ کرنا مشکل ہے لہٰذا کسی نے اس طرف زیادہ توجہ نہیں کی اور اب بھی یہی حال ہے سردیوں کے موسم میں یعنی نومبر، دسمبر، جنوری میں تو کسی حدتک یہ بات صحیح ہوسکتی ہے مگر اور مہینوں کے لئے یقیناً ایسا نہیں ہے۔ بہر حال مشاہدہ کو بالائے طاق رکھ کر محض محکمۂ موسمیات سے حاصل کردہ اوقات غروب شفق نوٹیکل اور اسٹرائیکل نوائی لائٹ اور طلوع صبح صادق یعنی نوٹیکل اینڈ آسٹرائیکل ٹوائی لائٹ پر اکتفا کرتے چلے آرہے ہیں یعنی محکمۂ موسمیات والوں سے غروب آفتاب کے بعد یا طلوع آفتاب سے پہلے سورج کے زیر افق ۱۸ درجہ جانے کے بعد یا طلوع سے ۱۸ درجہ پہلے کے اوقات منگواتے ہیں اور اس کے مطابق عشاء اور فجر پر عمل کرتے ہیں برطانیہ میں زیادہ تر مسجدوں میں ۱۲ درجہ کے مطابق ٹومیکل ٹو آئی لائٹ منگوا کر وقت عشاء اور فجر کی ابتداء مان کر عمل کیا جاتا ہے۔مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوگا کہ برطانیہ میں عمومی طور پر مشاہدہ کرنے کے بجائے محکمۂ موسمیات کے تخریج کردہ اوقاتِ غروب وطلوعِ

شفق ۲۱ درجہ یا ۱۸ درجہ کے مطابق وقت عشاء طلوع فجر کی ابتداء مانتے ہیں۔ دراصل انگلینڈ میں بسنے والے مسلمانوں نے ابتداء میں عشاء کی نماز اور صبح صادق کے لئے اپنے اپنے یہاں کے لئے اصول گاہوں سے وقت منگائے تھے۔ تو اصول گاہوں نے ۱۲ درجہ کے مطابق وقت نکال کر بھیجا تھا پھر ایک دوسرے کے نقشِ قدم پر عمل کرتے ہوئے آہستہ آہستہ بعد میں آنے والے تمام مسلمان عشاء کی نماز ادا کرنے میں ۱۲ درجہ والے ٹائم پر مکمل عمل پیرا ہوگئے اور پورے انگلینڈ میں ۱۲ درجہ کا ٹائم رائج ہوگیا مگر جن مہینوں میں ۱۲ درجہ کے حساب سے بھی سورج غروب ہونے کے بعد بہت ہی دیر سے عشاء کا وقت ہوتا تھا اور عشاء کی نماز کے لئے بہت ہی انتظار کرنا پڑتا تھا جس میں لوگ بے پناہ حرج میں مبتلا ہوئے تھے۔ تو علماء کرام نے مفتیانِ کرام کی طرف رجوع کیا تو حضرات مفتیان کرام نے دفع حرج کی خاطر شفق احمر غائب ہونے پر ایک گھنٹہ کے بعد عشاء کی نماز ادا کرنے کا فتویٰ دیا جس کی وجہ سے ایک یا سوا گھنٹہ سے عشاء کی نماز ادا کرتے رہے۔

مگر سن عیسوی ۱۹۸۲ء میں پھر یہ بات چلی کہ عشاء کی نماز کے لئے اور صبح صادق کے لئے ۱۲ درجہ کا ٹائم غلط ہے بلکہ ۱۸ درجہ کا ٹائم صحیح ہے تو پھر تمام مسلمانوں نے اپنی اپنی جگہوں کے لئے ۱۸ درجہ کا ٹائم منگوا کر اس کے مطابق عشاء اور فجر کے لئے عمل شروع کر دیا۔ مگر چونکہ ۱۸ درجہ کے مطابق عشاء کی نماز کے لئے حد سے زیادہ انتظار کرنے کی زحمت میں مبتلا ہوگئے اس لئے کہ ۱۸ درجہ کے حساب سے عشاء کی نماز کے لئے سورج غروب ہونے کے بعد دو ڈھائی تین ساڑھے تین گھنٹوں تک کا بھی انتظار کرنا پڑتا تھا اور یہ انتظار عوام کے لئے ناقابل برداشت ہوگیا تھا۔ اس لئے ایک سال عمل کرنے کے بعد پھر سے ۱۲ درجہ پر عمل کرنا شروع کر دیا اس لئے کہ ۱۸ درجہ کے حساب سے پورے سال عشاء کی نماز سورج غروب ہونے کے دو ڈھائی گھنٹوں کے بعد پڑھنی پڑتی تھی اور اسی طرح سے ان دنوں میں روزہ کے لئے سورج کے طلوع ہونے سے دو تین گھنٹہ قبل سحری بند کرنا پڑ گئی تھی۔ بلکہ بعض مہینوں میں تو وقت عشاء اور صبح صادق کے درمیان بہت ہی تنگ وقت رہتا ہے ان تمام

دشواریوں کے پیشِ نظر ۱۸ درجہ پر ایک دوسال عمل کرنے کے بعد اکثریت ۱۲ درجہ پر عمل پیرا ہوگئی۔

۱-دوسری بات یہ ہے کہ مشاہدہ اور مذکورہ درجوں میں اوقات کے اندر تعارض ہوجائے تو مشاہدین کو صحیح مانا جائے گا یا محکمۂ موسمیات کے تخریج کردہ اوقات کو؟

۲-شفق احمر کی غیبوبت پر وقت عشاء کی ابتداء مان کر عمل کیا جائے تو کوئی حرج ہے؟

۳-غروب آفتاب کے بعد شفق احمر اور شفق احمر کے بعد شفق ابیض عمومی طور پر کتنے وقفہ سے غائب ہوتی ہے؟ ہر ایک کا فاصلہ الگ الگ تحریر کیا جائے۔

۴-اگر کوئی عالم دین یا دیندار شخص اپنے مشاہدے کی شہادت دے تو ان کی شہادت قابل قبول ہے یا نہیں؟

۵- بقیہ درجوں کے مطابق یا مشاہدہ کے مطابق عشاء کی نماز کا وقت شروع کرنے میں اور اس طرح فجر کی ابتداء ماننے میں حرج درپیش ہو تو پورے سال غروب آفتاب کے سوا گھنٹہ بعد اور طلوع آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے عشاء اور فجر کی ابتدا مان کر عمل کئے جانے میں شرعی طور پر کوئی ممانعت تو نہیں؟ جبکہ ہمارے ملکوں میں عشاء کی ابتداء کے اوقات گھنٹہ سوا گھنٹہ بعد اور فجر کی ابتداء طلوع آفتاب سے سوا گھنٹہ پہلے ہوجاتی ہے نیز ہم نے اپنا مشاہدہ بھی اوپر ذکر کردیا۔

حرج کی صورتیں

عشاء دیر سے پڑھنے میں اور صبح صادق جلدی ماننے سے وقت کی تنگی کے سبب نہ تو پورا سونا ملتا ہے اور نہ آرام ملتا ہے جس کی وجہ سے نیند تو خراب ہوگی صحت پر بھی اثر پڑے گا اور عبادات میں کوتاہی اور کاہلی پیدا ہوگی نیز عشاء اور فجر کی قضا کا بھی احتمال ہے جماعت میں لوگ کم آتے ہیں اسی طرح دینوی معاملات میں بھی بڑی دقت درپیش ہوتی ہے مثلاً وقت پر کام پر جانے میں حرج اور بھی دیگر باتیں یا تو رزق حلال حاصل کرے یا نمازیں قضا

کرے، رہا نیند کے لئے فجر کی نماز کے بعد وقت نکالے تو ان لوگوں کے لئے تو مسئلہ کا حل ہوگا جو بے روزگار ہیں، لیکن اکثریت جو کام کرتی ہے ان کے لئے مسئلہ کا حل اس طرح نہیں ہوسکتا لوگ سستی کی وجہ سے بغیر نماز پڑھے ہی سو جائیں گے اور نماز کے لئے اٹھ نہ سکیں گے بلکہ جان بوجھ کر نماز چھوڑ کر سو جانے کا اندیشہ ہے اور یہی ہوتا بھی ہے۔

(۱) لا عبرۃ بقول المؤقتین۔ (شامی ص:۳۹۰،ج:۲۔کراچی)

(۲) إن الشرط في وجوب الصوم الرؤیۃ لا یؤخذ بقولھم۔ (الدر المختار مع الشامی ص:۳۸۷،ج:۲۔کراچی)

(۳) وابتداء وقت صلاۃ عشاء والوتر من غروب الشفق علی الاختلاف تقدم۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص ۱۷۸ ادار الکتاب)۔

(۴) قولہ تعالیٰ: واشھدوا شھیدین من رجالکم: نص فی رفض الکفار والصبیان۔ (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ص ۳۸۹ ج:۳،دار إحیاء التراث)۔

(۹۷)۔عشاء وفجر کی ابتداء میں درجات کے اعتبار سے اختلافات

اسماء	صبح صادق	صبح کاذب	صبح صادق	شفق
شرح چغمینی	۱۵	۱۸	ابن شاطر ۱۹	۱۷
ایضاح القول ۹	۱۸	۱۸	ابوعلی مراکشی ۲۰	۱۶
حل الہندوسیین مقاصد العمد ۃ	۱۷/۱۶	۱۹	ابوعبداللہ ۱۹	۱۸
			ابن اقام متوفی ۱۹	
مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی	۱۵	۱۸	۶۸۵ھ ۱۹	
			قاضی زادہ موسیٰ بن محمد متوفیٰ	
			۸۹۹ھ X	۱۸

مگر چند جگہوں کے مسلمان اب تک ۱۸ درجہ کے مطابق عشاء کی نماز ادا کرتے ہیں اور

انتظار کی ساری صعوبتیں برداشت کرتے چلے آرہے ہیں مگر ان کے لئے سب سے بڑی ناقابل برداشت دشواری یہ کھڑی ہوگئی ہے کہ مساجد کے چند مصلی بارہ درجہ پر عمل کرنے پر مصر ہیں اور یہ ۱۸ درجہ پر عمل کرتے ہیں تو آپس میں تناؤ شروع ہوگیا ہے چونکہ جولوگ ۱۲ درجہ پر عشاء کی نماز ادا کرتے ہیں وہ بہت جلد عشاء کی نماز سے فارغ ہوجاتے ہیں اوران کوانتظار میں رہنا پڑتا ہے یہ ان کے لئے بڑی آزمائش ہے اس لئے آپس میں لڑائیاں جھگڑے فساد ہوتے ہیں حتیٰ کہ بعض جگہوں پر ایک ہی مسجد میں دو جماعتیں شروع ہوگئی ہیں اور یہ بڑاالمیہ ہے جس طرح بحمدللہ چاند کے بارے میں صحیح العقائد مسلمانوں میں باہم اتفاق ہوگیا ہے اسی طرح عشاء کی نماز اور صبح صادق میں بھی باہم اتفاق ہوجائے تو بہت ہی بہتر ہوگا مگر ہماری یہ تمنا اسی وقت پوری ہوسکتی ہے جبکہ حضرات مفتیان کرام اس معاملے میں جلدازجلد رہنمائی فرمائیں۔

ہمارے ملکوں میں تو ۱۸ درجہ پر عشاء اور صبح صادق سوا گھنٹہ پر ہوتی ہے جبکہ انگلینڈ میں ہمیشہ دو تین بلکہ بعض مہینوں میں غروب کے ساڑھے تین چار گھنٹوں کے بعد عشاء کا وقت ہوتا ہے اور طلوع آفتاب سے ساڑھے تین چار گھنٹہ قبل صبح صادق ہوتی ہے۔

(محکمۂ موسمیات سے ۱۸ ڈگری کے مطابق وقت معلوم کرنے پر) جبکہ بعض مہینوں میں رات بھی مشکل سے ۸ ساڑھے آٹھ گھنٹے کی ہوتی ہے اس طرح عشاء کی نماز پڑھنے اور سحری بند کرنے میں بہت ساری دشواریاں درپیش ہیں البتہ جن راتوں میں شفق بالکل غائب نہیں ہوتی ہے اسے ڈھائی مہینوں میں سوا گھنٹے عمل کرنے کی حضرات مفتیانِ کرام کی طرف سے سہولت دی گئی ہے۔ مگر ان ڈھائی مہینوں کے علاوہ پورے سال ۱۸ درجہ پر عمل کرنے میں بہت وقت اور پریشانیاں تھیں بنابریں مسلمانوں نے ۱۸ درجہ پر عمل ترک کرکے ۱۲ درجہ پر پھر اپنا عمل شروع کردیا تعجب یہ ہے کہ ہمارے ملکوں میں ۱۸ درجے کے حساب سے سورج کے غروب سے عشاء کا وقت سوا گھنٹہ بعد اور صبح صادق کا وقت طلوع آفتاب سے سوا گھنٹہ پہلے سے ہوتا ہے اور یہاں انگلینڈ میں ۱۸ درجہ کے مطابق اتنا زیادہ وقت کیوں؟ یہ بات ہمارے لئے باعثِ حیرت ہے کہ سورج کو ۳۶۰ درجہ ۲۴

گھنٹوں میں عبور کرنے میں فی درجہ چار منٹ لگتے ہیں۔اب عشاء کی نماز کے ۱۸ درجہ اور صبح صادق کے ۱۸ درجہ کل ۳۶ درجوں کے لئے ۴/۵/۶/۷/۸ گھنٹہ خرچ ہوجاتے ہیں تو پھر بقیہ ۳۲۴ درجوں کے لئے تو صرف سولہ سے بڑھ کر ۲۰ گھنٹے ہی باقی رہ جاتے ہیں۔

اتنے سارے درجوں کو عبور کرنے کے لئے سورج کو مذکورہ تفصیل کے مطابق تو صرف فی درجہ ۴ منٹ سے بھی کم وقت ملتا ہے تو پھر اتنے کم گھنٹوں میں ۳۲۴ درجہ کس طرح عبور ہوتے ہوں گے یہ ہماری سمجھ سے بالا تر ہے۔

مشاہدہ: اس سال ہم نے ستمبر اور اکتوبر کی چند تاریخوں میں مشاہدہ کیا تو ایک گھنٹہ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ دس منٹ پر غروب آفتاب کے بعد شفق احمر غائب ہوئی اور ایک گھنٹہ بیس منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۲۵ پر شفق ابیض کے غروب کا مشاہدہ کیا اور جتنا وقت شفق ابیض کے غروب میں لگا بعینہ اتنا ہی وقت سورج طلوع ہونے سے قبل صبح صادق ہونے میں لگا یعنی ایک گھنٹہ ۲۰/ ۲۵/ منٹ جب ہم نے یہ مشاہدہ کیا تو ان تاریخوں میں محکمۂ موسمیات والوں نے ۱۲ درجہ کے وقت سے جو وقت ۱۲ درجہ کے مطابق یا ۱۸ درجہ کے وقت سے دیا تھا وہ غلط ثابت ہوا یعنی ۱۸ درجہ کے وقت سے شفق احمر کم سے کم دس منٹ پہلے اور شفق ابیض ۳۱ منٹ سے پہلے غروب ہوچکی اور اسی طرح صبح صادق ۳۰ منٹ بعد طلوع ہوئی۔

اب حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ آیا ۱۲ درجہ کے اختتام پر یا ۱۸ درجہ کے اختتام پر وقت عشاء کی ابتداء مانی جائے یا مشاہدہ کو اولیت دی جائے۔دونوں کا فرق اوپر دیا ہوا مشاہدہ ہے۔ علمائے عرب و مراکش وقت صبح صادق ۱۸/ ۱۹/ ۲۰/ درجہ پر مانتے ہیں۔مزید تفصیل ملاحظہ ہو(احسن الفتاویٰ:۲/ ۱۶۴) سے آگے تک۔

نوٹ: جب درجات میں اختلاف ہے تو درجوں کو معیار وقت بنانا صحیح ہے؟

(۱) يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا○

(۲) يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫

(۳) وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ

(۴) وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ○

(۵) لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

(۶) ''كفاية الاخبار فی حلّ غاية الاختصار'' کی جلد اول ص ۱۶۰ پر علامہ تقی الدین دمشقی فرماتے ہیں: ''ومتی یخرج وقت المغرب؟ فیه قولانِ الجدید الاظهر انه یخرج مقدار طهارة وستر عورة واذان واقامة وخمس رکعت ولا اعتبار فی ذلك الاوسط المعتدل''۔

حضرات مفتیانِ کرام سے گذارش ہے کہ وہ جواب جلد از جلد مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں کیونکہ اس سلسلہ میں یہاں پر برطانیہ میں نومبر ۸۷ء کے آخر میں علماء برطانیہ کا اجلاس ہو رہا ہے۔

فقط والسلام

یعقوب احمد قاسمی

ناظم حزب العلماء یو-کے

۲۸؍صفر ۱۴۰۸ھ بمطابق ۲۱؍اکتوبر ۸۷ء بروز بدھ

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) مشاہدہ کو اوّلیت دی جائے اور اسی کا اعتبار کیا جائے۔

محکمۂ موسمیات کے تخریج کردہ اوقات اگر اصول شرعیہ کے مطابق ہوں تو اس کے اعتبار میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس کو مؤید کے درجہ میں رکھا جاسکتا ہے بنیاد و اصول کے درجہ میں نہیں۔ یہودیوں نے اپنے خفیہ محنتوں کے ذریعہ آج پوری امت کو شکار کر ہی لیا ہے رہی سہی عبادات پر بھی وہ ہاتھ صاف کرنا چاہتے ہیں اس لئے امت کے خواص کو چوکنا وہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

(۲) شفق احمر کی انتہاء پر ضرورۃً وقت عشاء کی ابتداء ماننے میں کوئی مضائقہ نہیں کما فی

کتب الفقہ۔

(۳) شفق احمر کے بعد شفق ابیض کے غروب کے سلسلہ میں آپ کا مشاہدہ تقریباً درست ہے اس لئے اس کے اعتبار میں کوئی حرج نہیں۔

(۴) اگر عالم دین و دیندار شخص کی شہادت مقبول نہ ہوگی تو پھر کس کی مقبول ہوگی؟ کیا محکمہ موسمیات کے منافق وفجار وکفار کی بات مقبول ہوگی؟ جن حضرات کے نزدیک علماء دیندار کی شہادت غیر معتبر ہے وہ اپنا احتساب کریں۔

(۵) ضرورت کے تحت ماننے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ وقت بھی ہوجائے چاہے صاحبین ہی کے مسلک کے مطابق ہوتا ہو۔ الحاصل شرعی اصول مدِنظر رہے محکمہ موسمیات کوئی قانون شرعی نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) یرید اللہ أن یخفف عنہم وخلق الإنسان ضعیفاً۔ (سورۃ النساء رقم الآیۃ: ۲۸)۔

(۲) یرید اللہ بہم الیسر ولا یرید بہم العسر۔ (سورۃ البقرۃ رقم الآیۃ ۱۸۵)

(۳) وما جعل علیہم فی الدین من حرجٍ۔ (سورۃ الحج رقم الآیۃ ص: ۷۸)

(۴) وجعلنا نومکم سباتاً۔ (سورۃ النبأ رقم الآیۃ: ۹)

(۵) لا یکلف اللہ نفساً إلا وسعھا۔ (سورۃ البقرۃ رقم الآیۃ ۲۸۶)

(۶) أحسن الفتاویٰ ص: ۱۶۴ ج: ۲۔ زکریا۔

(۷) کفایۃ الأخبار فی غایۃ الاختصار (ص ۱۶۰ ج: ۱)

سنتِ فجر کی قضا کا حکم

سوال (۹۸): سنت فجر اگر فوت ہوجائے تو کب تک اور کسطرح ادا کرے جبکہ وہ سنت مؤکدہ ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

فجر کی صرف سنت اگر باقی ہو تو اس کی حیثیت نفل کی ہوجاتی ہے اس کی ادائیگی ضروری نہیں ۔لیکن بعض فقہاء نے سورج نکلنے کے بعد زوال سے پہلے ادا کرنے کی اجازت دی ہے اور انشاء اللہ ثواب ملے گا۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: من لم يصل ركعتي الفجر فليصل بهما بعد ما تطلع الشمس. (سنن الترمذي ص:۹۰ ج:۱. مكتبه بلال).

ولا يقضي سنة الفجر إلا إذا فاتت مع الفجر فيقضيها تبعاً لقضائه وقال محمد أحب إلي أن يقضيها إلى الزوال كما في الدرر: وقوله أحب إلي" دليل على أنه لو لم يقض لا لوم عليه. (شامی ص:۵۷ ج:۲۔کراچی)

إعلاء السنن ص ۹۴/۷۔المکتبہ الامدادیہ۔

ولأنه يبقى نفلاً مطلقاً. (العرف الشذى على هامش الترمذي: ص۹۰ ج:۱. مكتبه بلال)

لم تقض سنة الفجر إلا إذا فاتت مع الفرضه فتقضى تبعاً لأن الأصل في السنة أن لا تقضي لاختصاص القضاء بالواجب. (البحر الرائق ص ۷۴ ج:۲۔سعید)۔

فجر کی سنت کب تک اور کہاں ادا کرے؟

سوال (۹۹): زید مسجد میں پہونچا امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا زید سنت کب تک ادا کرسکتا ہے اور کہاں ادا کرے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر اسے یقین ہے کہ امام کو کم از کم تشہد میں پالے گا تو فجر کی سنت ادا کرے اور مسجد کے دروازے کے قریب ادا کرے یعنی جہاں تک ممکن ہو جماعت کی صفوں سے دور کسی جانب ادا کرے۔

ومن انتهى الى الامام فى صلاة الفجر وهو لم يصل ركعتى الفجر ان خشى ان يفوته ركعة ويدرك الاخرىٰ يصلى ركعة الفجر عند باب المسجد ثم يدخل وان خشى فوتها دخل مع الامام۔ (كذا فى الهداية: ۱/ ۱۲۳)(۱)

ولم يذكر فى الكتاب انه ان كان يرجو ادراك الركعة كيف يفعل فظاهر ما ذكر فى الكتاب انه ان خاف ان تفوته ركعتانِ يدل على انه يدخل مع الامام وحكى عن الفقيه ابى جعفر انه قال على قول ابى حنيفة وابى يوسف يصلّى ركعة الفجر لان ادراك التشهد عندهما كادراك الركعة۔ (كذا فى (۲) الكفاية على الفتح: ۱/ ۴۱۵، الفتاوىٰ الهندية: ۱/ ۱۲۰)(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ہدایہ ص ۱۵۲/ ج: ۱/ مکتبہ تھانوی۔

(۲) الکفایۃ علی الفتح ص: ۶۸۰ ج: ۱/ دار احیاء التراث۔

(۳) الفتاویٰ الهندیة ص:۱۲۰/ج:۱۔رشیدیة۔

ثم السنة فی السنن أن یأتی بها فی بیته أو عند باب المسجد إن لم یمکن ففی امسجد الخارج وإن کان المسجد فخلف الا سطوانه ونحو ذلك أو فی آخر المسجد بعیداً عن الصفوف فی ناحیة منه۔ (البحر الرائق ص:۴۷ ج:۲۔ سعید)

أنه یأتی بها أی "یر کعتی الفجر" وإن أقیمت الصلاۃ إذا علم أنه یدرك معه الرکعة الأولیٰ بعد أن لا یکون مخالطاً للصف بلا حائلٍ۔ (شامی ص:۵۸ ج:۲۔کراچی)

جماعت میں تاخیر سے شریک ہونے والا ثناء پڑھے یا نہیں؟

سوال (۱۰۰): ایک شخص مسجد میں آیا امام ابھی پہلی رکعت میں تھا لیکن آنے والے کو جگہ اتنی دور میں ملی کہ اس کے کانوں میں امام کی قرأت کی آواز نہیں پہنچتی تو کیا وہ تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا پڑھ سکتا ہے یا بغیر ثناء پڑھے نماز میں شریک ہو جائے؟

سوال ۲: ایک شخص مسجد ایسے وقت پہنچا جبکہ امام قیام سے فارغ ہو کر رکوع میں جا چکا تھا ایسا شخص ثناء پڑھ کر رکوع کرے یا بغیر ثناء پڑھے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) بعد میں آنے والے شخص کے لئے ثناء پڑھنا درست نہیں وہ بغیر ثناء پڑھے نماز میں شریک ہو جائے:

”إذا أدرك الامام فی القرأة فی الرکعة التی یجہر فیها لا یأتی بالثناء وکذا فی الخلاصة والصحیح کذا فی التجنیس وهکذا فی الوجیز للکردری سواء کان قریبا أو بعیدا أو لا یسمع لصممه. هکذا فی الخلاصة“۔(الفتاویٰ الهندیة: (۱) ۱/ ۹۰،کذافی شرح المنیة: ۳۰۴)(۲)

(۲) اگر ظن غالب یہ ہو کہ ثنا پڑھ کر رکوع میں شریک ہو جائے گا تو ثناء پڑھ کر رکوع میں جائے اور اگر ظن غالب یہ ہو کہ ثنا پڑھنے کے بعد رکوع نہیں پاسکے گا یا اس سلسلے میں شک

ہو کہ رکوع پا سکے گا یا نہیں تو بغیر ثناء پڑھے رکوع میں چلا جائے۔

”وان أدرك الامام فی الركوع او السجود فتحری ان كان اكبر رأيه انه لو أتی به ادركه فی شيء من الركوع او السجود يأتی به قائما والا يتابع الامام ولا يأتی به“ (الفتاویٰ الہندیۃ (۳): ۹۱، کذا فی شرح المنیۃ: ۳۰۵)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ ص ۹۰ / ج: ۱، رشیدیۃ۔

(۲) وإذا أدرك الشارع فی الصلاة عند شروعه الإمام وهو أی والحال ان الإمام يجهر بالقرائة لا يأتی بالثناء بل يستمع وينصت۔ (غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ص ۳۰۴ ج: لاہور)

(۳) الفتاویٰ الہندیۃ ص ۹۱ ج: ۱، رشیدیۃ۔

(۴) إذا افتتح المؤتم الصلاة بعدما شرع الإمام فی القراءة لا يأتی بالثناء بل يسمع وينصت لقوله تعالیٰ وإذا قرأ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا۔ (الجوهرة النيرة ص ۶۰ ج: ۱ کراچی)

نماز ہاتھ باندھ کر پڑھی جائے یا چھوڑ کر؟

سوال (۱۰۱): حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے عین نماز میں ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کا حکم دیا کیوں کہ مقتدی اپنی آستین میں بت رکھتے تھے۔ ہاتھ چھوڑنے پر سب بت گر گئے کیا اس کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھائی ہے حیات تک یا نہیں؟ اگر ہاں تو کب اور کتنے دن تک اور اگر نہیں تو ان کے پردہ فرمانے پر دوبارہ ہاتھ باندھ کر نماز کیوں پڑھی جاتی ہے اور یہ کس وقت سے رائج ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دونوں طریقہ سے نماز پڑھنا ثابت ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہاتھ باندھ کر پڑھنے والی روایتیں راجح ہیں ۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) عن وائل بن حجرٍ فی حدیث طویل.... ثم وضع یدہ الیمنی علی ظهر كفه الیسریٰ والموضع والساعد۔ (رواہ الإمام أبوداؤد فی سننه ص۱۰۵ ج:۱ مكتبه بلال)۔

ویعتمد بیدہ الیمنی علی الیسریٰ تحت السوۃ لقوله علیه السلام من السنة وضع الیمن علی الشمال تحت السرۃ وحجة علی مالك فی الإرسال۔ (هداية ص۱۰۲ مكتبه تهانوی۔

والمذهب عند علمائنا أنه سنة واظب علیها رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال علی رضی الله عنه من السنة أن یضع المصلی یمینه علی شماله تحت السرۃ فی الصلاۃ۔ (فتح القدیر ص۲۵۰ ج:۱،دار إحیاء التراث)۔

أن الثابت من السنة وضع الیمین علی الشمال ولم یثبت حدیث یوجب تعیین المحل الذی یکون فیه الوضع من البدن۔ (البحر الرائق ص:۳۰۳ ج:۱، سعید)۔

قوله علیه السلام: "ثم یرسل"، أی یرسل عن الرفع وبه نقول۔ (حاشیة الهدایة ص۱۰۲ ج:۱، مکتبه بلال)۔

نماز میں دوسرے امام کے مذہب پر عمل کا حکم

سوال (۱۰۲): امام حنفی المذہب ہے اور سارے کے سارے مقتدی بھی حنفی المذہب ہیں، امام اپنے مذہب پر عمل کرنے کے بجائے امام مالکؒ کے مذہب پر قصداً

عمل کرلے یعنی بغیر سلام پھیرے ہوئے سجدہ سہو کرلے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر نماز ہوگئی تو کراہت کے ساتھ یا بغیر کسی کراہت کے، اور ایسا کرنا یعنی قصداً دوسرے مسلک پر عمل کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کا مذہب صحیح وحق ہے لیکن مذہب حنفی عمل کے اعتبار سے اسہل ہے کسی مذہب کی اتباع صرف ایک جز میں غلط ہے اسی کا نام فقہاء کی اصطلاح میں تلفیق ہے جو ممنوع ہے لہٰذا اگر مالکیہ کے مسلک پر عمل کرنا ہے تو ہر رکن کا انہی کے مذہب کے مطابق ادا ہونا ضروری ہے جیسا کہ ''ردالمحتار'' میں تصریح موجود ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک بھی سجدہ سہو سے پہلے سلام ہے یہ دوسری بات ہے کہ قبل السلام سجدہ سہو کے وہ بھی قائل ہیں اس سلسلہ میں ان کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر سجدہ سہو کسی نقصان کے وجہ سے واجب ہوا ہو تب تو سجدہ سہو قبل السلام ہے اور اگر سجدہ سہو کسی زیادتی کی وجہ سے واجب ہوا ہو تب سجدہ سہو بعد السلام ہے۔

الغرض مطلقاً سجدہ سہو قبل السلام امام مالکؒ کے نزدیک بھی نہیں ہے امام کو چاہئے کہ اس طرح کا عمل قصداً آئندہ نہ کرے ورنہ امت میں فتنہ پیدا ہوگا اظہار علم کی جگہ نماز ہی نہیں ہے لہٰذا نماز کسی ایک کے مسلک کے مطابق مکمل ہونی چاہئے اور اگر اظہار علم ضروری ہو تو اس کے بہت سے مواقع ہیں۔ حنفی مذہب کے اعتبار سے بھی قبل السلام سجدہ سہو کرنے سے نماز ہوجاتی ہے اس لئے کہ سلام کے بعد سجدہ کرنا سنت ہے اگرچہ بعض حضرات وجوب کے بھی قائل ہیں، ''ولیس الاتیان بسجود السھو بعد السلام فی ظاھر الروایۃ وقیل یجب فعلہ بعد السلام'' ووجہ الظاھر ما رویناہ من انہ صلی اللہ علیہ وسلم سجد بعد التسلیم وھو لا یقتضی السنۃ بل یحتمل الوجوب الی ان قال فی الھدایۃ والخلاف فی الاولویۃ ولا خلاف فی الجواز قبل السلام وبعدہ لکنہ خلاف السنۃ عندنا لما رویناہ الخ

(طحطاوی:۲۵۱)(۱)

الحاصل بغیر سلام پھیرے سجدہ سہو کر لینے سے بھی سجدہ سہو ہو جاتا ہے اور نماز ہو جاتی ہے لیکن حنفی مسلک کے اعتبار سے یہ خلاف سنت ہے مکروہ ہے اس سے آئندہ احتیاط ضروری ہے ''فان سجد قبل السلام کرہ تنزیھا ولا یعیدہ لانہ مجتھد فیہ فکان جائزا''(شرنلالیہ:۲۵۲)(۲)

التعلیق والتخریج

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص:۴۶۲ دار الکتاب۔

(۲) حاشیۃ شرنبلالیۃ ص ۴۶۳ دار الکتاب۔

وعند الإمام المالك رحمه الله قبله في النقصان وبعده في الزيادة۔ (البحر الرائق ص:۹۲ ج:۲ سعيد)۔

ذكر الفقيه أبو الليث في الخزانة: أنه قبل السلام مكروه والظاهر أنه كراهة تنزيهية وعلل في الهداية لكونه بعد السلام۔ (البحر الرائق ص:۹۲ ج:۲، سعيد)۔

ومحله بعد السلام سواء كان من زيادة أو نقصانٍ، لو سجد قبل السلام أجزأ عندنا ها كذا رواية الأصول۔ (هندية ص:۱۲۵ ج:۱، رشيدية)

نماز میں قیام کے وقت نگاہ کہاں رکھے

سوال (۱۰۳): کیا بعد تکبیر تحریمہ کے امام یا مصلی کا بار بار پاؤں کی پشت یا اوپر آسمان کی جانب نظر دوڑانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور پھر اس کی نماز میں نقص پیدا ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز کی حالت میں نمازی کے آداب صلوٰۃ میں سے ایک ادب قیام کی حالت میں نگاہ کا

سجدہ گاہ پر ہونا ہے: ”ومنها نظر المصلّی سواء کان رجلًا أو إمرأة إلی موضع سجوده قائمًا“ (مراقی الفلاح: ص۱۵۱) اور یہ پابندی صرف مطلوب خشوع وخضوع کی تحصیل کے لئے ہے اور اس کے خلاف عمل عموماً رافع خشوع خضوع ہو جاتا ہے ”حفظا له عن النظر إلی ما یشغله عن الخشوع“ (مراقی الفلاح (۱) ص ۱۵۱) جب بندہ سنن وآداب کی رعایت کرتا ہوا عبادت کرتا ہے تو اللہ پاک کی بھی بھرپور توجہ اس پر رہتی ہے اور جب بندہ بے التفاتی سے کام لیتا ہے تو خدائے پاک بھی اپنی توجہ ہٹا لیتے ہیں نماز کی حالت میں یوں بھی شیطان اچکنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ کامل نماز کے ثواب سے نمازی محروم ہو جائے اس لئے بہت چوکس رہنے کی ضرورت ہے: ”ومن المکروهات الإلتفات بعنقه لا بعینه بقول عائشة ؓ سالت رسول الله ﷺ عن التفات الرجل فی الصلوٰة فقال هو اختلاس یختلسه الشیطان من صلوٰة العبد رواه البخاری وقوله صلی الله علیه وسلم لا یزال الله مقبلًا علی العبد وهو فی صلوٰة ما لم یلتفت فان التفت انصرف عنه الخ“ (مراقی الفلاح ۱۹۱) (۲)

التعلیق والتخریج

(۱) مراقی الفلاح علی نور الایضاح مع الطحطاوی ص ۲۷۶۔ دار الکتاب۔

ونظره إلی موضع سجوده حال قیامه وإلی ظهر قدمیه حال رکوعه۔ لتحصیل الخشوع۔ (الدر المختار مع الشامی ص:۴۷۷ ج:۱، کراچی)

(۲) مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص:۳۴۶۔ دار الکتاب۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن التفات الرجل فی الصلاة فقال هو أختلاس یختلسه الشیطان من صلاة العبد۔

(سنن أبی داؤد ص:۱۳۱ ج:۱۔ مکتبه بلال)۔

الفتاویٰ الهندیة ص:۱۰۶ / ج:۱۔ رشیدیة۔

ومن التفت یمیناً وشمالاً ذهب عنه الخشوع المتوقف علیه کمال الصلاة عند

أكثر العلماء۔ (بذل المجهود ص۳۸۸ ج:۲ مرکز الشیخ)۔

نماز فجر میں دعائے قنوت جہراً وسرًّا پڑھنے کا حکم

سوال (۱۰۴): ہمارے ضلع رائے گڑھ۔قصبہ اُورن میں شافعی مسلک مسجد میں مالا پار یا کیرلا کے مولانا صاحب امام ہیں جو پنج وقتہ نماز پڑھاتے ہیں شافعی مسلک کی رو سے صبح کی نماز میں جو دعاء قنوت پڑھی جاتی ہے وہ پوری دعاء قنوت امام صاحب باواز بلند پڑھتے ہیں حالانکہ ''**فإنك تقضي**'' سے لیکر ''**فلك الحمد لله على ما قضيت**'' تک امام صاحب کو بالکل آہستہ پڑھنا چاہئے اور پھر ''**نستغفرك ونتوب إليك**'' سے ''**وأنت خير الراحمين**'' تک بلند آواز سے پرھتے ہوئے سجدہ میں جانا چاہئے ایسا ہم نے اپنے بزرگوں سے پڑھا ہے اس کے علاوہ اس سے قبل اسی مسجد میں جو ائمہ پہلے گذرے ہیں ان سے بھی حسبِ تحریر ہی صبح کی نماز میں قنوت سنی گئی ہے۔ اس لئے آپ اصل مسئلے سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

تتبع کثیر کے باوجود دعاء قنوت میں جہر وسرّ کی وہ تفصیل نہیں ملی جو آنجناب نے سوال میں لکھی ہے۔

کتب حنفیہ وشافعیہ دونوں میں تلاش کیا۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ کسی متبحر شافعی عالم سے آپ رجوع فرمائیں۔ مثلاً حضرت مولانا شوکت صاحب (خطیب جامع مسجد بمبئی) وغیرہ۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب — الجواب صحیح

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی — بندہ محمد حنیف غفرلہ

”قنوت نازلہ“ مسلسل پڑھنے کی مخصوص مدت

سوال (۱۰۵): حوادث اور مصیبت کے وقت فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھنے کا جو حکم ہے تو کیا اس کے پڑھنے کی کوئی حد ہے کہ کتنے دنوں تک پڑھا جائے گا؟

نیز یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ چالیس دن کے بعد نہ پڑھے اگر یہ بات از روئے شرع درست ہے تو اس صورت میں اگر مصیبت ختم ہوگئی تو ٹھیک ہے ورنہ اگر مصیبت کافی دنوں تک رہے تب بھی چالیس ہی دن تک پڑھنا پڑے گا اس کے بعد نہیں؟ اور اگر کسی مسجد میں چالیس دن کے بعد بھی قنوت نازلہ پڑھی جائے چاہے بر بنائے واقفیت یا عدم واقفیت تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور کیا چالیس دن کے بعد پڑھنے والوں پر عند اللہ کوئی مواخذہ تو نہیں ہوگا؟ یا عدم واقفیت کی بنا پر کسی مسجد کے لوگ پڑھ رہے تھے بعد میں جان کاری ہوئی تو اب اس سلسلہ میں ان لوگوں کو کیا کرنا چاہئے۔ مفصل و مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔

آج کل مصائب کے پیش نظر جگہ بجگہ سورہ نوح کا کافی اہتمام ہو رہا ہے یہ تو یقینی بات ہے کہ خدا کا کلام ہے اس کے پڑھنے کا ثواب بہر حال ہوگا ہی لیکن آج کل رواج یہ ہوگیا ہے خاص طور سے عورتوں میں کہ ایک ہزار کی تعداد میں لازماً پڑھا جاتا ہے اور با قاعدہ ناشتہ وغیرہ کا بھی پروگرام ہوتا ہے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر ناشتہ وغیرہ کا اہتمام مزید بڑھتا چلا جا رہا ہے اور اسی بہانے سے عورتوں کا اچھا خاصا مجمع ایک دوسرے کے گھر ہوتا ہے تو ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی ایسا کرنے سے ناشتہ وغیرہ کا عمل ریا کاری میں داخل ہوگا کہ نہیں؟ نیز دیگر ادعیہ ماثورہ کی طرح سورہ نوح کا بھی کہیں ثبوت ہے کہ مصائب میں پڑھا جائے اور ایک ہزار کی مقدار میں لازمی طور پر پڑھنے کا کہیں ثبوت ہے کہ نہیں۔
مفصل و مدلل تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) چونکہ ایک ماہ سے زائد صاحب شریعت سرکار دو جہاں سے پڑھنا ثابت نہیں اس لئے حضرات فقہاء بھی ایک ماہ سے زائد کی اجازت نہیں دیتے۔"ولا ینبغی ان یزید القنوت علی شهر واحد سواء کشف الکرب أم لا"(کفایت المصلی:۲۵۴)(۱)

(۲) ناکارہ کی نگاہ سے کوئی روایت یا فقہی جزیہ ایسا نہیں گزرا جس سے مروجہ طریقہ کا جواز ثابت ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن عاصمٍ عن أنسٍ رضی الله عنه انما قنت رسول الله صلی الله علیه وسلم (أی فی الفجر) شهراً علی أناسٍ قتلوا أناساً من أصحابه۔ یقال لهم القراء۔ (اعلاء السنن ص:۵۵ ج:۶۔ دار الکتب العلمیة)۔

قال أبو جعفر الطحطاوی: إنما لا یقنت عندنا فی صلاة الفجر من غیر بلیةٍ فإذا وقعت فتنة أو بلیة فلا بأس به۔ (رد المحتار علی الدر المختار ص:۱۱، ج:۲ کراچی)

أنه علیه الصلاة والسلام: قنت شهراً یدعو علی قوم من العرب ثم ترکه۔ (البحر الرائق ص:۴۴ ج:۲۔ سعید)۔

هکذا فی منحة الخالق علی البحر الرائق ص:۴۴ ج:۲۔

فجر وظہر کی سنت کے بعد نفل کا حکم

سوال (۱۰۶): کیا نماز فجر وظہر کی شروع کی سنت وفرض کے درمیانی وقفہ میں نفل یا قضاء عمری پڑھ سکتے ہیں۔

محمد خلیل انصاری شاہ گنج

الجواب: حامدًا ومصليًا

فجر کی سنت پڑھنے کے بعد سورج نکلنے تک نوافل کی ممانعت ہے، البتہ قضاء عمری کی گنجائش ہے، ظہر کی سنت پڑھنے کے بعد نوافل وقضاء عمری دونوں کی اجازت ہے، کما ھو مصرح فی کتب الفقہ والفتاویٰ۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) أنّ النوافل غير مختصة بوقت۔ (هنديه ص:۱۵۰ ج:۱)

تسعة أوقات يكره فيها النوافل وما فى معناها لا الفرائض فيجوز فيها قضاء الفائتة، منها: ما بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر كذا فى النهاية والكفاية يكره فيه التطوع بأكثر من سنة الفجر۔ (هنديه ص:۱۰۰ ج:۱) زكريا جديد۔

وفی قاضی خان ص:۴۹ ج:۱، زکریا۔

شامی ص:۴۵ /ج:۲۔ اشرفیہ۔ البحر الرائق:۸۰ ج:۲۔ سعید۔

صاحب ترتیب کا حکم

سوال (۱۰۷): عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا مغرب کی اذان ہوگئی صاحب ترتیب کے لئے کیا حکم ہے؟

محمد خلیل انصاری شاہ گنج

الجواب: حامدًا ومصليًا

پہلے عصر کی نماز پڑھے اس کے بعد مغرب کی چاہے مغرب کی جماعت چھوٹ جائے۔ کمافی الطحطاوی۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

الترتیب بین الفروض الخمسۃ والوتر أداءً و قضاءً لازم۔ (شامی ص:۳۳۰ ج:۲)۔

أشرفیہ۔

(۱) الترتیب بین الفائتہ وبین الوقتیۃ وبین نفس الفوائت مستحق أی لازم لأنہ فرض عملی یفوت الجواز بفوتہ۔ (طحطاوی علی المراقی ص:۴۴۱) دار الکتاب۔

وفی البحر الرائق ص:۸۰ ج:۲ سعید۔

وفی مجمع الأنہر ص:۲۱۴/ج:۱ مکتبہ فقیہ الامت۔ وہندیہ ص ۱۵۴ ج:۱۔

عقد اصابع عند التشہد کا آخر تک بقا افضل ہے یا بسط؟

سوال (۱۰۸): عقد اصابع عند التشہد کا آخر تک بقاء افضل ہے یا کہ اشارہ کرنے کے بعد بسط افضل ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

علامہ سید احمد طحطاوی کی تصریح کے مطابق مفتی بہ قول یہ ہے کہ صرف تشہد کے وقت عقد اور اس سے پہلے اور بعد میں بسط ہونا چاہئے ”والعقد وقت التشہد فقط فلا یعقد قبل ولا بعد وعلیہ الفتویٰ“ (طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۱۴۷)(۱) لیکن ملا علی قاری کی وہ تحقیق جو ”تزیین العبارۃ بتحسین الاشارۃ“ اور علامہ ابن عابدین شامی کی تحقیق جو ”رفع التردد فی عقد الاصابع عند التشہد“ میں ہے اس کے مطابق اشارہ کرنے کے بعد بسط کے بجائے عقد ہی ہونا چاہئے جیسا کہ اس زمانے میں بھی یہی معمول بہا ہے۔

جیسا کہ علامہ بنوری علیہ الرحمہ نے بھی (معارف السنن: ۳/ ۱۰۶) میں اس کی تصریح کی ہے فرماتے ہیں ”ثم بعد الاشارۃ لا یبسط یدہ بل یبقیہا علی ہیئتہ کما حققہ علی القاری فی بعض رسائلہ أی التزیین کذا ابن عابدین فی رسالتہ واستدلالہ باستصحاب الحال حیث لم یثبت عنہ ﷺ بعد

الاشارۃ تغیر ھیئۃ الید لا نفیًا ولا اثباتًا والعمل باستصحاب الحال اذن اولی والشرنبلالیۃ اختار البسط بعد الاشارۃ کما حکاہ عنہ طحطاوی علی المراقی غیر انہ لم یات لہ بدلیل فقال فلا یعقد قبل ولا بعد وعلیہ الفتویٰ اھ'' حاصل جواب یہ کہ دونوں کی گنجائش ہے۔(۲)

الجواب صحیح — بندہ محمد حنیف غفرلہ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۲) (معارف السنن ص ۱۰۶ ج:۳) المکتبہ البنوریّۃ پاکستان۔

(۱) العقد وقت التشھد فقط یعقد قبل ولا بعد و علیہ الفتویٰ۔ (حاشیۃ الطحطاوی ص:۲۷۰) دار الکتاب۔

وفی الشامی ص:۲۶۷ ج:۲ اشرفیہ۔ وفی فتح القدیر ص ۳۷۱۔ ۳۷۲ ج:۱۔ دار احیاء التراث العربی۔

وفی البحر الرائق ص:۳۲۴ ج:۱ سعید۔

قیام کی حالت میں دونوں پاؤں کے درمیان کتنا فاصلہ ہو؟

سوال (۱۰۹): نماز میں قیام میں دونوں پاؤں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہئے سنت طریقہ کیا ہے؟ اگر دونوں پیر کے درمیان دو بالشت سے زیادہ فاصلہ ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟

قیام میں پیروں کے درمیان فاصلہ کچھ اور رہو اور رکوع میں جاتے وقت کچھ اور رہو تو کیا نماز درست ہوگی کہ نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جی نماز درست ہو جائے گی البتہ پاؤں کی انگلیوں کو زمین پر قبلہ رو رکھنا ضروری ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ینبغی أن یکون بینہما مقدار أربع أصابع الید لأنہ أقرب إلی الخشوع۔ (شامی ص: ۱۰۳ ج: ۲)۔ ص: ۴۴۴ ج: ۱۔ کراچی۔

وینبغی أن یکون بین قدمیہ فی حال القیام قدر أربع أصابع مضمومة کذا فی الخلاصة۔ (حلبی کبیری ص ۳۳۹) سہیل اکیڈمی لاہور۔

وفی خلاصة الفتاویٰ ص ۵۵ / ج: ۱) اشرفیہ۔

مصنف عبدالرزاق ص ۱۷۳ / ج: ۲۔ رقم الحدیث: ۳۳۰۸۔ دارالکتاب العلمیہ۔ الکتب العلمیة۔

الفقہ الاسلامی وادلّتہ۔ (ص: ۸۸۱ / ج: ۲)۔ دارالفکر المعاصر۔

رفع یدین وعدم رفع کی تفصیلی بحث اور بیس رکعت تراویح کا مسئلہ

سوال (۱۱۰): نماز میں رفع یدین کرنے والی حدیث صحیح سند سے ہے یا نہ کرنے والی حدیث صحیح سند سے ہے اگر دونوں صحیح سندوں سے ہیں تو تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟

حضور ﷺ سے تراویح کتنی رکعت ثابت ہے آٹھ رکعت کا بھی ثبوت ہے یا نہیں اگر ہے تو صحیح سند ہے یا نہیں؟

جواب حدیث کی صحیح سند سے ہونا چاہئے اور بالتفصیل درکار ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حضور اکرم ﷺ سے رفع الیدین اور ترک رفع دونوں ثابت ہیں، البتہ رفع کی احادیث معنیً متواتر ہیں، جبکہ ترک رفع یدین کی احادیث عملاً متواتر ہیں، یعنی ترک رفع الیدین پر تواتر بالتعامل پایا جاتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ عالم اسلام کے دو بڑے مراکز یعنی مدینہ طیبہ اور کوفہ کے تقریباً سبھی حضرات بلا استثناء ترک رفع الیدین پر عامل رہے ہیں، مدینہ طیبہ کے ترک رفع الیدین پر تعامل کی دلیل یہ ہے کہ علامہ ابن رشد نے بدایۃ المجتہد میں لکھا ہے کہ امام مالک نے ترک رفع الیدین کا مسلک تعامل اہل مدینہ کو دیکھ کر اختیار کیا تھا، اور

اہل کوفہ کے تعامل کی دلیل یہ ہے کہ محمد بن نصر مروزی شافعی تحریر فرماتے ہیں کہ ”ما اجمع مصر من الامصار علی ترك رفع الیدین ما اجمع علیه أهل الکوفة“ اس سے تواتر بالتعامل ثابت ہوتا ہے اس کے باوجود حنفیہ ثبوت رفع کے منکر نہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ ان کے یہاں روایات صحیحہ کی روشنی میں راجح وافضل عدم رفع ہے (یہ بعض حضرات کا غلو ہے جو یہ کہہ دیتے ہیں کہ رفع ثابت ہی نہیں اور ممکن ہے یہ غلو ان بعض غالی حضرات کے جواب میں ہو جو عدم رفع کے ثبوت کے منکر ہیں)۔

جن روایات سے رفع الیدین کا ثبوت ملتا ہے ان کی تعداد اگرچہ بہت ہے لیکن ہم یہاں پر تقابلی مطالعہ کے لئے صرف ایک روایت بطور نمونہ سپرد قرطاس کرتے ہیں جو صحیح بھی ہے اور مشہور بھی، اور اگر یہ کہہ دیا جائے کہ ثبوت رفع پر مایۂ ناز روایت ہے تو کوئی بے جا بات نہ ہوگی وہ روایت یہ ہے ”عن ابن عمر قال رأیت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوة یرفع یدیه حتی یحاذی منکبیه واذا رکع واذا رفع رأسه من الرکوع اللفظ للترمذی واخرجه ایضا الامام البخاری فی صحیحه“ (۱/ ۱۰۲) باب رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع ومسلم فی کتابه (۱/ ۱۶۸) باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین الخ۔

وابوداؤد: (۱/ ۱۶۴) باب رفع الیدین وابن ماجه فی سننه باب رفع الیدین اذا رکع واذا رفع راسه من الرکوع وعلیه الرزاق فی مصنفه۔(۱)

اس روایت کے ثبوت کے ہم منکر نہیں، بلا شبہ اصح مافی الباب ہے، لیکن اس کے باوجود حنفیہ نے اس کو ترجیح نہیں دی، جس کے چند وجوہ ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت اتنی متعارض ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا بہت مشکل ہے جس کی تفصیل ابھی آرہی ہے کہ یہ روایت چھ طرق سے مروی ہے۔

(۲) امام مالک علیہ الرحمہ نے موطاء میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث

ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے "ان رسول الله ﷺ کان اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیه حذو منکبیه واذا رفع رأسه من الرکوع رفعه کذالك أیضا الحدیث "(مؤطاامام مالک: ۵۹ افتتاح الصلوٰۃ) (۲)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں صرف دو مرتبہ رفع مذکور ہے (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت۔ (۲) رکوع سے اٹھتے وقت، اور رکوع میں جاتے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں۔

(۲) صحاح ستہ میں یہی حدیث اس طرح آئی ہے کہ اس میں تکبیر تحریمہ اور رکوع اور رفع من الرکوع تینوں مواقع پر رفع یدین کا ذکر ہے۔

(۳) بخاری ج ۱ ص ۱۰۲ باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین میں بھی ابن عمرؓ کی روایت ہے اس سے چار جگہ رفع یدین کا ثبوت ملتا ہے۔

(۱) تکبیر افتتاح۔ (۲) رکوع۔ (۳) رفع من الرکوع۔ (۴) قاعدہ اولی سے اٹھتے وقت۔

(۴) امام بخاری علیہ الرحمہ نے جزء رفع الیدین میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت ذکر کی ہے اس میں سجدہ میں جاتے وقت بھی رفع الیدین کا ذکر ہے۔

(۵) حافظ بن حجر نے فتح الباری ج ۲ ص ۱۸۵ بحوالہ امام طحاوی ابن عمر کی روایت ذکر کی ہے۔

اس میں "عند کل خفض ورفع ورکوع وسجود وقیام وقعود وبین السجدتین رفع الیدین "کا ذکر موجود ہے وغیر ذلک۔

حضرات حنفیہ کی تائید حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت سے ہوتی ہے "عن علقمة قال قال عبد الله ابن مسعود ؓ الا اصلی بکم صلوۃ رسول الله ﷺ فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرۃ "(ترمذی: ۱/ ۱۳۵، ابوداؤد: ۱/ ۱۰۹)

(۲) حدیث براء بن عازبؓ "ان رسول الله ﷺ کان اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیه الی قریب من أذنیه ثم لا یعود "۔ (ابوداؤد: ۱/ ۱۰۹، طحاوی شریف: ۱/ ۱۱۰،

مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/ ۲۳۶)

اس کے علاوہ حدیث عبداللہ بن عباسؓ ،وعباد بن زبیرؓ ،وجابر بن سمرہؓ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اس باب میں اصل دوروایتوں کا تعارض ہے۔(۱) حدیث عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ۔(۲) حدیث عبد اللہ بن مسعود، اب جب دونوں روایتوں کا تقابل کرتے ہیں تو روایت عبداللہ بن مسعودؓ بچند وجوہ راجح معلوم ہوتی ہے۔

(۱) یہ اوفق بالقرآن ہے کیونکہ ارشاد باری ہے ”قوموا للہ قانتین“ اس کا تقاضا یہ ہے کہ نماز میں حرکت کم سے کم ہو لہٰذا جن احادیث میں حرکت کم ہوگی وہ اس آیت کے زیادہ مطابق ہوگی۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت میں کوئی اضطراب نہیں نہ ان کا عمل اس کے خلاف ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت میں شدید اختلاف ہے اور خود ان کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہے۔

(۳) احادیث کے تعارض کے وقت آثار صحابہ کو فیصل بنایا جاتا ہے اور جلیل القدر صحابہ مثلا حضرت عمر وحضرت علی وحضرت عبداللہ بن مسعود رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہم سے ترک رفع ہی کا ثبوت ملتا ہے ”وغیر ذلك وجوہ کثیرۃ رجحان روایۃ ابن مسعود والعمل بھا“ تفصیل کے لئے ”نیل الفرقدین فی مسئلۃ رفع الیدین“ کا مطالہ کریں۔

حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”فانہ من یعش منکم فسیری اختلاف کثیرا وایاکم ومحدثات الامور فانھا ضلالۃ فمن ادرک ذلك منکم علیہ بسنتي وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضو علیھا بالنواجذ“ (ہذا حدیث حسن صحیح ترمذی شریف: ۱/ ۱۰۸)

”وأیضا قال ﷺ اقتدوا بالذین من بعدی أبی بکر وعمر“ (ترمذی شریف: ۱/ ۲۲۹)

یہ دوروایتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ حضرات صحابہ کا عمل بھی قابل تقلید ہے، اور اگر کسی

عمل کو سارے صحابہ کی تائید حاصل ہو پھر کیا کہنا، اس کے لائق عمل ہونے میں تو پھر کوئی شبہ ہی نہیں، اب اس کے بعد ذرا غور فرمائیں بخاری شریف میں ہے ”عن عبد الرحمن بن عبد القاری قال خرجت مع عمر بن الخطاب لیلة فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسه ویصلی الرجل فیصلی بصلاته الرهط فقال عمر انی اری لو جمعت هولاء علی قاری واحد لکان أمثل ثم عزم فجمعهم علی ابی بن کعب ؓ ثم خرجت معه لیلة اخری والناس یصلون بصلاة قارئهم قال عمر نعم البدعة هذه الخ“ (بخاری شریف: ۱/ ۲۶۹)

اسی وجہ سے ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں کہ تراویح کی نماز بیس رکعت ہے، اسی وجہ سے ابن تیمیہ نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ ”قد ثبت ان ابی ابن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعة فی قیام رمضان ویوتر ثلاثا کثیر من العلماء ان ذلك هو السنة لانه امامهم بین المهاجر والانصار ولم ینکره منکر الخ“ (۲۳/ ۱۱۲، ۱۱۳) ”وقال فی مقام آخر فالقیام بعشرین هو الافضل وهو الذی عمل به اکثر المسلمین“ (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۲/ ۲۷۲)

امام نوویؒ فرماتے ہیں ”ثم استقر الامر علی عشرین فانه المتوارث“ ابن قدامہ مغنی میں لکھتے ہیں ”وهذا کالاجماع“ اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ ”ولکن اجتمعت الصحابة علی ان التراویح عشرون رکعة“۔

باقی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی تحدید وتوقیت مروی نہیں، جیسا کہ ابن تیمیہ نے بھی تصریح کی ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ تراویح کی نماز باجماع صحابہ ومحدثین وائمہ بیس رکعت ہے۔ تفصیل کے لئے رکعات تراویح، مصابیح التراویح، تحقیق التراویح کا مطالعہ فرمائیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب — الجواب صحیح

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی — بندہ محمد حنیف

التعلیق والتخریج

عن ابن عمر قال رأیت رسول الله۔ صلی الله علیه وسلم۔ إذا افتتح الصلاة یرفع یدیه حتی یحاذی منکبیه وإذا رکع وإذا رفع رأسه من الرکوع۔ (اللفظ للترمذی ص۵۹ ج:۱) مختار اینڈ کمپنی۔

وفی بخاری شریف: ص ۱۰۲/ج:۱ یاسر ندیم۔ (وفی المسلم ص:۱۶۸/ج:۱) فیصل۔

وفی ابوداؤد ص ۱۰۴ ج:۱۔ مکتبه بلال۔ وفی ابن ماجه ص:۶۱ ج:۱۔ باب رفع الیدین۔

إذا رکع وإذا رفع رأسه من الرکوع۔ مکتبه ملت دیوبند۔

إن رسول الله۔ صلی الله علیه وسلم۔ کان إذا افتتح الصلاة رفع یدیه حذو منکبیه وإذا رفع رأسه من الرکوع رفعهما کذالك أیضاً الخ۔ (مؤطا امام مالك ص:۲۰۲۔ باب افتتاح الصلاة)۔ الشرکة القدس۔ احقاهره۔

عن علقمة قال قال عبد الله ابن مسعود ألا أصلی بکم صلاة رسول الله۔ صلی الله علیه وسلم۔ فصلی فلم یرفع یدیه إلا فی أوّل مرّة۔ (ترمذی شریف ص:۵۹ ج:۱) ممتاز اینڈ کمپنی (وفی النسائی ص۱۲۰ ج:۱) مکتبه بلال۔ (وفی أبوداؤد ص۱۰۹ ج:۱) مکتبه بلال۔

عن البداء أنّ رسول الله۔ صلی الله علیه وسلم۔ کان إذا افتتح الصلاة رفع یدیه إلی قریب من أذنیه ثمّ لا یعود۔ (أبوداؤد ص:۱۰۹ ج:۱) بلال۔

(وفی طحاوی شریف ص:۱۶۲ ج:۱) یاسر ندیم کمپنی۔

(وفی مصنف ابن ابی شیبه ص:۴۱۴/ج:۲) رقم الحدیث:۲۴۵۵۔ دار قرطبه بیروت۔

بے نمازی کی دعاء قبول نہ ہونے کا مطلب

سوال (۱۱۱): بے نمازی کی دعاء قبول نہیں ہوتی، والدین کی نافرمانی کرنے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی، قطع تعلق اور کینہ رکھنے والے کی دعاء قبول نہیں ہوتی۔ اشکال

یہ ہے کہ اگر ان حضرات کی دعاء قبول نہیں ہوتی تو ان کے دعا مانگنے سے کیا فائدہ جن احادیث میں یہ وارد ہے کہ ان حضرات کی دعا قبول نہیں ہوتی تو اس کی علماء حق کے نزدیک توضیح کیا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بطور زجر و توبیخ ہے تا کہ ترک صلوٰۃ اور والدین کی نافرمانی کی قباحت دل میں اتر جائے۔

الجواب صحیح	فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ محمد حنیف غفرلہ	حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؒ

حالت حیض میں قضاء نماز وقضاء روزہ کے فرق کی تحقیق

سوال (۱۱۲): رمضان المبارک کا روزہ بھی فرض ہے اور نماز بھی فرض ہے تو رمضان المبارک میں کسی کسی عورت کو حیض آجاتا ہے تو روزہ کی قضاء کرنی پڑتی ہے اور نماز معاف کردی گئی ہے، جب دونوں ہی فرائض میں سے ہیں تو ایک کی قضاء اور ایک معاف یہ کیسے ہوا کس وجہ سے ایسا ہے؟ کیا حکمت و مصلحت ہے؟ ذرا مفصل جواب تحریر فرمائیں تا کہ سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ بینوا توجرا۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نماز چوبیس گھنٹے میں پانچ بار پڑھنی پڑتی ہے، سنت، واجب، فرض کو ملا کر ایام حیض کی نمازوں کی مقدار اچھی خاصی ہوجاتی ہے۔ ایک عورت کو گھریلو کام کاج کے ساتھ وقتیہ ہی پڑھنا دشوار ہوجاتا ہے، اگر اس کے ذمہ وقتیہ کے ساتھ ایام حیض کی قضاء بھی ہوتی تو حرج، تنگی، اور دشواری میں پڑ جاتی، جبکہ نص صریح ہے "لیس علیکم فی الدین من حرج" اور اسی وجہ سے فقہاء کا ضابطہ ہے "الضرر یزال" اور "المشقة تجلب التیسیر" اسی وجہ سے نماز کی قضاء نہیں۔ بخلاف روزہ کے اس کی قضاء کی مدت پورا سال

ہے، ایک ماہ میں ایک روزہ بھی رکھے تو اس کی قضاء ہو جائے گی اور اس میں کوئی دشواری نہیں، مزید یہ کہ روزہ عورتوں کے لئے طبعاً سہل ہے بخلاف نماز کے یہ ان پر شاق ہے، اس لئے روزہ کی قضاء واجب ہے، نماز کی نہیں۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) والحيض يسقط عن الحائض الصلاة ويحرم عليها الصوم وتقضي الصوم ولا تقضي الصلوات۔ (ھدایہ ج:۱، ص:۶۳۔ مکتبہ تھانوی دیوبند)۔

البنایہ ج:۱رص:۳۴۔ ۶۳۳۔ دارالفکر۔

يحرم على الحائض والنفساء الصلاة والصوم لكن يسقط فرض الصلوٰة ولا يقضي، ولا يسقط قضاء الصوم بإجماع العلماء ولما روت عائشة رضي الله عنها كنا نحيض عهد رسول الله عليه وسلم۔ فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاة۔ (الفقه الإسلامي وأدلته) ج:۱، ص:۶۲۵۔ دار الفكر۔ المعاصر

حاشیہ ابن عابدین ج:۱رص:۵۳۲۔ اشرفیہ

الضرر یزال، قواعد الفقہ: ص ۸۸۔ دارالکتاب۔

المشقۃ تجلب التیسیر۔ قواعد الفقہ: ۱۲۲۔ دارالکتاب۔

نفل نماز کا ایک مسئلہ

سوال (۱۱۳): اوقات الصلوٰۃ کی کتاب میں نفل نماز ہر مہینہ کا جو لکھا ہے اگر اسے پڑھنا چاہیں تو صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

فرائض وسنن کا اہتمام کریں اور نوافل میں صبح کو سورج نکلنے کے نصف گھنٹہ بعد چار رکعت

اشراق اور دس ساڑھے دس بجے دن میں چار رکعت چاشت اور مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت اوابین اور تہجد کے وقت آٹھ رکعت تہجد یا عشا کے بعد ہی بنیت تہجد دو چار رکعت پڑھ لیا کریں، (۱) لیکن نوافل میں اس کا خیال رہے کہ شوہر کے حقوق ضائع نہ ہوں، اگر نوافل کے وقت شوہر کی کوئی خدمت ہو تو وہ خدمت نفل پر مقدم ہے۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ولأبي حنيفة رحمه الله أنه عليه السلام كان يصلي بعد العشاء اربعاً روته عائشة رضي الله عنها وكان يواظب على الاربع في الضحى. (هدايه ج:۱، ص:۱۴۷. تهانوي ديوبند).

(۲) صاحب الحق كالزوج. الامتناع عن عمل مثل عدم دفعل الزوجة ما يغضب الله أو يغضب الزوج. (الموسوعة الفقهية ج:۸. ص:۱۲) وزارة الاوقات. الكويت.

قرأۃ خلف الامام اور آمین بالجہر کا مسئلہ

سوال (۱۱۴): امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا کیسا ہے؟ اور جہراً آمین کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "من كان له امام فقراءة الامام له قراءة" (۱) اس لئے حنفیہ کے نزدیک قرأۃ خلف الامام مکروہ ہے۔ آمین کے سلسلہ میں روایتیں دونوں طرح کی ہیں، لیکن حنفیہ کے نزدیک "خفض بها صوته" والی روایت راجح ہے۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون. (الأعراف رقم الآية ص۲۰۴).

(۲) ذلك حاله كون المصلى في الصلاة خلف إمام يأتم به وهو يسمع قراءة الإمام. (تفسير الطبرى ص۶۱۳ ج:۵) دار الحديث قاهره.

(۱) عن جابرٍ: أن النبى صلى الله عليه وسلم قال من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة. (سنن الدار قطنى ص:۳۲۵ ج:۱) دار الإيمان. رقم الحديث: ۱۲۳۸.

عن علقمة بن أبي وائل عن أبيه أن النبى صلى الله عليه وسلم قرء غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين وحفض بها صوته. (سنن والترمذى ص:۵۸ ج:۱) باب التامين). مكتبة بلال.

گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۱۱۵): ہاتھ میں گھڑی باندھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

شرعاً گھڑی پہن کر نماز ہو جاتی ہے جس طرح اگر تلوار گلہ میں لٹکی ہوئی ہو تو نماز ہو جاتی ہے گھڑی بھی اوقات نماز جاننے کا ذریعہ ہے محمود کا ذریعہ بھی محمود ہوا کرتا ہے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) بقى الكلام فى بند الساعة الذى يربط ويعلقه الرجل بزر ثوبه والظاهر أنه كبند الساعة الذى يربط به. (شامى ص:۵۱۰ ج:۹، زكريا).

ثم قيامه والسيف يساره. (نور الإيضاح مع الطحطاوى ص۵۱۵) دار الكتاب.

ولا يكره في المنطقة حلقة جديدٍ ونحاسٍ وعظيمٍ إذا لم يرد بها التزيين۔ (شامی ص:۳۶۰ ج:۶، کراچی)۔

البحر الرائق ص:۱۹۰ ج:۸ ۔سعید۔

نماز میں لقمہ کے لئے تین تسبیح کے بقدر خاموش رہا، کیا حکم ہے؟

سوال (۱۱۶): دوران نماز امام صاحب تین آیت سے زائد پڑھنے کے بعد بھول گیا، بعدہ لقمہ کے منتظر رہے اور یہ مقدار تین تسبیح کے بقدر سے زائد رہا، لقمہ نہ ملنے پر اعادہ شروع کر دیا، پھر اس جگہ پہونچ کر ویسا ہی ہوا جیسا کہ سابق میں ہوا تھا مطلب دونوں وقفہ ملکر پانچ یا چھ تسبیح سے زائد وقفہ رہا جواب طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں نماز ہوئی یا واجب الاعادہ ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں نماز واجب الاعادہ ہے، اس لئے کہ ایک رکن (رکوع) کے ادا کرنے میں تین تسبیح سے زائد تاخیر ہوئی۔ اس سے متعلق قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر امام تین آیت کے بقدر پڑھنے کے بعد بھولا ہے کہ جس کے بعد رکوع کر دینا مناسب تھا تو امام کو رکوع کر دینا چاہئے تھا، اگر اتنی مقدار سے پہلے ہی بھول گیا تو اس کو چاہئے کہ دوسری سورت جو یاد ہو پڑھ دے وہیں اٹکا نہ رہے، امام کے لئے بھولی ہوئی جگہ کو بار بار پڑھنا مکروہ ہے۔

بخلاف فتحه على امامه فانه لا يفسد مطلقا لفاتح وآخذ لكل حال، قوله لكل حال، اى سواء قرأ الامام قدر ما تجوز به الصلاة او لا انتقل الى آية اخرى أم لا تكرر الفتح ام لا هو الاصح. تنبيه: يكره ان يفتح من ساعته كما يكره للامام ان يلجأه اليه بل ينتقل الى آية اخرى لا يلزم من وصلها ما يفسد الصلوٰة او الى سورة اخرى او يركع اذ قرأ قدر الفرض كما جزم به الزيلعي وغيره، وفى رواية قدر المستحب كما رجحه

الکمال بأنه الظاهر من الدلیل (شامی ج ۱ ص ۴۱۸)(۱) فلو اتم القرأة فمکث متفکرا سهوا ثم رکع الخ وسجد للسهو (۲) (شامی ج ۱ ص ۳۵ فلا سجود فی العمل، قیل الا فی اربع الخ وتفکر عمدًا حتی شغله عن رکن (شامی ج ۱ص ۴۹۷)(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ص: ۴۱۸/ ج: ۱ نعمانیہ۔

(۲) شامی: ج: ۱ ص: ۴۶۹۔ کراچی۔

(۳) شامی: ج: ۲ ص: ۸۰۔ کراچی۔

والثالثة: تفکره عمداً حتی شغله عن رکن۔ (مراقی الفلاح علی نور الإیضاح ص: ۴۶۲۔ دار الکتاب مع الطحطاوی)۔

البحر الرائق ص: ۹۱/ ج: ۲۔ سعید۔

میت کی متروکہ نماز کے فدیہ کا حکم

سوال (۱۱۷): ایک شخص کا انتقال ہوگیا، اس کے چھ دنوں کی نماز چھوٹ گئی، از روئے شرع اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟ اس کا کفارہ کیا اور کتنا ادا کرنا پڑے گا؟ جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بلا وصیت میت اور بلا مال چھوڑے ورثاء کے ذمہ روزہ نماز کے کفارہ کی ادائیگی واجب نہیں ہے، البتہ تبرعا اس کی نمازوں کا کفارہ دیدے تو درست ہے اور بہت اچھا ہے، امید ہے کہ اللہ پاک اس کفارہ کی وجہ سے اس کے گناہوں کو معاف کردے۔ شریعت

میں ایک نماز کا کفارہ انگریزی وزن سے پونے دوکلو گیہوں ہے۔ دن رات میں وتر کے ساتھ کل چھ نماز شمار کی جائیں گی، لہٰذا صورت مسئولہ میں چھ دنوں کی چھوٹی ہوئی نماز کا کفارہ ترسٹھ کلو گیہوں ہوئے۔ اختیار ہے چاہے گیہوں دیدے یا اس کی قیمت دیدے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) لو مات وعلیہ صلوات فائتة وأوصى بالكفارة. يعطى لكل صلوٰة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر.

(شامی ج:۲ص:۷۲۔ ایچ ایم سعید کراچی)۔

البحرالرائق ج:۲ص:۹۰۔سعید کراچی۔

ہندیہ ج:۱ص:۲۸۴۔زکریا۔جدید۔دیوبند۔

باب الاذان والاقامۃ

اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

سوال (۱۱۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا پڑھنا کیسا ہے اگر کوئی ہاتھ اٹھا کر دعا پڑھے تو وہ شریعت کی نظر میں کیسا ہے بعض حضرات ہاتھ اٹھا کر دعا پڑھنے والوں پر اعتراض کرتے ہیں ان کے اعتراض کی کیا حیثیت ہے وضاحت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

اذان کے بعد بلا رفع یدین دعا مانگنا افضل ہے علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی اذان کی دعا میں عدم رفعِ یدین کو مسنون قرار دیا ہے کذا فی فیض الباری ج ۲ ص ۱۶۷ (۱)

المسنون فی هذا الدعاء أن لا ترفع الأيدی لانه لم يثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع الخ اور یہی حضرت تھانوی قدس سرہ کی تحقیق ہے (۲) لہٰذا دعاء ماثورہ بلا رفع یدین پڑھنا چاہئے اور جو لوگ عدم رفع یدین پر اعتراض کرتے ہیں ان کا اعتراض محتاج دلیل ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) المسنون فی هذا الدعاء أن لا ترفع الايدی لأنّه لم يثبت عن النبی۔ صلى الله عليه وسلم رفعها۔ (فیض الباری: ۳۱۴ ج: ۲۔ باب الدعائ عند الندائ) دار الکتاب بیروت۔

(۲) وكذا فی إمداد الفتاویٰ ص ۱۰۳ ج: ۱ زکریا بک ڈپو قدیم نسخہ۔

وكذا فی فتاوىٰ محمودیّة ص: ۲۳۲ ج: ۵ مکتبہ شیخ الإسلام۔

أحسن الفتاویٰ: ص: ۲۹۸ ج: ۲ زکریا۔

اقامت (تکبیر) میں حیعلتین پر دائیں بائیں گھومنے کا مسئلہ

سوال (۱۱۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ تکبیر میں حیعلتین پر دائیں بائیں گھومنا چاہیئے یا نہیں تفصیل کے ساتھ مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

اقامت میں بھی مثل اذان کے حیعلتین پر دائیں بائیں گھومنا مسنون ہے چونکہ فقہاء اقامت کو مثل اذان لکھتے ہیں اور جو مواقع اختلاف ہیں ان میں محققین فقہاء نے تحویل وجہ کو ذکر نہیں فرمایا بلکہ تحویل وجہ میں اقامت کو مثل اذان کے قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ شامی لکھتے ہیں والاقامۃ کالاذان فیما مر الخ در مختار واراد بما مر احکام الاذان العشرۃ المذکورۃ فی المتن وھی سنۃ للفرائض وانہ یعاد ان قدم علی الوقت وانہ یبدء باربع تکبیرات وعدم الترجیع وعدم اللحن والترسل والالتفات والاستدارۃ وزیادۃ الصلوٰۃ خیر من النوم فی اذان الفجر وجعل اصبعہ فی اذنیہ ثم استثنی من العشر ثلاثۃ احکام لا تکون فی الاقامۃ فابدل الترسل بالحدر والصلوٰۃ خیر من النوم بقد قامت الصلوٰۃ وذکر انہ لا یضع اصبعیہ فی اذنیہ فبقیۃ الاحکام السبعۃ مشترکۃ الخ (ردالمحتار ج۱ ص ۳۶۰)

اسی طرح علامہ حلبی نے بھی اپنی جامع مانع کتاب کبیری میں اقامت میں حیعلتین پر گھومنے کو سنت متوارثہ قرار دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں ویحول وجھہ یمینًا عند حی علی الصلوٰۃ وشمالا عند حی علی الفلاح فی الاذان والاقامۃ لانہ یخاطب بھما الناس فیواجھھم وھو المتوارث کبیری ج۱ ص ۳۶۰

صاحب در مختار علامہ علاؤ الدین الحصکفی نے بھی اپنی متداول کتاب الدر المنتقی میں اس کی تصریح کی ہے فرماتے ہیں (ویحول وجھہ) فیھما کذا جزم بہ

المصنف ؒ وتبعه فی البحر تبعًا للقنیه الدر المنتقی علی هامش مجمع الانهر ج۱ص ۷۶

اسی طرح فتاوی عالمگیری سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ویستقبل بهما القبلة وترك الاستقبال جائز ویکره کذا فی الهداية واذا انتهی الصلوة والفلاح حول وجهه یمینًا وشمالًا وقدماه علی مکانهما سواء صلی وحده او مع الجماعة وهو الصحیح الخ (عالمگیری ج۱ص ۵۶)

اسی طرح حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ نے بھی اس کو مسنون قرار دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں التفات یمین ویسار جیسا اذان میں مسنون ہے ویسا ہی اقامت میں اور ایسے ہی بچہ کے کان میں ویلتفت فیه و کذا فیها مطلقًا الخ (امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۱۰۸ بحوالہ شامی ج۱ص ۲۵۹)

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے بھی راجح اور معمول بنانے کے لائق اسی کو قرار دیا ہے لہٰذا من احیی سنتی عند فساد امتی فله اجر مأة شهید کی بشارت کی رو سے تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سنت کو زندہ کرنے کی سعی کریں اور یہ سعی بھی حدود شرعیہ میں رہ کر ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

تکبیر مقتدی کھڑے ہو کر سنیں یا بیٹھ کر؟

سوال (۱۲۰): تکبیر مقتدی کھڑے ہو کر سنیں یا بیٹھ کر؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے جیسا کہ عالمگیری (۱؍۵۷) (۱) اور بدائع الصنائع (۲) (۱؍۲۰۰) پر مذکور ہے کہ امام اگر جانب غرب سے مسجد میں داخل ہو مثلاً جدار قبلہ میں یا اس

کے آس پاس حجرہ ہو یا دروازہ ہو تو جوں ہی امام پر نظر پڑے سب کھڑے ہو جائیں اور اگر امام مقتدی کی پشت کی طرف سے آئے مثلاً حوض یا وضو خانہ سے تو امام جس جس صف پر پہونچتا جائے صف کھڑی ہوتی جائے یہاں تک کہ جب امام مصلیٰ پر پہونچے تو سارے مقتدی کھڑے ہو چکے ہوں ان دونوں صورتوں میں تکبیر کھڑے ہو کر سنے، تیسری صورت یہ ہے کہ امام محراب کے قریب ہو مثلاً عصر کی نماز پڑھا کر کتاب سنانا شروع کر دے یا وعظ شروع کر دے اور سارے مقتدی اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں حتیٰ کہ مغرب کا وقت آجائے، اذان ہو اس کے بعد تکبیر ہو تو جب مکبر حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح پر پہونچے تب سارے لوگ کھڑے ہوں صرف اس صورت میں تکبیر کا کچھ حصہ بیٹھ کر کچھ کھڑے ہو کر سننا ہے نیز کتب فقہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد تک نہ بیٹھا رہے لہٰذا اگر شروع اقامت ہی سے کوئی کھڑا ہو جائے تو بھی کوئی حرج نہیں ۔ یہ سب مسائل درمختار اور اس کی شرح طحطاوی میں ج ا ص ۲۱۵ پر مذکور ہیں ۔ نیز امام محمدؒ نے کتاب الصلوٰۃ میں اس کی تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص شروع اقامت سے کھڑا ہو جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا لاحرج کوئی حرج نہیں ۔ نیز حضرات فقہاء نے اس کو نہ واجبات میں شمار کیا ہے نہ سنن مؤکدہ میں بلکہ ہلکا سا مستحب ہے۔

حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دور مبارک میں صحابہ کرام پہلے سے صف بستہ کھڑے ہو جاتے تھے حالانکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حجرہ مبارکہ میں تشریف فرما ہوتے اس پر آپ نے فرمایا کہ جب تک میں حجرہ سے باہر نہ آجاؤں تم لوگ کھڑے نہ ہوا کرو پھر یہ معلوم ہو گیا تھا کہ صحابہ کرام صف بنا کر بیٹھ جاتے اور مؤذن کی نگاہ حجرۂ شریفہ پر رہتی جونہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف آوری کے لئے پردہ ہٹاتے مؤذن کھڑا ہو کر تکبیر شروع کر دیتا اور تمام صحابہ کھڑے ہو جاتے جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مصلی پر پہنچتے تو سارے صحابہ کو صف بستہ کھڑا ہوا پاتے یہ صورت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو مصلیٰ پر تشریف فرما ہوں اور سارے صحابہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہیں اور مکبر تنہا کھڑا ہو کر تکبیر کہے اور جب وہ حی علی الصلوٰۃ پر پہنچے تب سارے صحابہؓ

کھڑے ہوتے ہوں۔(بذل المجہود ۱؍۳۰۷)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) إن كان المؤذن غير الإمام وكان القوم مع الإمام في المسجد فإنه يقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن حي على الفلاح عند علمائنا الثلاثة وهو الصحيح فأما إذا كان الإمام خارج المسجد فإن دخل المسجد من قبل الصفوف فكلما جاوز صفا قام ذلك الصف وإليه مال شمس الأئمة الحلواني والسرخسي وشيخ الإسلام خواهير زاده وإن كان الإمام دخل المسجد من قدامهم يقومون كما رأوا الإمام. (ہندیہ ص ۵۷ ج:۱، مکتبہ رشیدیہ)

(۲) وکذا في البدائع الصنائع ص ۲۰۰۔۲۰۱؍ج:۱۔دار الکتاب العربی بیروت۔(وزکریا بک ڈپو ص ۴۶۸؍ج:۱)۔ (۳) وفي بذل المجهود ص ۳۶۴۔۴۶۵؍ج:۳۔مرکز الشیخ أبي الحسن الندوي)۔

تلاوت کے وقت اگر اذان شروع ہو جائے تو کیا کرے؟

سوال (۱۲۱): اذان ہوتے وقت کوئی تلاوت کرتا ہے تو قطع کردے یعنی قرآن نہ تلاوت کرے اور اذان کا جواب دے۔ اگر کوئی اذان کا جواب نہ دے تلاوت کرتا رہے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بہتر یہ ہے کہ تلاوت بند کر کے اذان کا جواب دے کما فی الدر المختار ص ۳۹۶ لیکن اگر کسی نے تلاوت نہ بند کیا تو بھی کوئی مضائقہ نہیں کما فی کتب الفقہ۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ولا ینبغی أن یتکلم السامع فی خلال الأذان والإقامة، ولا یشتغل بقراءة القرآن، ولا بشيءٍ من الأعمال سوی الإجابة، ولو کان فی القراءة ینبغی أن یقطع یشتغل بالاستماع والاجابة، کذا فی البدائع ولا بأس بأن یشتغل بالدعاء عند الإقامة۔ (الهندیة ج:۱ص:۱۱۴ زکریا، بدائع الصنائع ج:۱ص ۳۸۳ زکریا)۔

ومن سمع الأذان فعلیه أن یجیب وان کان جنباً لأن اجابة الأذان لیس بأذان ولهذا لا یشترط استقبال القبلة فی مجموع النوازل قال شمس الأئمة الحلوانی الإجابة بالقدم لا باللسان حتی لو أجاب باللسان ولم یمش إلی المسجد لا یکون مجیبا ولو کان فی المسجد حین سمع الأذان لیس علیه الاجابة حتی لو کان فی قراءة القرآن فی المسجد لا یترک القراءة ان سمع الأذان۔ (خلاصة الفتاویٰ ج:۱ص:۵۰۔ اشرفیه دیوبند)۔

من سمع الأذان وقول الشامی: (بخلاف قران) لأنه لا یفوت، "جوهرة" ولعله؛ لان تکرار القراءة انما هو لأجر فلا یفوت بالإجابة، بخلاف التعلیم؛ فعلی هذا لو یقرأ تعلیماً أو تعلّماً لا یقطع۔ (الدرمع الشامی ص:۸۱ ج:۲ اشرفیه)

ولا یشتغل بشیء سوی الإجابة، ولو کان السامع یقرأ یقطع القراءة ویجیب۔ (البحر الرائق ج:۱ص:۲۵۹) سعید۔

واذا سمع المسنون ای الأذان وهو مالا لحسن فیه ولا تلحین أمسك حتی عند التلاوة لیجیب المؤذن ولو فی المسجد۔ (حاشیة الطحطاوی ص۲۰۲، دار الکتاب دیوبند)۔

فاسق کی اذان کا حکم

سوال (۱۲۲): فاسق کی دی ہوئی اذان کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

فاسق کی دی ہوئی اذان کا اعادہ ضروری نہیں ہے۔ یکرہ اذان الفاسق ولا یعاد۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۵۴)(۱) حاصله انه يصح اذان الفاسق وان لم يحصل به الاعلام اى الاعتماد على قبول قوله فى دخول الوقت. (شامی ج ۱ ص ۲۶۳)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) متن العبارة: الهندية ج:۱، ص:۱۱۰۔ زكريا۔

ويكره اذان الفاسق ولا يُعاد أذانه لحصول المقصود به۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية ص:۱۴۵۔ ج:۲۔ زكريا)۔

(۲) الشامي ج:۲ ص:۶۰۔ اشرفيه۔

وكره اذان الفاسق والصبي، ويعاد أذان الصبي دون الفاسق۔ (مجمع الأنهر ج:۱ ص:۱۱۸، فقيه الأمة ديوبند)۔

وصرح بكراهة أذان الفاسق ولا يعاد۔ (فتح القدير ج:۱ ص:۲۲۰۔ دار إحياء التراث العربي لبنان۔

کیا اذان کھڑے ہو کر سننا چاہئے؟

سوال (۱۲۳): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اذان کے کلمات جب کان میں پڑیں تو

سننے والوں کو کھڑا ہو جانا چاہئے اور کھڑے ہو کر اذان کو سننا چاہئے کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

محض زبان سے جواب دینے کے لئے کھڑا ہونا نہ مستحب اور نہ مسنون ہے نہ کھڑے ہو کر اذان سننا مسنون ہے البتہ اذان سن کر نماز کی تیاری کے لئے کھڑا ہو جانا مستحب ہے۔ ويندب القيام عند سماع الاذان (قال ابن عابدين) قلت ويحتمل بالقيام الاجابة بالقدم وقد اخرج السيوطي عن ابي نعيم في الحلية بسند فيه مقال اذا سمعتم النداء فقوموا فانها عزيمة من الله قال شارحه المناوي اي اسعوا الى الصلاة۔ (شامی ج ا ص ۲۶۶) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) شامی: ج: ۲ / ص: ۸۳۔ اشرفیہ۔

وفي القنية: سمع الأذان وهو يمشي فالأولى ان يقف ساعة ويجيب۔ (البحر الرائق ج: ا ص: ۲۶۰ سعید)۔

وكذا في الهندية ج: ا / ص: ۱۱۴۔ زکریا۔

واذا سمعه وهو يمشي فالأولى أن يقف ويجيب۔ حاشية الطحطاوي ص: ۲۰۲۔ دار الکتاب۔

کیا اذان کے وقت تلاوت بند کر دے؟

سوال (۱۲۴): ایک شخص مسجد میں تلاوت کرتا ہے اذان شروع ہوگئی تو کیا تلاوت بند کر کے اذان کا جواب دے یا تلاوت کرتا رہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

تلاوت کرنے والا تلاوت کو بند کر کے اذان کا جواب دے۔ اذا سمع المسنون منه اي الاذان وهو مالا لحن فيه امسك حتى عن التلاوة ليجيب

المؤذن ولو فی المسجد وھو الافضل. (۱) (مراقی الفلاح ص ۱۳۵ کذافی البدائع ج ۱ (۲) ص ۱۵۵ والہندیہ ج ۱ ص ۵۷) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) مراقی الفلاح ص ۲۰۲، دار الکتاب۔

(۲) وکذافی بدائع الصنائع ص ۳۸۳ ج:۱، زکریا۔

(۳) وکذافی الہندیہ ص ۱۱۴ ر ج:۱، زکریا۔

کیا اذان واقامت کی ولایت بانیٔ مسجد کو حاصل ہے؟

سوال (۱۲۵): بعض لوگ کہتے ہیں کہ اذان واقامت کی ولایت بانیٔ مسجد کو حاصل ہے وہ جب مناسب سمجھے اذان دلوائے اور جتنے فاصلہ سے چاہے اقامت کہلوائے کیا یہ بات صحیح ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر بانیٔ مسجد مستحب اوقات کی رعایت کرتا ہے تو اذان واقامت کی ولایت بانیٔ مسجد کو حاصل ہے۔ ولانہ الاذان والاقامۃ لبانئ المسجد مطلقًا و کذا الامامۃ لو عدلًا (الدر المختار ج ۱ ص ۲۶۸) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار ص ۶۵ ر ج:۱، دار الکتاب۔

ویستحب أن یکون المؤذن عدلاً، لانہ أمین علی المواقیت.... ویصح أذان

الفاسق مع الکراھة الموسوعة الفقھیة.... ص۳۶۸ ج:۲۔

وأھلیة الأذان تعتمد معرفة القبلة والعلم بمواقیت الصلاة الخ۔ (عالمگیریہ

صس۵۹ ج:۱، رشیدیہ)۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ ۔(ص ۷۰۹ ج ۱:) ۔دار الفکر المعاصر۔

کیا اقامت میں بھی حیعلتین پر تحویل مسنون ہے؟

سوال (۱۲۶): تکبیر کہتے وقت حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہتے وقت سر دائیں اور بائیں پھیرنا چاہئے یا نہیں؟ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ مستحب ہے لہٰذا اس کی وضاحت فرمائیں۔مولوی نعمان احمد مظاہریؔ

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اقامت میں بھی اذان کی طرح حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح پر تحویل وجہ یمینًا ویسارًا مسنون ہے۔ کذا صرح بہ العلامة الحلبی ویحول وجھہ یمینًا عند حی علی الصلوٰۃ وشمالًا عند حی علی الفلاح فی الاذان والاقامة لانہ یخاطب بھما الناس فیواجھھم وھو المتوارث الخ (کبیری ص ۳۶۰ (۱))وھکذا فی سکب الانھر فی شرح ملتقی الابحر علی ھامش مجمع الانھر ج۱ ص۷۶)(۲) ویحول وجھہ فیھما کذا جزم بہ المصنف وتبعہ البحر تبعًا للقنیة یمنة ویسرةً عند حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح الخ (وفی الفتاویٰ الھندیہ ج۱ ص۵۶)(۳) ویستقبل بھما القبلة ولو ترک الاستقبال جاز. ویکرہ کذا فی الھدایة واذا انتھی الی الصلوٰۃ والفلاح حول وجھہ یمینًا وشمالًا وقدماہ مکانھما سواء صلی وحدہ او مع الجماعة وھو الصحیح حتی قال الذی یؤذن للمولود ینبغی ان یحوّل وجھہ یمنةً ویسرةً عندھا تین

الكلمتين. هكذا في المحيط.

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ بھی تحویل وجہ کو مسنون تحریر فرماتے ہیں کذا فی امداد الفتاویٰ ج ا ص ۱۰۸ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن نور اللہ مرقدہ مفتی دارالعلوم دیوبند نے بھی اسی کو راجح و معمول بہا بنانے کے قابل قرار دیا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) کبیری ص ۳۷۴ سہیل اکیڈمی لاہور۔

(۲) مجمع الأنہر: ج:ا/ص: ۱۱۵ فقیہ الامۃ دیوبند۔

(۳) متن الفتاویٰ الہندیۃ ج:ا ص: ۱۱۳۔ زکریا۔

ویلتفت یمینا شمالا بالصلوٰۃ والفلاح ۔(النہر الفائق ج:ا ص: ۱۷۴ زکریا دیوبند)۔

ويلتفت يمينا ويسارا بصلاة وفلاح ولو وحده أو لمولود. (شامی ج:۲/ص:۶۶ اشرفیہ)۔

ويستحب أن يحول وجهة يمينا بالصلوٰة ويسارا بالفلاح ولو كان وحده في الصحيح لأنه سنة الأذان. (حاشیۃ الطحطاوی ص ۱۹۷ ادارالکتاب دیوبند)

کیا نسبندی کرانے والے کی اذان درست ہے؟

سوال (۱۲۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے نسبندی کرائی ہے اور ایک عرصہ سے مسجد میں مؤذن اور مکبر ہے کچھ شرپسند مقتدیوں کا کہنا ہے کہ نسبندی کرانے والے کی اذان اور تکبیر درست نہیں ہے اور اس امر پر جونپور کے ایک عالم کا فتویٰ بھی حاصل کرلیا ہے، سائل غریب آدمی ہے اور کثیر العیال بھی ہے اور اس نے بطور احتیاط ڈاکٹر عبدالحلیم صاحب سے نسبندی کرالیا ہے ایسی صورت میں فتویٰ صادر فرمایا

جاوے کہ کیا نسبندی کرانے والے کی اذان وتکبیر درست ہے یا نہیں ہے؟ تقریباً ۸ سال پہلے زید نے نسبندی کروالیا تھا اب وہ اپنی غلطی پر نادم ہے اور توبہ کرلیا ہے، امید کہ شرع کی روشنی میں جواب مرحمت فرمایا جائے گا۔ المستفتی حافظ پیار محمد

الجواب: حامدًا ومصليًا

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ ليؤذن لكم خياركم وليؤمكم قرائكم (رواه ابوداؤد ج ا ص ۹۴ مشکوٰۃ شریف ج ا ص ۱۰۰) (۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جولوگ بہتر ہیں انہیں اذان دینی چاہئے، اور تم میں سے جولوگ تعلیم یافتہ ہوں انہیں تمہاری امامت کرنی چاہئے، اسی وجہ سے حضرات فقہاء نے لکھا ہے کہ ویستحب ان یکون المؤذن صالحًا ای متقیًا فی الدین مراقی (۲) الفلاح ج ا ص ۱۰۶۔ مستحب یہ ہے کہ مؤذن صالح یعنی متقی ہو اور بلا جبر و اکراہ خوشی سے نسبندی کرانا حرام ہے لا تقتلوا اولادکم خشیة (۳) املاق اور مرتکب حرام فاسق ہے ومرتکب الحرام فاسق۔ (طحطاوی ص ۲۷) اور فاسق کی اذان مکروہ ہے، ویکرہ اذان جنب الی ان قال وفاسق (۴) (تنویر الابصار ج ا ص ۲۶۳) اور فاسق اگر توبہ کرلے تو پھر کراہت ختم ہوجائے گی، ونظیرہ فی باب السلام ولا یسلم علی الشیخ الممازح والکذاب الی ان قال او یطیر الحمام ما لم تعرف توبتہم وظاہر قولہ ما لم تعرف توبتہم ان المراد کراہة السلام علیہم فی غیر حالة مباشرة المعصیة الخ. (ردالمحتار (۵) ج ا ص ۴۱۴) مطلب المواضع التی یکرہ فیہا السلام وقال تبارک وتعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ (قرآن حکیم) واما التائب فمعفوٌ من الله تعالیٰ البتة فضلًا منه لا وجوبًا علیه سواء کان شرکا او غیرہ من الصغائر والکبائر ہٰذا ہو مذہب اہل السنة والجماعة. (تفسیرات احمدیہ ص ۱۰۹) (۶)

حاصل کلام یہ ہے کہ شخص مذکور نے توبہ کرلی ہے تو اس کی اذان اب جائز ہے اذان دے سکتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ابو داؤد ج:۱رص:۸۷، بلال دیوبند۔

مشکوٰۃ شریف ص:۱۰۰رملت دیوبند۔

(۲) مراقی الفلاح: حاشیۃ الطحاوی ص ۱۹۷ دار الکتاب دیوبند۔

(۳) قرآن الکریم: بنی اسرائیل:۳۱۔

(۴) تنویر الأبصار: مشامی ج:۲رص:۱۵۷ اشرفیہ۔

(۵) الشامی: ج:۲رص:۴۵۲۔ اشرفیہ۔

(۶) تفسیر أحمدیہ: ص ۱۸۹۔ اشرفیہ دیوبند۔

اقامت کے وقت مقتدی کب کھڑے ہوں؟

سوال (۱۲۸): زید کہتا ہے کہ مقتدیوں کو حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا چاہئے اس سے پہلے کھڑا ہونا درست نہیں اور جو کھڑا ہو جاتا ہے اس کو بٹھا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ فقہ حنفی کے اندر بھی ایسا ہی لکھا ہے جیسا کہ طحطاوی کے اندر ہے کہ اس سے قبل کھڑا ہونا مکروہ ہے کیا یہ صحیح ہے، نیز مقتدی کو کس وقت کھڑا ہونا چاہئے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ مذکورہ کو بعض حضرات نے اپنا مخصوص شعار قرار دے لیا ہے اور اس پر اتنا زور دیتے ہیں کہ جس کی حد نہیں حتی کہ طعن و تشنیع، سب وشتم، پر آمادہ ہو جاتے ہیں حالانکہ حدیث پاک میں آیا ہے "سباب المسلم فسق وقتاله كفر" (مشکوٰۃ شریف)(۱)

مگر بعض حضرات ان چیزوں کو آلۂ طہارت سمجھتے ہیں اور بسا اوقات آبروریزی پر اتر آتے ہیں۔ حالانکہ فخر دو عالم ﷺ کا اس کی حرمت کے سلسلہ میں ارشاد موجود ہے فرمایا کل مسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ. (۲)

کتب فقہ کے تتبع اور اس پر نظر بصیرت ڈالنے کے بعد مسئلہ کی یہ نوعیت ظاہر نہیں ہوتی تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر امام نماز پڑھانے کے لئے سامنے سے آئے مثلاً جدار قبلہ میں یا اس کے آس پاس کوئی حجرہ ہو دروازہ ہو وہاں سے آئے تو فقہاء نے لکھا ہے جیسے ہی امام پر نظر پڑے سب کھڑے ہو جائیں اور اگر امام مقتدیوں کی پشت کی طرف سے نماز پڑھانے آتا ہے مثلاً مسجد کے مشرقی جانب میں حوض ہے یا وضو خانہ ہے وہاں سے آئے تو امام جس جس صف پر پہونچتا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے یہاں تک کہ امام صاحب جب اپنے مصلیٰ پر پہونچیں تو تمام مصلی کھڑے ہو چکے ہوں۔

اور اگر امام صاحب محراب کے قریب ہوں مثلاً عصر کی نماز پڑھا کر کسی کتاب کے سنانے یا وعظ وتقریر میں مصروف ہو گئے تا آنکہ مغرب کی نماز کا وقت آگیا اور تمام نمازی اپنی اپنی جگہ عصر کے بعد مغرب تک بیٹھے رہے اور اذان کا وقت آگیا اذان ہوئی تو اس صورت میں سب بیٹھے رہیں اور جب مکبر حی علی الصلوٰۃ اور ایک قول کے مطابق حی علی الفلاح پر پہونچے تب سب کھڑے ہو جائیں نیز یہ بھی کتب فقہ میں مذکور ہے کہ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد تک نہ بیٹھا رہے لہٰذا اگر شروع اقامت سے ہی کھڑا ہو جائے تو بھی کوئی حرج نہیں یہ مسائل درمختار اور اس کی شرح طحطاوی وغیرہ میں مذکور ہیں۔

ومن الادب القیام ای قیام القوم والامام ان کان حاضرا بقرب المحراب حین قیل ای وقت قول المقیم حی علی الفلاح لانہ امر بہ فیجاب وان لم یکن حاضرًا یقوم کل صفٍ حین ینتھی الیہ الامام فی الاظھر (مراقی الفلاح ص ۱۵۱) وفی الطحطاوی علی مراقی الفلاح تحت قولہ یقوم کل صف الخ (۳)

وفی عبارۃ بعضهم فکلما جاوز صفًا قام ذلك الصف الخ وان دخل من قدامهم قاموا حین رأوہ ص ۱۵۱ وهكذا فی البحر ج ۱ ص ۳۰۴ والقيام حين قيل حی علی الفلاح لانه امر به فيستحب المسارعة اليه اطلقه فشمل الامام والماموم ان كان الامام بقرب المحراب والا فيقوم كل صف ينتهي اليه الامام وهو الاظهر وان دخل من قدام وقفوا حين يقع بصرهم عليه الخ (هٰکذا فی بدائع الصنائع للعلامة الكاسانی. ج ۱ ص ۱۰۰ و ج ۱ ص ۲۰۱)(۴)

اور حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا جو اوپر مطلب بیان کیا گیا ہے بحر الرائق کی درج ذیل عبارت سے بھی وہی مفہوم ہوتا ہے فرمایا والقيام حين قيل حی علی الفلاح لانه امر به فيستحب المسارعة اليه (بحر الرائق ج ۱ ص ۳۰۴) اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا اس لئے افضل ہے کہ لفظ حی علی الفلاح میں کھڑے ہونے کا امر ہے اس لئے قیام میں مسارعت کرنی چاہئے۔

اس لئے معلوم ہوا کہ جن حضرات نے حی علی الفلاح یا قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کو مستحب فرمایا ہے ان کے نزدیک استحباب کا مطلب یہ ہے کہ اس امر کے بعد بیٹھا رہنا خلافِ ادب ہے نہ کہ یہ اس سے پہلے کھڑا ہو جانا خلافِ ادب ہے کیونکہ پہلے کھڑے ہونے میں تو اور زیادہ مسارعت پائی جاتی ہے۔ نیز امام محمدؒ نے کتاب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ میں نے امام اعظمؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص بیٹھا رہتا ہے اور حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہوتا ہے اس کا کیا حکم ہے جواب دیا کوئی حرج نہیں۔

پھر میں نے پوچھا ایک شخص شروع اقامت سے کھڑا ہو جاتا ہے کیا حکم ہے فرمایا لا حرج اس میں بھی کوئی حرج نہیں اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ کی اتنی اہمیت نہیں جتنی اہمیت بعض علاقوں میں دیدی گئی ہے بلکہ ہلکا سا مستحب اور ادب قرار دیا ہے جس سے اور بھی اہمیت کم معلوم ہوتی ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور مبارکہ میں حضرات صحابۂ کرام رض پہلے سے صف بستہ کھڑے ہوجاتے تھے حالانکہ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف بھی نہیں لاتے جیسا کہ مسلم شریف ج ا ص ۲۲۰ میں یہ روایت موجود ہے۔(۵)

عن ابی هريرةؓ يقول اقيمت الصلوٰة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل ان يخرج الينا رسول الله ﷺ.

اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب تک میں حجرہ سے باہر نہ آجاؤں تم لوگ کھڑے نہ ہوا کرو جیسا کہ یہ روایت مسئلہ مبحوثہ عنہا کے سلسلہ میں استدلالاً صاحب بدائع نے بھی ذکر کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ **فان كان اى الامام خارج المسجد لا يقومون مالم يحضر لقول النبى ﷺ لا تقوموا فى الصف حتى ترونى.** (بدائع الصنائع ج ا ص ۲۰۰) نیز اس روایت کی تخریج امام بخاری علیہ الرحمہ نے بھی بخاری جلد اول ص ۸۸ **باب متى يقوم الناس اذا رأو الامام عند الاقامة** کے تحت کی ہے۔(۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد پاک **لا تقوموا حتى ترونى** کے بعد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ معمول بن گیا تھا کہ جب مسجد میں آتے تو صف لگا کر بیٹھ جاتے اور مؤذن کی نظر حجرہ شریفہ کی طرف رہتی جونہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف آوری کے لئے پردہ اٹھایا اور مؤذن نے دیکھا فوراً کھڑے ہوکر تکبیر شروع کردی اور تمام صحابہ رض کرام کھڑے ہوجاتے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصلی پر پہونچتے تو سب کو کھڑا ہوا پاتے چنانچہ اس روایت کی تخریج علامہ زرقانی نے شرح مؤطا میں بھی کی ہے۔ **ان بلالاً كان يراقب خروج النبى ﷺ فاوّل ما يراه يشرع فى الاقامة قبل ان يراه غالب الناس فثم اذا رأوه قاموا فلا يقوم مقامه حتى تعتدل صفوفهم.** یہ صورت نہیں تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو مصلی پر تشریف فرماہیں اور سب صحابہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہیں اور مکبر تنہا کھڑا ہوکر تکبیر کہے اور جب حی علی الصلوٰۃ پر مکبر پہونچے تب سب حضرات کھڑے ہوں یہ تفصیل بذل المجہود

شرح ابی داؤد میں بھی موجود ہے۔ فلیراجع لتفصیل زائد۔(۷)

اور طحطاوی کی جس عبارت سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے۔ **واذا اخذ المؤذن فی الاقامة ودخل رجل فانه یقعد ولا ینتظر قائمًا کما فی المضمرات قهستانی طحطاوی** ص۱۵۱۔

اس عبارت کا جو مفہوم مراد لیا گیا ہے وہ اس جگہ مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ امام کے آنے سے قبل مؤذن نے اقامت شروع کردی اس وقت کوئی آدمی آیا تو اس کو چاہئے کہ بیٹھ جائے کھڑے ہوکر انتظار نہ کرے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ امام موجود ہو اور تکبیر کہی جارہی ہو اس وقت کوئی آئے تو اس کو کھڑا رہنا مکروہ ہے چونکہ یہ مفہوم احادیث کے بھی خلاف ہے نیز فقہ حنفی کی دوسری معتمد ومتداول کتابوں کی تصریح کے بھی خلاف ہے جیسا کہ اس کی تفصیل ما سبق میں گذر چکی ہے۔ نیز علامہ طحطاوی نے بھی درمختار کی شرح میں وہی تفصیل بیان کی ہے جو دوسری کتب فقہ میں مذکور ہے۔ تو کیسے ہم کہہ دیں کہ مصنف علیہ الرحمہ کی مراد اس عبارت سے مفہوم اول ہے نیز مفہوم اول تمام متون وشروح حنفیہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے قابل ترک ہے۔ امید ہے کہ اس تفصیل سے تمام شکوک زائل ہوجائیں گے اور مسئلہ منقح ہوکر سامنے آجاوے گا۔ نیز حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ نے بھی اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے جی چاہ رہا تھا کہ استبراکاً اسے نقل کردوں مگر خوفِ طوالت کی وجہ سے اس کو ترک کردیا ہے صحیح طلب والے اگر دیکھنا چاہیں تو دیکھ لیں۔(امداد الفتاویٰ جلد ا ص ۱۱۹)(۸)

واللہ الموفق للصواب وهو یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

الجواب صحیح ولنعم ما قیل

بندہ عبدالحلیم عفی عنہ

التعلیق والتخریج

(۱) سباب المسلم فسوق: (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۱ رج: ۲) مکتبہ ملت دیوبند۔

(۲) کل مسلم علی المسلم: (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۲ رج: ۲) مکتبہ ملت دیوبند۔

(۳) ومن الأدب القیام أی قیام القوم والإمام.... (حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص۲۷۷) دار الکتاب دیوبند۔

(۴) القیام حین قیل حيّ علی الفلاح لأنه أمر به فیستحب المسارعة الیه أطلقه.... (البحر الرائق ص۳۰۳)۔ سعید (وفی البدائع الصنائع ص۲۰۰ ۔ ۲۰۱ ج:۱) دار الکتاب العربیه بیروت۔

(۵) عن أبی هریرة رضی الله عنه یقول أقیمت الصلاة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل أن یخرج إلینا رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ (مسلم شریف ص۲۲۰ ج:۱، یاسر ندیم اینڈ کمپنی)۔

(۶) فان کان أی الإمام خارج المسجد لا یقومون مالم یحضر لقول النبی صلی الله علیه وسلم۔ لا تقوموا فی الصف حتی ترونی۔ (البدائع الصنائع ص۲۰۰ ج:۱) دار الکتاب العربیه بیروت۔ (وذکر هذا الحدیث فی بخاری شریف: ص۸۸ ج:۱)، کتب خانه اشاعت الإسلام۔

(۷) إن بلالاً کان لا یقیم حتی یخرج النبی۔ صلی الله علیه وسلم أخرجه مسلم... إن بلالاً کان براقب خروج النبی۔ صلی الله علیه وسلم فأول ما یراه یشرع فی الاقامة قبل ان یراه غالب الناس، ثم إذا رأوه فاموفلا یقوم فی مکانه حتی تعدل صفوفهم۔ (بذل المجهود ص۳۰۶) مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی۔ (وکذا فی عمدة القاری ص۲۱۳ ج:۴) زکریا۔

(۸) وکذا فی امداد الفتاویٰ ص ۱۸۴ رج: ۱) زکریا بک ڈپو قدیم نسخہ۔

دو مسجدوں میں اذان دینے والا نماز کہاں ادا کرے

سوال (۱۲۹): ایک شخص ایک مسجد میں اذان دیتا ہے فجر کی اور وہی شخص اس مسجد میں اذان دینے کے بعد دوسری مسجد میں اذان دے کر وہیں نماز پڑھاتا ہے، تو آیا اس شخص کو پہلی مسجد میں نماز پڑھنا چاہیئے یا دوسری مسجد میں اور اگر دونوں میں پڑھنا جائز ہے تو آیا کس مسجد میں اس کے لئے نماز پڑھنا افضل ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مؤذن کو چاہئے کہ جس مسجد میں اذان دے اسی مسجد میں نماز بھی ادا کرے اس لئے کہ افضل یہ ہے کہ مؤذن ہی مکبر ہو" **والافضل ان یکون المؤذن المقیم**" (الفتاوی الہندیہ (۱) ج ۱ ص ۵۴) لیکن دوسری مسجد میں اگر کوئی مؤذن نہ ہو تو یہی مؤذن وہاں بھی اذان دے سکتا ہے البتہ ایسی صورت میں مسجد ثانی میں نماز ادا کرے اس لئے کہ مسجد اول میں نماز پڑھنے کے بعد مسجد ثانی میں اسی مؤذن کا اذان دینا مکروہ ہے۔

"ویکرہ ان یؤذن فی مسجدین۔ الکراھة مقیدة بما اذا صلی فی الاول، کما فی البحر طحطاوی علی الدر المختار ج۱ ص ۱۸۹۔ ویکرہ ان یؤذن فی مسجدین لانه یکون فی احدھما داعیًا الی مالا یفعل اھل کبیری ص ۳۶۱۔ لانه اذا صلی فی المسجد الاول یکون متنفلًا بالاذان فی المسجد الثانی والتنفل بالاذان غیر مشروع ولان الاذان للمکتوبة وھو فی المسجد الثانی یصلی النافلة فلا ینبغی ان یدعو الناس الی المکتوبة وھو لا یساعدھم فیھا اھ (بدائع الصنائع (۲) رد المحتار (۳) ج ۱ ص ۲۶۸)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ ص ۵۴ / ج: ۱ رشیدیہ۔

(۲) بدائع الصنائع ص ۳۷۵ / ج: ۱، زکریا۔

حلبی کبیری ص: ۳۲۶ دار الکتاب۔

(۳) الدر المختار ص ۶۵ / ج: ۱، دار الکتاب۔

شامی ص ۲۶۸ / ج: ۱ نعمانیۃ۔

حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کی تحقیق

سوال (۱۳۰): کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ احقر نے ایک کتاب میں پڑھا جس کے بارے میں راقم نے عالمگیری کا حوالہ دیا تھا وہ اس طرح سے ہے کہ اقامت (تکبیر) کے وقت اقامت کہنے والے کے سوا اوروں کا کھڑا ہونا خلافِ سنت ہے سب کو بیٹھے رہنا چاہئے اور جب مکبر "حی علی الفلاح" کہے اس وقت امام اور تمام مقتدیوں کو نماز کے لئے کھڑا ہونا چاہئے اور اگر تکبیر کے وقت بھی کوئی آجائے تو وہ بھی بیٹھ جائے (عالمگیری) کیا یہ حوالہ درست ہے یا نہیں؟ اس میں کچھ تبدیلی کی گئی ہے۔

اس مسئلہ کے بارے میں صحیح کیا ہے حنفی مسلک کے مطابق مفصل جواب دینے کی زحمت کریں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

عالمگیری میں اقامت کے وقت کھڑے ہونے اور نہ ہونے کی جو تفصیل ہے وہ بعینہٖ بلفظ سپرد قرطاس ہے، بنظر غائر اس کا مطالعہ فرمائیں اس کے بعد خود فیصلہ فرمالیں کہ عالمگیری کے حوالہ سے بیان کردہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں "ان کان المؤذن غیر الامام وکان القوم مع الامام فی المسجد فانہ یقوم الامام والموتم اذا قال حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثۃ وھو الصحیح فاما اذا کان الامام

خارج المسجد فان دخل من قبل الصفوف فکلما جاوز صفا قام ذلك الصف والیہ مال شمس الائمۃ السرخسی وشیخ الاسلام خواھر زادہ وان کان الامام دخل المسجد من قدامھم یقومون کما رأو الامام ولا یقومون مالم یدخل المسجد" (عالمگیری: ۱/ ۵۷)(۱)

مذکورہ بالا عبارت میں جو تفصیل بیان کی گئی ہے اس سے تین شکلیں نکلتی ہیں۔

(۱) امام ومقتدی مسجد میں ہوں مثلاً عصر کی نماز ادا کی اس کے بعد امام صاحب اپنی جگہ پر بیٹھے رہے اور سارے نمازی اپنی جگہ پر رہیں امام صاحب نے وعظ شروع کیا تا آنکہ مغرب کا وقت ہوگیا مؤذن نے اذان دی اس کے بعد اقامت شروع کر دی تو جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہونچے تو سارے حضرات (امام ومقتدی) کھڑے ہو جائیں عالمگیری کے علاوہ دوسری فقہی کتابوں میں یہ بھی ہے کہ اس صورت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد تک نہ بیٹھا رہے لہٰذا اگر کوئی شخص شروع اقامت سے ہی کھڑا ہو جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

(۲) امام مسجد میں نہ ہو خارج مسجد ہو اور ٹھیک جماعت کے وقت مقتدیوں کی پشت کی طرف سے آئے مثلاً حوض یا وضو خانہ۔ اس صورت میں جس صف پر پہونچتا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے یہاں تک کہ جب امام مصلی پر پہونچے تو سارے مقتدی کھڑے ہو چکے ہوں۔

(۳) امام نماز کے لئے مقتدیوں کے سامنے سے آئے مثلاً جدارِ قبلہ میں یا اس کے آس پاس حجرہ ہو یا دروازہ ہو وہاں سے آئے تو جوں ہی امام پر نظر پڑے سب کھڑے ہو جائیں اس مسئلہ کی جو تفصیل عالمگیری میں ہے یہی تفصیل ملک العلماء علامہ علاء الدین الکاسانی نے اپنی بے نظیر کتاب بدائع الصنائع (۲) میں بیان کی ہے ملاحظہ ہو: ۱/ ۲۰۰۔ اسی طرح علامہ علاء الدین الحصکفی نے بیان کی ہے: ۱/ ۲۱۵ درمختار۔ (۳) اور یہی تفصیل تنویر الابصار میں ہے۔ اور یہی تفصیل علامہ شرنبلالی نے بیان کی ہے "مراقی الفلاح ص ۱۵۱ اور "بذل المجھود فی حل ابی داوٗد" (۴) میں بھی قدرے بیان ہے ج ۱ ص ۳۰۷۔ نیز امام محمد علیہ الرحمہ نے کتاب الصلوٰۃ

میں لکھا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص شروع اقامت سے کھڑا ہو جاتا ہے کیا حکم ہے فرمایا کوئی حرج نہیں۔لیکن ''مضمرات'' کے حوالے سے عالم گیری میں ہی ایک جزئیہ یہ بھی ہے کہ'' اگر کوئی آدمی اقامت کے وقت مسجد میں داخل ہوتو کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے، اسکو چاہئے کہ بیٹھ جائے اور مؤذن جب ''حی علی الفلاح'' پر پہنچے تو وہ کھڑا ہو جائے (عالمگیری ۱/ ۵۷) لیکن یہ جزئیہ بہ چند وجوہ قابل ترک ہے:

(۱) تمام متون وشروح میں اس جزئیہ کا تذکرہ کہیں نہیں۔(۲) ''حی علی الفلاح'' سے پہلے کھڑے ہونے کو مکروہ و برا سمجھنا اور برا کہنا ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں۔ (۳) مذہب حنیفہ کی مستند روایات عالمگیری بدائع تنویر الابصار درمختار مراقی الفلاح کے حوالہ سے گذر چکی ہیں جس کو شمس الائمہ سرخسی اور دوسرے ائمہ حنفیہ نے اختیار کیا ہے حنفیہ کی کتابوں کے متون، شروح وفتاویٰ کی کتابوں میں بجز مضمرات کی روایت کے جس کو ''طحطاوی'' نے نقل کیا ہے اور عالمگیری میں بھی ہے کسی نے پہلے کھڑے ہونے کو مکروہ نہیں کہا۔(۴) حضور ﷺ وصحابہ وتابعین کے تعامل سے ابتداء اقامت میں کھڑا ہونا ثابت ہے یہاں تک کہ شروع اقامت سے کھڑے ہونے کو حضرت سعید ابن مسیب واجب فرماتے ہیں۔(۵) ''حی علی الفلاح'' کے وقت کھڑے ہونے کو حضرات فقہا ادب میں شمار کرتے ہیں اور آداب کے بارے میں علامہ علاء الدین الحصکفی لکھتے ہیں ترکہ **لا یوجب اساءۃ ولا عتابا کترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل**۔ ادب وہ ہے کہ جس کا ترک نہ موجب معصیت ہو اور نہ موجب عتاب ہو جیسے سنت زوائد کا چھوڑنا کہ یہ موجب عتاب نہیں، البتہ اس کا کرنا بہتر ہے۔(طحطاوی (۵): ۱۰۵) غرضیکہ ادب جب سنت زوائد کی طرح ہے تو پھر اس کے ترک کو مکروہ کہنا کہاں تک درست ہے۔اور اگر بالفرض تسلیم بھی کرلیں تو یہ حکم شکل اول سے متعلق ہے یعنی مقتدی اور امام دونوں مسجد میں ہوں جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے لیکن شکل اول کے متعلق کر کے کراہت کا قول پھر قابل اشکال ہے اس لئے کہ یہ ادب کے قبیل سے ہے حاصل کلام یہ ہے کہ مضمرات کی روایت چنداں معتبر نہیں اس لئے کہ یہ جزئیہ تمام

متون وشروح کے خلاف ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ ص ۵۷ ج:۱۔ رشیدیۃ۔
عن أنسٍ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفوا صفوفکم فإن تسویۃ الصفوف من إقامۃ الصلاۃ۔ (رواہ الإمام البخاری فی صحیحہ رقم الحدیث: ۷۱۴۔ ص: ۱۰۰ ج:۱)

(۲) ثم إن دخل الإمام قدام الصفوف فکلما رأوہ قاموا لأنہ لما دخل المسجد قام مقام الإمامۃ وإن دخل من وراء الصفوف فالصحیح أنہ کلما جاوز صفاً قام ذلک الصف۔ (بدائع الصنائع ۱/۴۶۸۔ زکریا)۔
والقیام حین قیل حی علی الفلاح خلافاً لزفر إن کان الإمام لیقرب المحراب وإلا فیقوم کل صف ینتہی إلیہ الإمام علی الأظہر۔ (الدر المختار ص: ۷۳ ج:۱۔ أشرفیہ)

(۳) ترکہ لا یوجب إساءۃ ولا عتاباً کترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ أفضل۔ (الدر المختار ص: ۷۲ ج:۱، اشرفیۃ)۔

(۴) بذل المجہود ص: ۶۰۸ ج: ۳۔ مرکز الشیخ۔

(۵) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۲۷۸۔ دار الکتاب۔

اذان کے لئے یا دوران نماز اطلاعی گھنٹی بجانے کا حکم

سوال (۱۳۱): مسجد میں مستقل کوئی موذن باتنخواہ نہیں ہے ایک صاحب ہیں جو اکثر اوقات فی سبیل اللہ اذان دیدیا کرتے ہیں ان کے نہ رہنے پر دوسرے لوگ بھی

اذان دیدیتے ہیں اور مسجد کے اندر گھڑی بھی موجود ہے امام صاحب مسجد کے حجرہ میں بیٹھ کر اور گھنٹی بجا کر لوگوں کو اذان کہنے کا اشارہ کرتے ہیں اذان کہنے میں دیر ہوجاتی ہے تو بہت زور سے دیر تک گھنٹی بجاتے رہتے ہیں جس سے مسجد میں شور برپا ہوجاتا ہے اور اذان دلوانے کے لئے گھنٹی بجانے کا ایسا اہتمام کرتے ہیں کہ کبھی امام صاحب مسجد کے صحن میں کھڑے ہوتے ہیں اور اذان کہنے والے بھی موجود ہوتے ہیں لیکن امام صاحب اپنی زبان سے اذان کہنے کو نہیں کہتے بلکہ کمرہ میں جا کر گھنٹی بجا کر اذان کہنے کا حکم کرتے ہیں اس طور پر کبھی ٹھیک اذان کے وقت باہر سے آتے ہیں اور مسجد میں داخل ہوکر سیدھے کمرہ میں جا کر گھنٹی بجا کر اذان کہنے کا حکم دیتے ہیں اذان دلوانے کے بارے میں امام صاحب کے گھنٹی بجانے کا عمل کیسا ہے؟

امام صاحب فرض نماز پڑھ کر فوراً اپنے حجرہ میں چلے جاتے ہیں اور سارے مقتدی اپنی بقیہ نمازیں سنت ونفل ووتر وغیرہ پڑھتے رہتے ہیں کہ اسی درمیان امام صاحب گھنٹی بجا کر اپنے شاگرد طلبہ کو حجرے میں بلاتے ہیں اس سے نمازیوں کو بقیہ نماز میں پوری کرنے میں خلل پڑتا ہے امام صاحب کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

امام صاحب کے لئے یہ فعل موزون نہیں ہر وہ فعل جو نمازی کی نماز میں مخل ہو ممنوع ہے حتی کہ حضرات فقہاء ایسے موقعہ پر جہراً قرآن پاک کی تلاوت وتسبیح وغیرہ سے بھی منع فرماتے ہیں۔(۱)

التعليق والتخريج

(۱) الاسرار أفضل (في الذكر) حيث خيف الرياء أو تأذى المسلمين أو القيام والجهراً فضل حيث فلا مما ذكر۔ (شامی كتاب الحظر والإباحة ص۳۵۸ ج:۶۔ کراچی)

الإخفاء أفضل عند خوف الرياء والإظهار أفضل عند عدم خوفه وأولى منها

لقول بوتقديمِ الإخفاء على الجهر فيما إذا خيف الرياء أو كان فى الجهر تشويش على نحو مصل أو نائمٍ أو قادئٍ أو مشتغل بعلمٍ شرعي۔ (تفسير روح المعانى ص:۲۰۸ ج:۵ سورة الأعراف الاية: ۵۵)

وهذان أحاديث اقتصنت طلب الإسرار والجمع بيهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال۔ (سباحة الفكرِ فى الذكر بالجهرِ ص۲۸ المطبوعات الإسلامية فتاویٰ جمہوریہ ص:۶۵۹ ر ج: ۵ ـ مکتبہ شیخ الاسلام۔

اذان کے وقت تلاوت کا حکم

سوال (۱۳۲): اذان ہوتے وقت کوئی تلاوت کرتا ہے تو قطع کردے اور اذان کا جواب دے اگر کوئی اذان کا جواب نہ دے تلاوت کرتا رہے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

بہتر یہ ہے کہ تلاوت بند کر کے اذان کا جواب دے۔ (کما فی الدر المختار: ۱/ ۳۹۶) (۱) لیکن اگر کسی نے تلاوت بند نہیں کیا تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ كما فى كتب الفقه

التعليق والتخريج

(۱) ويجيب من سمع الأذان ولو جنباً لاحائضاً ونفساء.... بخلاف قرآن: وفى الشامية لأنه لا يفوت صوهرة ولعله لأن تكرار القراءة إنما هو للأجر فلا يفوت بالإجابة۔ (الدر المختار مع الشامي ص:۳۹۶ ج:۱۔ كراچی)

ہکذا فی البحر الرائق ص:۴۵۱ ر ج:۱۔ رشیدیہ۔

فيقطع قراءة القرآن لو كان يقرء بمنزله ويجيب لو آذان سجده وو بمسجدٍ لا۔ (شامی مع الدر المختار ص:۳۹۸ ج:۱۔ كراچی)۔

ہکذا فی: الفتاویٰ الہندیہ ص ۵۷ ر ج: ۱۔ رشیدیہ۔

موذن کی آذان کی عدم درستگی پر ترک جماعت کا حکم

سوال (۱۳۳): اگر مسجد میں نماز جمعہ یا کسی وقت کی دوسری نماز یں اس مسجد کے امام کے پیچھے پڑھنا اس لئے ترک کردیں کہ اس مسجد سے مؤذن کی آذان کے کلمات صحیح نہیں ہیں تو کیا درست اور جائز ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا اس کے نزدیک نہ پڑھنے کی وجہ صرف یہی ایک بات ہے کہ مؤذن اذان صحیح نہیں دیتا یا کوئی ذاتی عداوت بھی ہے؟ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) المرءة إذا أذنت يعاد أذانها وإن لم يعيدوا جاز يحتمل جواز الصلاة بغير أذانٍ. (الفتاوىٰ التاتارخانيه ص:۱۴۵ ج:۱. زكريا).

إذا تركوا الأذان والإقامة يكره لهم. (بدائع الصنائع ص:۳۷۰ ج:۱، زكريا).

ويكره أداء المكتوبة بالجماعة في المسجد بغير أذان وإقامة. (الفتاوىٰ الهندية ص:۵۴ ج:۱. رشيدية).

فتاویٰ قاضی خان ص: ۷۵/ج:۱۔ دار الکتب العلمیۃ۔

آذان کی عدمِ درستگی پر امام کی اقتداء کا حکم

سوال (۱۳۴): اگر کسی مسجد میں امام مؤذن الگ الگ ہوں اور مؤذن صحیح اور صاف طریقہ پر آذان نہ پکارتا ہو تو کیا اس مسجد کے امام کی اقتداء میں ہماری نماز ادا نہ ہوگی؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

امامت اوراذان دونوں دو چیزیں ہیں اگر امام سنت کے مطابق صحیح طریقہ سے نماز پڑھاتا ہے تو اس کی ادائیگی میں کیا شبہ ہے؟ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ویکرہ اداء المکتوبات بالجماعة فی المسجد بغیر أذان وإقامةٍ. (الفتاویٰ الهندیة ص:۵۴ ج:۱. رشیدیة).

فتاویٰ قاضی خان ص:۷۵ ج:۱. دارالکتب العلمیة.

إذا ترکوا الأذان والإقامة یکره لحم. (بدائع الصنائع ص:ق۴۷۰ ج:۱ زکریا).

یحتمل جواز الصلاة بغیر آذانٍ. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ص:۱۴۵ ج:۱، زکریا).

عن أبی یوسف وأبی حنیفة: صلوا فی الحضر الظهر أو العصر بلا أذان ولا إقامة أخطئوا السنة. (البحر الرائق ص:۲۵۵ ج:۱. سعید).

کلمات آذان کی عدمِ درستگی پر اذان کا حکم

سوال (۱۳۵): اگر کوئی مؤذن آذان کے کلمات اور واضح طور پر نہ ادا کرسکے تو کیا اذان نہیں ہوگی؟ اور کیا بغیر دوبارہ آذان کے نماز درست نہیں ہوگی۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بہتر یہ ہے کہ ایسا مؤذن مقرر کیا جائے جو آذان کے کلمات صحیح ادا کرسکے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لیؤذن خیارکم ولیؤمکم قرائکم۔ (سنن أبی داؤد ص:۸۷ ج:۱۔ باب من أحق بالإمامة)۔

فاتفقوا علی أن الخطأ فی الإعراب لا یفسد مطلقاً۔ (شامی ص:۶۳۱ ج:۱۔ کراچی)

ومستحب أن یکون المؤذن صالحاً أی متقیاً عالماً بالسنة فی الأذان۔ (حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص:۱۰۷ دار الکتاب)۔

ویکره التلحین وهو التطریب والخطأ فی الاعراب۔ (مراقی الفلاح علی نور الایضاح مع الطحطاوی ص۱۹۹ دار الکتاب)۔

ہکذا فی الفتاویٰ الہندیہ ص ۵۷ ج:۱۔رشیدیہ۔

مسجد میں اذان دینے کی تفصیل

سوال (۱۳۶): پنج وقتہ یا خطبہ جمعہ کی اذان مسجد میں دینا کیسا ہے؛ جواب باحوالہ مطلوب ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اذان خواہ پنج وقتہ ہو یا خطبہ جمعہ کی اندرون مسجد دینا جائز ہے، بلکہ اذان خطبہ جمعہ کا ممبر کے سامنے ہونا یہی سنت ہے، اور اسی پر تمام لوگوں کا عمل رہا ہے۔ کما فی الھدایہ: (۱) واذا صعد الامام المنبر جلس واذن المؤذنون بین یدی المنبر بذالك التوارث الخ (ج ا ص ۱۵۱) کیونکہ اذان سے مقصود اعلام اطلاع اور تبلیغ صوت ہے اور مسجد کے اندر یا کسی نیچی جگہ میں لاؤڈ اسپیکر وغیرہ پر اذان دینے سے بہر حال یہ مقصد یعنی رفع صوت حاصل ہو جاتا ہے، لہٰذا کوئی کراہت نہیں۔

کما فی اعلاء السنن: (۲) واعلم ان الاذان لا یکره فی المسجد

مطلقا کما فهم بعضهم من بعض العبارات الفقهية وعمومه هذا الاذان اى الاذان بين يدى الخطيب بل مقيدا بما اذا كان المقصود اعلان الناس غير حاضرين الى قوله فى الجلابى انه يوذن فى المسجد او ما فى حكمه لا فى البعيد عنه قال الشيخ قوله فى المسجد صريح فى عدم كراهة الاذان فى داخل المسجد وانما هو خلاف الاولى اذا مست الحاجة الى الاعلان البالغ وهو المراد بالكراهة المنقولة فى بعض الكتب. فافهم (ج ۸ ص ۴۹، ہکذا فی فتاوی دار العلوم ج ۱ ص ۹۸)

مسجد کے اندر اور مسجد کے باہر اذان دینا برابر رسول اللہ ﷺ سے اب تک جاری ہے خطبہ کی اذان مسجد کے اندر ہوتی ہے اور باقی نمازوں کے اذان مسجد سے باہر اور مسجد کے اندر جائز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پنج وقتہ اور خطبہ جمعہ کی اذان مسجد کے اندر دنیا شرعاً جائز اور درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ہدایہ ج:۱ ص:۱۷۱۔ تھانوی، دیوبند۔

(۲) اعلاء السنن ج:۸ ص:۶۹۔ امدادیہ۔ ادارۃ القرآن۔ پاکستان۔

وإذا جلس على المنبر أذن بين يديه وأقيم بعد تمام الخطبة بذلك جرى التوارث. (هنديه ج:۱، ص:۱۴۹۔ رشيديه پاكستان۔

(۳) فتاویٰ دار العلوم ج:۵ ص:۱۲۰۔ مکتبہ دار العلوم دیوبند۔

اذان ومؤذن سے متعلق چند مسائل

سوال (۱۳۷): (۱) مؤذن کا بغیر وضو کے اکثر اذان دینا کیسا ہے؟

(۲) مؤذن پر اگر غسل واجب ہو تو اس کی اذان کا کیا حکم ہے؟

(۳) مؤذن اگر محلوق اللحیہ ہو تو اس کی اذان کا کیا حکم ہے؟

(۴) فجر کی اذان اگر وقت سے تین یا پانچ منٹ قبل دے دی گئی ہو تو وہ واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟

(۵) بلا عذر شرعی اگر موذن اذان بیٹھ کر دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) اذان ذکر اعظم ہے، اس کی عظمت کے پیش نظر فقہاء نے باوضو اذان دینے کو باعث ثواب کہا ہے۔ البتہ بغیر وضو کے اذان بلا کراہت جائز ہے، لیکن اس کی عادت بنالینا اچھا نہیں ہے، اس لئے باوضو اذان دینا چاہئے۔

(۲) حالت جنابت میں اذان مکروہ تحریمی ہے، اس کا اعادہ مستحب ہے۔

(۳) ڈاڑھی منڈوانے یا کتروانے والا فاسق ہے، اس لئے اس کی اذان مکروہ تحریمی ہے۔

(۴) وقت سے پہلے دی گئی اذان کا اعادہ ضروری ہے۔ تقدیم الاذان علی الوقت فی غیر الصبح لا یجوز اتفاقا وکذا فی الصبح عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمهما الله وان قدم یعاد فی الوقت وعلیه الفتوی (۱) (عالمگیری ج۱ص ۵۳، بدائع ج۱ص ۱۵۴) (۲)

(۵) بلا عذر شرعی بیٹھ کر اذان دینا مکروہ تحریمی ہے، اس کا اعادہ مستحب ہے۔ ویکرہ آذان جنب واقامته واقامة محدث لا اذانه واذان امرأة وفاسق وسکران وقاعد الخ ویعاد اذان جنب. زاد القهستانی والفاجر

والراکب والقاعد والماشی والمنحرف عن القبلة (شامی ج۱ص ۲۶۳)(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) تقدیم الأذان علی الوقت الخ۔ (الفتاویٰ العالمگیریه) ج:۱ ص:۵۳۔ رشیدیه پاکستان۔

(۲) بدائع الصنائع ج:۱ص: ۱۵۴۔ دار الکتاب العربی بیروت۔

(۳) ویکرہ اذان جنب الخ۔ (شامی ج:۱ص:۳۹۲۔ سعید کراچی۔

حاشیة الطحطاوی ص:۱۰۰۔ دار الکتاب۔



باب القرأة وزلة القاری

سبعہ کی قرأت سے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

سوال (۱۳۸): سبعہ کی قرأت سے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز تو ہو جائے گی لیکن بہتر نہیں بروایۃ حفصؒ مشہور قرأت کرنی چاہئے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) قراءة القراء بالقراءات السبع والروايات كلها جائزة ولكني أرىٰ الصواب أن لا يقرأ القراءة العجيبة بالامالات والروايات الغريبة. (الفتاوىٰ الهندية ص۱۳۶ ج:۱) زکریا۔

وقراءة القراء بالقراءات السبع والروايات كلها جائزة ولكني ارىٰ الصواب ان لا يقرأ بالقراءة العجيبة بالإمامات با لروايات العربية لأن بعض الناس، يتعجبون، وبعضهم يتفكرون، وبعضهم يخطئون وبعض السفهاء يقولونه مالا يعلمونه الخ. (الفتاوىٰ التاتارخانيه ص۴۲ ج:۲، زکریا)

القرائۃ الذی تجوز به الصلاة بالاتفاق... نمافوق السبعة إلى العشرة غير شاذ وانما الشاذ ماالداء العشرة وهو الصحيح. (ردالمحتار ص۴۶۸ ج:۱) کراچی۔

الیس ھٰذا بالحق کے بعد نعم کہہ دیا نماز ہوئی یا نہیں؟

سوال (۱۳۹): امام نے نماز کی حالت میں وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى

النَّارِ" اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ کے بعد نعم کہہ دیا نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز فاسد ہوگئی۔ قال اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قالوا نعم وقرأ وَ يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ" اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قالوا نعم تفسد صلاته لان "بلی" اذا ذكر عقيب النفي يراد به النفي والتصديق فى الاثبات "ونعم" يكون تصديقًا فى النفي. (الفتاوی الخانیہ ج ۲ ص ۱۵۳)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

اعلم الكلمة الزائدة اما أن تكون فى القرآن اولا (الى قوله) فان غيرت افسدت مطلقا نحو وعمل صالحا وكفر، فلهم اجرهم الخ. (شامی ص ۶۳۲ ج:۱، کراچی)۔

ان غيرت المعنى ووجدت فى القران نحو ان يقرأ والذين امنوا وكفروا بالله ورسوله اولئك هم الصديقون (الى قوله) تفسد صلاته بلا خلاف۔ (فتاوىٰ عالمگیری جدید ص۱۳۸ ج:۱)

ان تكون الكملة الزائدة موجود فى القران وانه على تسمين ان كان لا غير المعنى لا تفسد صلاته، فإن كان يغير المعنى تفسد صلاته بلا خلاف..الخ. (تاتارخانية ص۱۰۳ ج:۲) جديد.

(۱) فتاویٰ قاضی خان، ص:۱۳۸ ج:۱۔ دار الکتاب العلمیہ بیروت۔

قرأت کی ایک غلطی اور اس کا حکم

سوال (۱۴۰): اگر امام نے جمعہ کی نماز میں لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ" وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ" فَيَغْفِرُ لِمَنْ

يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کے بجائے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بھول سے پڑھ دیا تو نمازِ جمعہ ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز جمعہ ہوگئی کما فی الفتاویٰ الهندیہ ج۱ ص۸۰ ومنها ذكر كلمة مكان كلمة على وجه البدل ان كانت الكلمة التى قرأها مكان كلمة يقرب معناها وهى فى القرآن لا تفسد صلاتهٗ(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) (ہندیہ ص۸۰ ج:۱ مکتبہ رشیدیہ پاکستان۔

وكر كلمة مكان كلمة على وجه البدل وإنه على وجهين أيضاً. الأوّل أن يوجد الكلمة التى هى بدل فى القرآن، وأنّه على قسمين، الأوّل أن يوافق البدل المبدل فى المعنى: نحو أن يقرأ "الفاجر مكان "الأثم" فدى قوله "طعام الأثيم" والجواب فيه أنّ صلاته تامّة على قول أصحابنا، والقسم الثانى أن يكون يخالف البدل البدل من حيث المعنى وإنّه على نوعين: إن كان اختلافاً فتقارباً نحو أن يقرأ "الحكيم" مكان "العليم"..... وفى هذ النوع صلاته تامّة. (تاتارخانيه ص۵۵ ۔ ۵۰ ج:۲) زكريا۔

ذكر كلمة مكان كلمة فانّه ذكر نحن مكان "إنا وخلقنا" مكان "جعلنا" والأصول أنّه إذا تقارب الكلمتان معنى ومثله فى القرآن لا تفسد اتفاقاً. (حلبى كبيرى: ۴۸۸) سهيل اكيڈمى۔

وكذا فى قاضى خان ص:۹۶ر ج:۱ زکریا جدید نسخہ۔

نماز میں موسیٰ بن لقمان پڑھنے کا حکم

سوال (۱۴۱): ایک شخص نے موسیٰ علیہ السلام کے نام کے آگے لقمان کا اضافہ کر کے موسیٰ بن لقمان پڑھ دیا اس کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نماز درست ہوگئی۔ ولو قرأ عیسیٰ بن لقمان تفسد ولو قرأ موسیٰ بن لقمان لا. لان عیسیٰ لا اب له وموسیٰ له اب انه اخطأ فی الاسم کذا فی الوجیز للکردی. (الفتاویٰ الہندیہ(۱) ج ۲ ص ۸۰ کذا فی رد المحتار ص ۲۴۶)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ص ۱۳۷ ج ۱: از کریا۔

(۲) حاشیۃ ابن عابدین ص: ۴۷۸، ج: ۲ اشرفیہ۔

وکذا فی الفقہ الاسلامی ص ۱۰۳۸ ج: ۲، دار الفکر۔

وکذا فی التاتارخانیہ، ص: ۹۸ ج: ۲، زکریا۔

لا یسجدون کے بجائے یسجدون پڑھنے کا حکم

سوال (۱۴۲): ایک شخص نے نماز میں وَ اِذَا قُرِئَ عَلَيۡهِمُ الۡقُرۡاٰنُ لَا يَسۡجُدُوۡنَ کی تلاوت کی اور "لا" کو چھوڑ دیا یعنی یسجدون پڑھا اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نماز فاسد ہو جائے گی۔ قرأ وَ اِذَا قُرِئَ عَلَيۡهِمُ الۡقُرۡاٰنُ لَا يَسۡجُدُوۡنَ ترك "لا" تفسد صلاته عند العامة لانه اخبر بخلاف ما اخبر الله تعالىٰ به لو

اعتقد ذالك يكفر فاذا اخطأ تفسد صلاته وقيل لا تفسد لان فيه بلوىٰ وضرورة الصحيح هو الاول الفتاوىٰ الخانيه ج ۱ ص ۱۵۴۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) الخانية ہامش الہندیہ ص ۱۵۴ / ج: ۱، رشیدیہ۔

وفي الخانية: فإن حذف حرفاً أصليا من كلمة: فتغير المعنى، تفسد صلاته۔ (الفتاویٰ التاتارخانية ص ۱۰۲ ج: ۲) زکریا۔

نقصان صرف ان كان لا يغير المعنى لا تفسد صلوته بلا خلاف.... وان غير المعنى تفسد۔ (خلاصة الفتاویٰ ص ۱۱۲ ج: ۱، اشرفيه ديوبند)۔

مدِ حروف کی ادائیگی میں غلطی مفسدِ نماز ہے یا نہیں؟

سوال (۱۴۳): امام اگر نماز پڑھا رہا ہے اور اس نے قرأت کی بہت سی غلطیاں بھی کیں مثلاً کہیں الف چھوڑ کر الف کی جگہ زبر بڑھا دیا جیسے الحمد للہ بالا الف کے بجائے الحمد للہ رب العٰلمین پڑھ دیا اور اسی طرح جہاں مد نہیں وہاں مد کر دیا جیسے ایاک نعبد بالضم کے بجائے ایاک نعبدوآ بالمد پڑھ دیا اور کہیں حروف کی ادائیگی میں کھینچ دیا اور کہیں ضاد کے بجائے دال پڑھ دیا غرضیکہ پانچوں وقت ایسی ہی نماز پڑھاتا ہے تو کیا نماز بالکل درست ہے یا نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر نماز فاسد ہو جائے گی تو وجہِ فساد کیا ہے، مفصل ومدلل تحریر فرمائیں اور یہ بھی بیان فرمائیں کہ اب تک جو اس امام کے پیچھے نماز پڑھی گئی تو فساد کی صورت میں کیا ساری کی ساری نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا عدم علم کی وجہ سے نماز ہوگئی اور پھر اعادہ کی ضرورت نہیں، واضح طور پر بیان فرما کر تشفی بخش جواب سے نوازیں، عین کرم ہوگا۔

المستفتی مولوی صلاح الدین اعظمی خندپور مدرس مدرسہ تجوید القرآن کلیان (مقیم حال قطر)

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں نماز ہوجائے گی۔ ولو قرأ اياك نعبد وا اشبع ضم الدال حتی يصير واواً لم تفسد صلوته (خانیہ ج ۱ ص ۱۴۱) (۱) علی ہامش الہندیہ اس لئے کہ اس انداز کی غلطیوں سے بچنا عوام کے لئے بہت مشکل ہے لیکن بعض صورتوں میں بعض جگہوں پر نماز بھی فاسد ہوجاتی ہے اس لئے امام پر لازم ہے کہ فوراً قرآن کی تصحیح پر توجہ دے اور کسی صحیح پڑھنے والے سے الفاظ کی تصحیح کرالے چونکہ تصحیح مخارج بھی ضروری ہے اسی وجہ سے حضرات قراءِ فرماتے ہیں:

الأخذ بالتجويد حتم لازم

من لم يجود القرآن فهو آثم

یعنی تصحیح مخارج کے ساتھ قرآن پاک کا پڑھنا ضروری ہے جو قرآن پاک بغیر تصحیح مخارج کے پڑھے وہ گنہگار ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

الجواب صحیح محمد حنیف غفرلہ

التعليق والتخريج

(۱) خانية على هامش الهندية۔ (۱/۱۴۱ رشيدية)

ولو ترك التشديد في إياك أو رب العالمين المختار أنه لا يفسد على قول العامة في جميع المواضع۔ (الدر المختار مع الشامی ۲/۴۷۶ أشرفية)

ولو ترك الألف واللام في الرحمن والرحيم لا تفسد صلاته۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/۱۰۲ زکریا)

وكذا في الفتاوىٰ الهندية۔ ۱/۸۸۔ (رشيدية)

وكذا في الفقه الاسلامي وأدلته۔ (۲/۱۰۳۷)۔ (دار الفكر)۔ المعاصر۔

کل شیٔ ہالک وجہہ پڑھنے پر نماز کا حکم

سوال (۱۴۴): زید نماز فرض ادا کر رہا تھا اور سورہ قصص کی تلاوت کر رہا تھا آخری آیت كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ کے بجائے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ وَجْهَهُ پڑھ دیا تو آیا نماز صحیح ہوگی یا فاسد؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں نماز فاسد ہوگئی او نقص کلمة الخ (درمختار ج ۱ ص ۴۲۵) وان غيرت مثل فمالهم يؤمنون بترك لا فانه يفسد عند العامة وقيل لا والصحيح الأول اھ (رد المحتار ج ۱ ص ۴۲۵) (۱)

مطلب مسائل زلة القاری

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی ۵/ ۱۱/ ۱۴۰۲ھ

التعليق والتخريج

(۱) حاشیہ ابن عابدین مع الدر المختار ص ۴۷۴ / ج: ۲۔ اشرفیہ۔

وفي الهندية: ومنها: حذف حرفٍ... فإن كان لا يغير المعنى لا تفسد صلاته. وإن غيّر المعنى تفسد صلاته عند عامة المشائخ نحو أن يقرأ فما لهم يؤمنون. في لا يؤمنون بترك لا. (ہندیہ ص ۷۹ ج: ۱ رشیدیہ)

فإن حذف.... فتغير المعنى تفسد صلاته. (الفتاوی التاتارخانیۃ ص ۱۰۲ ج: ۲، زکریا)

تبطل الصلاة بكلّ ما غيّر المعنى تغييراً الخ. (الفقه الاسلامي وأدلّته ص ۱۰۳۷ ج: ۲) دار الفكر۔ المعاصر۔

سِرّی نماز میں جہراً قرأت کرنے کا حکم

سوال (۱۴۵): (۱) اگر نماز میں سورہ فاتحہ بجائے سر کے جہر یا بجائے جہر کے سر ایک آیت یا چند آیات پڑھ دیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

(۲) کتنی مقدار جہری یا سری جہر پڑھ دینے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱-۲) امام کے لئے جہری نماز میں سراً اور سری نماز میں جہراً قرأت کرنا مطلقاً موجب سجدہ سہو ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر:

"والجهر فيما يخفى و كذا المخافة فيما يجهر كذا في الهداية واختلف الرواية في المقدار والاصح قدر ما تجوز به الصلوة في الفصلين لان اليسير من الجهر والاخفاء لا يمكن الاحتراز عنه وعن الكثير ممكن وما تصح به الصلوٰة كثير غير انّ ذالك عنده آية واحدة وعندهما ثلاث آيات لكن هذا على رواية النوادر. وأما في ظاهر الرواية فيجب سجود السهو بهما مطلقًا أي قل أو كثر كما في أكثر المعتبرات وفي الخلاصة وعليه الاعتماد"۔ (مجمع الانہر: ۱/۱۴۹) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) مجمع الانہر ص ۲۲۱ ج: ۱۔ مکتبہ فقیہ الامت۔

کذا فی الشامی ص: ۸۱۔ ۸۲ / ج: ۲۔ کراچی۔

وفی حلبی کبیری ص ۴۵۷۔ سہیل اکیڈمی لاہور۔

وفی البحر الرائق ص ۱۷۰ / ج: ۲۔ باب سجود السہو مکتبہ رشیدیہ۔

نماز میں قرأت سبعہ کا حکم

سوال (۱۴۶): سبعہ کی قرأت سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز تو ہو جائے گی لیکن بہتر نہیں بروایت حفص مشہور قرآت کرنی چاہئے۔(۱)

التعليق والتخريج

(۱) ويجوز بالروايات السبع، لكن الأولى أن لا يقرأ بالغريبة عند العوام صيانة لدينهم، وتحته في الشامية: أي بالروايات الغريبة والإمالات لأن بعض السفهاء يقولون مالا يعلمون فيقعون في الإثم والشفاء، ولا ينبغي للأئمة أن يحملوا العوام على مافيه نقصان دينهم، ولايقرأ عندهم مثل قراءة أبي جعفر وابن عامر وعلي بن حمزه والكسائي صيانة لدينهم فلعلهم يستخفون أو يضحكون، وإن كان كل القراءات صحيحة فصيحة مشائخنا اختاروا قراءة أبي عمرو وحفص عاصم۔ (شامی ص:۵۴۱ ج:۱) کراچی، (وفی التاتارخانیہ ص:۷۲ ج:۲) زکریا۔ (وفی الهندیہ جدید ص:۱۳۶ ج:۱) زکریا۔

قراءة القرآن بالقرأت السبع والروايات كلها جائزة لكن الصواب أن لا يقرأ بالقرأت العجيبة والروايات الغريبة لأن بعض السفهاء ربما يقعون في الإثم ويقولون مالا يعملون ولا ينبغي للإمام أن يحمل العوام على مافيه نقصان دينهم دنياهم وحرمان لا ثوابهم في عقباهم۔ (حلبی کبیری ص ۴۹۵) سہیل اکیڈمی لاہور۔

عن عبد الرحمن بن عبدالقاري... إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرؤا ما تيسر منه وفي رواية عن أبي بن كعب..... أن الله يأمرك أن تقرأ امتك القرآن على سبعة أحرف فايما حرف قرؤوا ما عليه فقدأ صابوا۔ (مسلم شریف ص ۲۷۳، ج:۱) یاسر ندیم اینڈ کمپنی۔

سفر کی نمازوں میں مسنون قراءت کا حکم

سوال (۱۴۷): ایک شخص کو بہت عجلت تھی ٹرین اس کی صرف ۳ منٹ کے لئے رکی ہے اسٹیشن پر اتر کر فجر کی نماز ادا کرنا چاہتا ہے کیا طوال مفصل کی قرات ضروری ہے یا کوئی بھی سورت پڑھ سکتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

کوئی بھی سورت پڑھ سکتا ہے۔

"تخفف القرأة فی السفر فی الصلوات کلها"۔ (فتاویٰ غیاثیہ: ۳۸)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) تخفف القرأة فی السفر فی الصلوات کلها۔ (فتاویٰ غیاثیة: ص۴۸)

القراءة فی الصلاة فی السفر یقرأ بفاتحة الکتاب وأیّ سورة شاء۔ (تاتارخانیه ص: ۱۰۱ ج: ۲)

وفی الشامی ص: ۵۳۸۔۵۳۹ ر ج ا کراچی۔

وفی الهندیہ ص: ۱۳۵ ر ج: ۱ زکریا جدید نسخہ۔

سِرّی اور جہری نمازوں میں مسنون قرآت

سوال ۱۰۱: مساجد میں اکثر اماموں کو دیکھا گیا ہے کہ سرّی نمازیں بہت جلد پڑھا دیتے ہیں اور جہری نماز بہت دیر تک پرھاتے ہیں مثلاً ظہر کی چار رکعت میں زیادہ سے زیادہ ۵ منٹ کا وقت صرف ہوتا ہے اور عشاء میں بھی چار ہی رکعتیں ہیں لیکن جہری ہیں تو اس میں ۱۰، ۲۰ منٹ لگ جاتی ہے۔ تو دریافت طلب امر اینکہ اگر جہری نمازوں میں قاعدے

کے مطابق خوب ٹھہر ٹھہر کر امام صاحب قرأت کرتے ہیں اور سرّی نماز میں جلدی تو نماز درست ہوگی کہ نہیں؟ اگر ہوگئی تو کوئی کراہت وغیرہ آئے گی یا نہیں؟
بعض علماء سے سنا گیا ہے کہ اس صورت میں نماز نہ ہوگی ایا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

فجر اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل اور عصر وعشاء میں اوساط مفصل اور مغرب کی نماز میں قصار مفصل کا پڑھنا مسنون ہے لیکن جہری نمازوں کو طویل کرنا اور سرّی نمازوں کو بلا عذر شرعی مختصر کرنا اخلاص کے منافی ہے حضرات علماء نے لکھا ہے کہ سرّی نمازوں میں اسی طرح مخارج کی رعایت کر کے قرأت کرنی چاہئے جس طرح جہری نمازوں میں رعایت کی جاتی ہے لیکن یہ کہنا کہ اس طرح نماز نہیں ہوگی غلط ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) يسن في الحضر لإمام ومنفردٍ..... طوال المفصل من الحجرات إلى آخر البروج، في الفجر والظهر و..... أو ساطه وفي العصر والعشاء وباقيه قصاره في المغرب۔ (شامی ص:۵۳۹۔ ۵۴۰ ج:۱) کراچی۔

وفی الہندیہ ص:۱۳۵ رج:۱۔ زکریا۔

وفی التاتارخانیہ ص:۶۲ رج:۲۔ زکریا۔

وفی النہر الفائق ص:۲۳۲۔ ۲۳۳ رج:۱۔ زکریا۔

وفی البحر الرائق ص:۳۳۹ رج:۱۔ ایم ایچ سعید۔

نماز میں الٹی ترتیب سے قرأت کرنے کا حکم

سوال (۱۴۹): ایک شخص نے پہلی رکعت میں سورہ اخلاص اور دوسری رکعت میں

سورۃ کوثر پڑھی اور ایسا اس نے قصداً کیا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مکروہ ہے: "ویکرہ أن یقرأ منکوسا بأن یقرأ فی الثانیۃ سورۃ أعلی مما قرأ فی الاولی"۔(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۳۶۷)(۱)

"واذا قرأ فی رکعۃ سورۃ وفی الرکعۃ الاخریٰ او فی تلك الرکعۃ سورۃ فوق تلك السورۃ یکرہ"۔(الفتاوی الھندیہ: ص ۷۸)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص: ۳۳۰ ج: ۲ اشرفیہ۔

(۲) ہندیہ ص: ۱۳۶ ج: ۱ زکریا جدید۔

ولو قرأ فی الأولی سورۃ وفی الثانیۃ مافوقھا کرہ۔ (النہر الفائق ص: ۲۳۷ ج: ۱) زکریا۔

وفی التاتارخانیہ ص: ۶۸/ ج: ۲۔ زکریا۔

پہلی رکعت میں مختصر اور دوسری رکعت میں طویل قرأت کرنے کا حکم

سوال (۱۵۰): پہلی رکعت میں ایک شخص نے "الم نشرح" کی تلاوت اور دوسری رکعت میں "لم یکن" کی ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ یعنی پہلی رکعت میں قرأت مختصر اور دوسری رکعت میں لمبی ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ایسا کرنا مکروہ ہے۔

"وأطالۃ الثانیۃ علی الاولی یکرہ تنزیھا اجماعًا بثلاث آیات أن تقاربت طولا وقصرا او الا اعتبر الحروف والکلمات"۔(الدر المختار: (۱)

۱/ ۳۶۴، کذافی الفتاویٰ الغیاثیہ: ۲۵)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص: ۳۲۲ ج: ۲) اشرفیہ۔

(۲) وفی الفتاویٰ الغیاثیة ص: ۲۵۔ مکتبہ اسلامیہ، میزان مارکیٹ۔

ویکرہ اجماعاً إطالة الثانیة بثلاث آیات لا بأقلّ۔ (مجمع الأنہر مع سکب الأنہر: ص: ۱۰۰ ج: ۱) مکتبہ فقیہ الأمت۔

لاخلاف أن إطالة الرکعة الثانیة علی الأولیٰ مکروهه إن کانت بثلاث آیات أو أکثر۔ (هندیہ ص: ۱۳۵ ج: ۱) زکریا جدید۔

تین آیت کے بعد لقمہ کا حکم

سوال (۱۵۱): میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہا تھا تقریباً تین آیت سے زیادہ پڑھ لیا تھا اس کے بعد میں خاموش ہوا تو فوراً ایک مقتدی نے مجھ کو لقمہ دیدیا اور میں نے لے لیا اور پھر سجدہ سہو نہیں کیا تو آیا نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

سجدہ سہو کی کوئی ضرورت نہیں نماز ہوگئی، البتہ مقتدی کو لقمہ دینے میں جلدی نہیں کرنا چاہئے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) إن فتح علی إمامه لم یکن کلاماً وفی هامش الهدایة: لم یکن کلاماً: اطلاق

هذا دليل على أنّ ما إذا قرأ الإمام مقدار ما يجوز به الصلاة أولم يقرأ لا تفسد عندهما بالفتح والأخذ ويؤيده ماذكره قاضى خان فى فتاواه حيث قال وإن قرأ الإمام مقدا مما يجوز به الصلاة إلا أنه توقف ولم ينتقل إلى آية اخرى حتى فتح المقتدى اختلفوا فيه والصحيح أنّه لا تفسد صلاة الفاتح وإن أخذالإمام لا تفسد صلاتهم مالم يكن كلاماً..... وينبغى للمقتدى ان لا يعجّل بالفتح.

(ھدایہ ص:۱۳۰ ج:۱) اشرفی بک ڈپو۔

وأمّا إذا قرا قدرما تجوزيبة الصَّلَاةُ أو تحوّل فَفَتَحَ عَلَيْهِ تَفْسُدُ صَلَاةُ الفاتح، والصحيح أنّها لا تفسد صلاة الفاتح، والصحيح أنّها لا تفسد صلاة الفاتح بكل حال ولا صلاة الإمام لو أخذ منه على الصحيح هكذا فى الكافى ويكره للمقتدى أن يفتح على إمامه عن ساعته لجواز أن يتذكر من ساعته۔ (هنديه ص:۹۹، ج:۲) مكتبه رشيديه پاكستان۔

وفی فتاویٰ قاضی خان:۸۶ ج:۱۔زکریا جدید نسخہ۔

وفی البنایہ فی شرح الہدایۃ:ص:۴۹۶ /ج:۲۔دارالفکر۔

قرأت کی ایک غلطی اوراس کا حکم

سوال (۱۵۲):ایک شخص نے نماز فجر کی امامت کی اوراس میں سورۃ ”والنّٰزِعٰت“ کی تلاوت کی جب اس آیت پر امام پہونچا ”فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ○ وَ اٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا○ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی ○“ تو بجائے جحیم کے ”فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی ○“ پڑھ دیا مضمون ما قبل برعکس ہوگیا تو ایسی صورت میں امام اور مقتدیوں کی نماز ادا ہوگئی یا دوبارہ دُہرانا چاہئے تھا اس پر ایک عالم نے فتویٰ دیدیا کہ جب تین آیتیں نماز میں صحیح پڑھ لی گئی تو نماز ادا ہوگئی دہرانے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے نماز نہیں دہرائی گئی۔تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ مقتدیوں اور امام کی نماز ادا ہوگئی یا نہیں ادا نہ ہونے کی صورت میں ان

سب حضرات کو جو جماعت میں شامل تھے اس کی قضاء ان پر واجب ہے یا نہیں اور کس طرح اس کی قضا سب جماعت والوں کو ادا کرنا چاہئے۔ جماعت کی صورت میں یا فرداً فرداً؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں نماز نہیں ہوئی: ”ونظيره في الخانيه وان تغير المعنى بأن قرأ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ○ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ○ او قرأ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ○ الى ان قال تفسد صلوٰة لانه اخبر بخلاف ما اخبر الله تعالىٰ به“۔ (علی ہامش الہندیہ: ۱/ ۱۵۳) (۱)

لہٰذا وہ نماز جس میں یہ غلطی ہوئی اس کا اعادہ ضروری ہے چاہے جماعت سے ادا کی جائے چاہے انفرادی طور پر۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب — الجواب صحیح

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی — بندہ عبد الحلیم عفی عنہ

الجواب صحیح — بندہ محمد حنیف غفرلہ

التعليق والتخريج

(۱) (علی ہامش الہندیہ ص ۱۵۳ ج: ۱) مکتبہ رشیدیہ پاکستان۔

كما لو بدّل كلمة وغيّر المعنى: نحو: إنّ الفجّار لفي جنات۔ (شامی ص: ۴۷۸ ج: ۲) اشرفیہ۔

إن يغيّر المعنى تفسد صلاته بلا خلاف نحو أن يقرأ "والذين آمنوا وكفروا بالله ورسله أولئك هم الصديقون أو يقرأ فأمّا من آمن وطغى وآثر الحياة الدنيا۔ تاتارخانیہ ص: ۱۰۳ ج: ۲۔ وكذا فيه: من قرأ في صلاته مكان قوله أولئك أصحاب الجنة۔ أولئك اصحاب النار.... تفسد صلاته عند أبي حنيفه و محمد رحمهما الله۔ (تاتارخانیہ ص: ۹۰ ج: ۲) زکریا۔

وفی الفتاویٰ الغیاثیہ ص: ۲۷۔ مکتبہ اسلامیہ۔ میزان مارکیٹ۔

مغرب میں قرأت لمبی کرنے کا حکم

سوال (۱۵۳): اگر امام مغرب میں یہ جان کر رکعت میں لمبی سورت پڑھ جائے کہ مقتدی لوگ شرکت کرلیں۔ اور کوئی امیر نہیں ہے بغیر امیر کے امام لمبی رکعت کر دے اس حالت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مغرب کی نماز میں قصار مفصل کا پڑھنا مسنون ہے اور قصار مفصل کی بعض سورتیں بڑی بھی ہیں اگر اسی میں سے کوئی بڑی سورت پڑھ دی تو کوئی مضائقہ نہیں نیز کبھی کبھار قرآن لمبی کر دینا تاکہ مقتدی شریک ہو جائیں اس میں کوئی بھی مضائقہ نہیں بشرطیکہ امام اس کا عادی نہ بن جائے گو اس کا بھی ترک افضل ہے۔ (شامی ج ا ص ۴۹۴) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) وكره تحريماً إطالة ركوع أو قراءة لإدراك الجائي أي إن عرفه وإلا فلا بأس به، تحته في الشامية: إن لم يعرفه فلا بأس به لأنه إيمانه على الطاعة، لكن يطول مقدار مالا يتقل على القوم۔ (شامی ص: ۴۹۵ ج:۱) کراچی۔

إن تأخير المؤذن وتطويل القرأة لإدراك بعض الناس حرام۔ هذا إذا مال لأهل الدنيا تطويلاً أو تاخيراً يشق على الناس فالحاصل ان التاخير القليل لإعانه أهل الخير۔ غير مكروه۔ (تاتارخانیہ ص: ۱۴۵ ج:۲) زکریا۔

عن محمد بن جبير بن مطعم عين أبيه، أنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأبالطور في المغرب۔ (أوجز المسالك إلى مؤطا مالك: ص: ۱۱۷ ج:۲) مرکز الشيخ أبي الحسن الندوی۔

قراءت میں زبر کی جگہ الف؟ پیش کی جگہ واؤ پڑھنے کا حکم

سوال (۱۵۴): امام اگر نماز پڑھارہا ہے اور اس نے قراءت کی بہت سی غلطیاں بھی کیں، مثلاً کہیں الف چھوڑ کر الف کی جگہ زبر بڑھا دیا جیسے الحمد للہ بالالف کی بجائے بالفتحہ الحمد للہ رب العالمین پڑھ دیا اور اسی طرح جہاں مد نہیں وہاں مد کر دیا، جیسے ایاک نعبد بالضم کے بجائے ایاک نعبدو بالمد پڑھ دیا اور کہیں حروف کی ادائیگی میں کھینچ دیا اور کہیں ضاد کے بجائے دال پڑھ دیا۔ غرضیکہ پانچوں وقت ایسے ہی نماز پڑھاتا ہے تو کیا نماز بالکل درست ہے یا نماز فاسد ہو جائے گی اگر نماز فاسد ہو جائے گی؟ تو وجہ فساد کیا ہے؟ مفصل ومدلل تحریر فرمائیں۔ اور یہ بھی بیان فرمائیں کہ اب تک جو اس امام کے پیچھے نماز پڑھی گئی ہے تو فساد کی صورت میں کیا ساری کی ساری نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا عدم علم کی وجہ سے نماز ہوگئی اور اب اعادہ کی ضرورت نہیں؟ واضح طور پر بیان فرما کر تشفی بخش جواب سے نوازیں عین کرم ہوگا۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں نماز ہو جائے گی ''**ولو قرأ ایاك نعبد واشبع ضم الدال حتی یصیروا. والم تفسد صلاته**'' (خانیہ: ۱/۱۴۱ علی ہامش الہندیہ) اس لئے کہ اس انداز کی غلطیوں سے بچنا عوام کے لئے بہت مشکل ہے لیکن بعض صورتوں میں بعض جگہوں پر نماز فاسد بھی ہو جاتی ہے، اس لئے امام پر لازم ہے کہ فوراً قرآن کی تصحیح پر توجہ دے، اور کسی صحیح پڑھنے والے سے الفاظ کی تصحیح کروالے، چونکہ تصحیح مخارج بھی ضروری ہے اسی وجہ سے حضرات قرأء فرماتے ہیں۔ **والأخذ بالتجوید حتم لازم ☆من لم یجود القرآن فهو آثم.** اور حدیث پاک میں ہے ''**من لم یتغن بالقرآن فلیس منا**''۔

یعنی تصحیح مخارج کے ساتھ قرآن پاک پڑھنا ضروری ہے، جو قرآن پاک بغیر تصحیح

مخارج کے پڑھے گنہگار ہوگا۔(۱)

الجواب صحیح فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ عبدالحلیم حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وکذلك لو ترك التشدید أو المدّ ولم یتغیر المعنی أو تغیر لا تفسد۔ (الفتاوی السراجیه ص:۱۲۱۔ مکتبه الاتحاد الهند)۔

ولو قرأ إیاك نعبد وأشبع ضم الدال یصیروا وألم تفسد صلاته الخ۔ (فتاوی قاضی خان ص:۸۸ ج:۱۔ جدید زکریا)۔

ومنها ذکر حرف مکان حرفٍ إن ذکر حرفاً مکان حرف ولم یغیر المعنی بأن قرأ إن المسلمین إن الظالمین وما أشبه ذلك لم تفسد صلاته۔ (ہندیۃ ص:۷۔ ۱۳۶ ج:۱) زکریا۔

عن عبد الاله بن حماد... یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ یقول لیس منالم من لم یتغن بالقرآن الخ۔ (ابی داؤد ص۲۰۷ ج:۱) مکتبه بلال دیوبند۔

نماز میں مجہول قرآن پڑھنے کا حکم

سوال (۱۵۵): الحمد میں ’’ح‘‘ کے بجائے ’’ہ‘‘ پڑھ دیا تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نماز ہو جائے گی لیکن اصل یہ ہے کہ اس کو معروف پڑھا جائے۔

’’وفی التاتار خانیه عن الحاوی حکی عن الصفار انه کان یقول الخطاء اذا دخل فی الحروف لا یفسد لأن فیه بلوی عامة الناس، لانهم لا یقیمون الحروف الا بمشقة اه وفیها اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قربه الا ان فیه بلوی العامة کالذال مکان الصاد، او الزای المحض مکان الذال والظاء مکان الضاد ولا تفسد عند بعض المشائخ

الخ، قلت فینبغی علی هذا عدم الفساد فی ابدال الثاء سینا والقاف همزة کما هو لغة عوام زماننا فانهم لا یمیزون بینهما ویصعب علیهم جدا کالذال مع الزای ولا سیما علی قول القاضی ابی عاصم وقول الصفار"۔(شامی:۱/ ۴۲۵،۱/ ۴۲۶)(۱)

عبارت مذکورہ بالا سے یہ معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں نماز ہوجائے گی البتہ تصحیح کی کوشش ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص:۴۲۵۔۴۲۶ ج:۱)۔
وفی التاتارخانیہ ص:۹۴/ ج:۲۔زکریا جدید۔
فتاویٰ سراجیہ ص:۱۲۱۔مکتبہ الاتحاد۔

غراب کی جگہ غبار پڑھ دیا کیا حکم ہے

سوال (۱۵۶):ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس نے اعجزت ان اکون مثل هذا الغراب کی جگہ پر مثل هذا الغبار پڑھ دیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز فاسد ہوگئی، اعجزت ان اکون مثل هذا الغراب قرأ الغبار قال الفقیه ابو جعفر رحمه الله تعالی تفسد صلاته. (الفتاویٰ الخانیہ(۱) بہامش الهندیہ ج ا ص ۱۴۹ کذا فی ردالمحتار ج ا ص ۴۲۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) قاضی خان،ص:۱۳۵ج:۱۔

دارالکتاب العلمیہ بیروت۔

(۲) وفی الشامی،ص:۴۲۴ج:۱۱،نعمانیہ۔

باب المسبوق

مسبوق اگرسلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۱۵۷): مسبوق اگرسلام پھیر دے تو سجدہ سہو کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مسبوق اگر سہواً امام کے ساتھ یا امام سے پہلے سلام پھیر دے تو سجدہ سہو لازم نہیں اور اگر امام کے سلام پھیر نے کے بعد سلام پھیرا تو سجدہ سہو لازم ہے (کذا فی عالمگیری ص ۹۱)

ومنها انه لو سلم مع الامام ساهيًا او قبله لا يلزمه سجود السهو وان سلم بعده لزمه كذا في الظهيرية وهو المختار كذا في جواهر الأخلاطي۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) (الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۹۱، رشيدية)

ولو سلم ساهياً إن بعد إمامه لزمه الساهو وإلا لا، وتحته في الشامية: وإن سلم معه أو قبله لايلزمه۔ (الدرالمختار مع الشامی ج: ۲/ص: ۵۳۹، کراچی)

ولو سلم مع الإمام ساهياً أو قبله لايلزمه سجود السهو لأنه مقتدٍ وإن سلم بعده ايلزمه۔ (البحرالرائق ص ۱/ ۳۷۸ رشيدية)

مسبوق کھڑا ہوتے وقت تکبیر کہے گا یا نہیں؟

سوال (۱۵۸): مسبوق جب اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس

حالت میں تکبیر کہے گا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر تکبیر سے مراد تکبیر تحریمہ ہے تو اس کے کہنے کی ضرورت نہیں اور اگر قعود سے قیام کی طرف منتقل ہونے کے وقت جو تکبیر کہی جاتی ہے وہ مراد ہے تو یقیناً کہی جائے گی کذا فی عالمگیری (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

التكبير عند الركوع والسجود والرفع منه وعند القيام بأن يقول (الله أكبر) وهو ثابت بإجماع الأمة فقه الاسلامي وأدلته ج:۲ ص:۸۸۰۔ (دار الفكر المعاصر)۔

(۱) سننها.... وتكبير السجود والرفع (الفتاوىٰ الهندية ص:۷۲ ج:۱۔ رشيديه)۔

مجمع الأنهر ج:۱ ص:۱۳۵ مکتبه فقيه الأمت۔

حاشية الطحطاوی علی المراقی ص:۲۶۵ دار الكتاب۔

مغرب کی نماز میں صرف ایک رکعت ملنے پر نماز کس طرح مکمل کرے؟

سوال (۱۵۹): زید کو مغرب کی نماز میں صرف ایک رکعت ملی وہ پہلی دو رکعت کس طرح ادا کرے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور سورۃ پڑھے اور ایک رکعت کے بعد قعدہ کرے۔ انه يقضي اول صلاته في حق القرأة وآخرها في حق التشهد حتى لو ادرك ركعة من المغرب قضى ركعتين وفصل بقعدة فيكون بثلاث قعدات

وقرأ فی کلٍ فاتحة وسورة ولو ترك القرأة فی احداهما تفسد (الفتاوی الهندیہ ج اص ۹۱ (۱) و ہکذا فی الدر المختار ج اص ۴۰۱) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ہندیۃ ۱/۹۱۔رشیدیۃ۔ الدر المختار الشامی ۱/۴۰۱۔نعمانیۃ۔

(۲) شامی: ۲/۲۴۶۔زکریا۔ کذا فی تاتارخانیۃ ص: ۲/۲۷۴۔زکریا۔

حرم مکی میں جماعت ہو جانے کے بعد تنہا حرم میں نماز پڑھنا افضل ہے یا گھر میں جماعت سے؟

سوال (۱۶۰): ایک شخص مسجد حرام میں پہونچا نماز ہو چکی تھی اس کے ساتھی ابھی کمرے میں تھے وہ یہ سوچ کر حرم پاک سے چلا آیا کہ کمرے میں جماعت سے نماز پڑھ لیں گے اس کے لئے حرم پاک سے نکلنا درست ہے یا نہیں یعنی اس کے لئے جماعت سے نماز پڑھنا افضل ہے یا حرم میں تنہا نماز پڑھنا؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حرم شریف میں تنہا نماز پڑھنا بھی افضل ہے لہٰذا طلبِ جماعت کے لئے مسجد حرام سے نکلنا نہیں چاہئے۔

ولو فاتته ندب طلبها فی مسجد آخر الا المسجد الحرام ونحوه الدر المختار (۱) ج ۲ ص ۲۷۳ کذا فی شرح المنیة (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص ۲۰۴ ج:۲، باب الامامة، المکتبة الأشرفية.

(۲) إن فاتته الجماعة فی مسجد حية فإن أتى مسجد آخر يدركها فيه فهو أفضل إلا فی المسجد الحرام ومسجد النبی عليه الصلاة والسلام كذا فی مختصر البحر. (حلبی کبیری ص: ۶۱۳، سہیل اکیڈمی).

ندب لهم الخروج ليصلوا جماعة خارج المسجد إلا المسجد الثلاثة (المسجد الحرام ومسجد المدينة والمسجد الأقصى) فيصلون فيها فرادى إن دخلوها، لأن الصلاة المنفردة فيها أفضل من جماعة غيرها. (الفقه الإسلامی وأدلته ۱۱۸۳ ج:۲، دار الفكر المعاصر).

مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعات کیسے پوری کرے؟

سوال (۱۶۱): زید کو ظہر کی نماز کی صرف ایک رکعت ملی وہ تین رکعت کس طرح ادا کرے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جس رکعت کو وہ اولاً ادا کر رہا ہے اس میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے اس کے بعد قعدہ کرے پھر دوسری رکعت میں بھی سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے اس کے بعد تیسری رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے۔

لو أدرك ركعة من الرباعية فعليه ان يقضي ركعة يقرأ فيها الفاتحة والسورة ويتشهد ويقضي ركعة أخرى كذلك ولا يتشهد وفی الثالثة بالخيار والقرأة أفضل هكذا فی الخلاصة. (کذا فی ردمختار:۱/۴۰۱،(۱) الفتاوی الہندیہ:۱/۹۱) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص:۴۰۱/ج:۱ نعمانیہ۔

(۲) ولو أدرك ركعة من الرباعية فعليه أن يقضي ركعة يقرء فيها الفاتحة والسورة ويتشهد وليقض ركعة أخرى كذالك ولا يتشهد والثالثة بالخيار والقراءة أفضل. (الفتاویٰ الهندية ص:۹۱ ج:۱ رشيدية).

الفتاویٰ التاتارخانیۃ ص:۱۹۶/ج:۲۔ زکریا۔

دوسرے مسبوق کو دیکھ کر اپنی نماز پوری کرنے کا حکم

سوال (۱۶۲): زید و عمر دونوں مسبوق تھے ایک ہی ساتھ جماعت میں شریک ہوئے تھے زید کو فائتہ رکعتوں کی تعداد یاد تھی عمر کو نہیں۔ عمر نے اپنی تعداد زید کو دیکھ کر پوری کی عمر کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

عمر کی نماز صحیح ہوگئی۔ لو نسي أحد المسبوقين فقضى ملاحظا للآخر بلا اقتداء صح. (الدر (۱) المختار: ۱/ ۴۰۱، ہکذا فی الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/ ۹۲) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص:۴۰۱/ج:۱ نعمانیہ۔

(۲) (الفتاویٰ الہندیۃ ص:۹۲ ج:۱ رشیدیۃ)۔

لونسي أحد المسبوقين المُتَسَاوِيَيْنِ كمية ما عليه فقضى ملاحظاً للآخر صح.

(البحر الرائق ص:۳۷۸ ج:۱۔ سعيد).

هكذا في غمز عيون البصائر في شرح (الأشباه والنظائر للحموي ص:۲۱ ج:۲. (في القاعدة القامنة عشرة ذكر بعضه مالا ينجزء كذكر كله).

مسبوق امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کھڑا ہوگیا کیا حکم ہے؟

سوال (۱۶۲): ایک شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا قعدہ اخیرہ میں بقدر تشہد بیٹھ کر امام کے سلام پھیرنے سے قبل وہ کھڑا ہوگیا تو اس کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نماز درست ہوگئی البتہ بلا عذر شرعی ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

ومنها انه ای المسبوق لا یقوم قبل السلام بعد قدر التشهد الا فی مواضع......ولو قام فی غیرها بعد قدر التشهد صح ویکره تحریمًا کذا فی فتح القدیر والبحر الرائق۔ (الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۹۱)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ ص: ۹۱/ ج: ۱۔ رشیدیۃ۔

وإذا سلم الإمام فقام المسبوق إلى قضاء فاسق.... ويقعد معه مقدار التشهد ثم إذا أعاد إلى قضاء مَاسبق قبل التقييد بالسجدة يعيد القيام والركوع۔ لأن قيامه وركوعه قبل سجود الإمام للسهو۔ (الفتاوىٰ التاتارخانيه ص: ۳۲۷ ج: ۲) زكريا۔

ويسجد المسبوق مع إمامه ثم يقوم لقضاء ماسبق به بقدر ما يعلم أنه لا سهو عليه وذلك بتسليم الإمام الثانية على الأصح۔ أو بعدها بشيءٍ قليلٍ بناءً على ما صحة فى الهداية۔ (حاشية الطحطاوى على المراقى ص: ۴۶۴ دار الكتاب باب سجود السهو)۔

فتاویٰ محمودیۃ ص: ۵۶۴/ ج: ۶، ڈابھیل۔

مسبوق ثنا پڑھے گا یا نہیں؟

سوال (۱۶۴): زید مسبوق ہے تو کیا قبل القرآن ثنا بھی پڑھے گا؟ جواب باصواب سے نوازیں۔ممنون ومشکور ہونگا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

مسبوق شخص قرأت کے ساتھ ساتھ اتمام صلوۃ کے وقت ثناء بھی پڑھے گا، **فاذا قام الی قضاء ما سبق یاتی بالثناء ویتعوذ للقرأة. کذا فی فتاوی قاضی خان. والخلاصة والظهیریه**

(فتاوی ہندیہ ج ا ص ۹۱، الفصل السابع فی المسبوق واللاحق)۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) الفتاویٰ الھندیۃ ص:۹۱ /ج:۱۔رشیدیۃ۔

والمسبوق من سبق الإمام بها حتى يتعوذ ويقرء ونحته في الشامية: فيأتي بالثناء والتعوذ لأنه للقراءة. ولأنه يقضي أول صلاته في حق القراءة كما يأتي. (شامي ص:۴۰۱ ج:۱. نعمانيه).

قال في النهر: المسبوق فيما يقضي له جهتان جهة الانفراد حقيقة حتى يثني ويتعوذ ويقرء. وجهة الاقتداء حتى لا يؤتم به. (منحه الخالق على البحر الرائق ص:۳۷۷ ج:۲) سعيد.

النہر الفائق ص: ۲۶۴ /ج:۱۔زکریا۔

باب ادراک الفریضہ

مسبوق کے تکبیر تحریمہ سے پہلے امام سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۱۶۵): اگر مسبوق مقتدی کے تکبیر تحریمہ کے وقت قعدہ اخیرہ میں شریک ہونے سے پہلے امام سلام پھیر دے تو اس صورت میں شرکت فی الجماعت کا حکم لگایا جائے گا یا نہیں؟ بصورت شق ثانی پھر مقتدی کیا کرے، اسی نیت پر بناء کرے یا استیناف کرے پھر سے نیت باندھے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ کے جواب سے پہلے دو باتوں کا جاننا ضروری ہے:

(۱) امام کے السّلام کہہ دینے سے ہی اقتداء کا وقت ختم ہوجاتا ہے قال فی التجنيس الامام اذا فرغ عن صلوٰته فلما قال السلام جاء رجل واقتدىٰ به قبل ان يقول عليكم لا يصير داخلا فی صلوٰة لان هذا سلام (شامی ج ا ص ۳۱۴)(۱)

اقتداء کے فاسد ہونے کے بعد شروع فی الصلوٰۃ صحیح نہیں اور جب شروع فی الصلوٰۃ صحیح نہیں، تو از سر نو تحریمہ ضروری ہے، متی فسد الاقتداء لا يصح شروعه فی صلوٰة نفسه على المذهب لانه قصد المشاركة وهی غير صلوٰة الانفراد. سکب الانہر (ج ا ص ۹۳)(۲)

لہٰذا اگر مقتدی مسبوق نے امام کے سلام اول کے لفظ السّلام کہنے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہہ لیا تو شروع فی الصلوٰۃ صحیح ہے اور اقتداء صحیح ہے اور اگر السّلام کے بعد علیکم سے پہلے اقتداء کی تو یہ اقتداء صحیح نہیں لہٰذا از سر نو تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی: ۱/ ۴۸۶ ـ اشرفیہ۔

لو اقتدی به انسان بعد قوله السلام لا یکون داخلاً فی صلاة لأنه اقتداء بغیر محل۔ (منحۃ الخالق علی البحر: ۱/ ۳۳۲ سعید)

فلو دخل رجل فی صلاته بعده لا یصیر داخلاً فیها قدمناه فی صفة الصلاة۔

(شامی: ۱/ ۴۸۶ اشرفیہ)

(۲) سکب الأنہر ـ ص: ۱۳۹ ج: ۱ ـ فقیہ الأمت۔

رکوع کی حالت میں تکبیر تحریمہ کا حکم

سوال (۱۶۶): ایک شخص مسجد میں پہونچا امام رکوع میں تھا آنے والے نے جھک کر تکبیر کہی اور رکوع میں شریک ہوگیا اس کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر اس نے گھٹنوں تک ہاتھ کے پہنچے سے پہلے تکبیر کہی ہے تو نماز ہوگئی اور اگر گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہی ہے تو نماز نہیں ہوئی۔

"فلو وجد الامام راکعا فکبر منحنیا ان کان الی القیام اقرب بان لا تنال یداہ رکبتیه صحت ولغت نیة تکبیرة الرکوع" (الدر المختار مع (۱) رد المحتار: ۱/ ۳۲۳، کذا فی الطحطاوی علی المراقی: ۱/ ۱۴۸) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع الشامی ص: ۳۲۳ ر ج: ۱ ـ نعمانیہ۔

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۲۱۸ ـ دار الکتاب۔

إنما يصير شارعاً في التكبير في حال القيام أو فيما هو أقرب إليه من الركوع۔ (مجمع الأنهر ص ۱۳۷ ج: ۱ فقیہ الأمت)

ولو أدرك الإمام راكعاً فكبر منحنياً جاز إن كان إلى القيام أقرب۔ (الدر المختار علی المجمع ص: ۱۳۸ ج: ۱)

كبر حازفاً أي: كبر قائماً حاذفاً بأن لا يمد الهمزة من لفظ الجلالة۔ (ملتقی الأبحر مع التعلیق ص ۷۶ ج: ۱، مؤسسۃ الرسالۃ)

قال في الدراية: ولا يصح الافتتاح إلا في حالة القيام حتى لو كبر قاعداً ثم قام لا يصير شارعاً۔ ولو جاء إلى الإمام محنى ثم كبر فإن كان إلى القيام أقرب يصح وإلا فلا۔ (حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق ص: ۱۰۹ ج: ۱۔ إمدادیۃ)

قومہ چھوٹ جانے پر نماز کا حکم

سوال (۱۶۷): رکوع کے بعد سر ذرا سا اٹھایا اور پھر سجدے میں چلا گیا قومہ کی تکمیل نہ کی تو کیا نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر مذکورہ بالا دونوں سوالوں کا مرتکب امام ہو تو اس کے پیچھے نماز درست ہو گی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

قومہ میں تعدیل کی حیثیت مختلف فیہ ہے بعض فقہاء حنفیہ وجوب کے قائل ہیں اور بعض سنیت کے ابن ہمام صاحب فتح القدیر وجوب کے ہی قائل ہیں اور ان کے شاگرد ابن امیر حاج نے اسی کو صواب قرار دیا ہے اس کے برخلاف امام کرخیؒ نے سنت کے قول کو مختار قرار دیا ہے۔ اس لئے احوط یہ ہے کہ قومہ ترک نہ کیا جائے لیکن کبھی اگر کسی سے سہواً قومہ ترک ہو گیا تو اختلاف کی وجہ سے نماز کو صحیح قرار دینے کی اس سے گنجائش ملتی ہے: ”القومة والجلسة والرفع من الركوع الامر به في حديث المسيئ محقق ومقطى الدليل وجوب الاطمينان وللمواظبة على ذلك كلہ وإليه ذهب المحقق بن

الهمام وتلميذه ابن أمير حاج وقال أنه الصواب" (مراقی الفلاح ۱۳۶)
(۱)"واختار الكرخي أن التعديل في القومة والجلسة سنّة على قولهما
الخ" (طحطاوی (۲) علی المراقی ۱۳۶، وہکذا فی مجمع الانہر: ۱/ ۸۸) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) المراقی علی نورالایضاح، ص: ۲۵۰۔ دارالکتاب۔

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۲۵۰۔ دارالکتاب۔

(۳) أما الاطمينان في القومة والجلسة مسنة على تخريجها جميعاً كما في أكثر الكتب. (مجمع الانہر ص۱۳۲ ج:۱ فقيه الامة).

تعديل الأركان..... وكذا في الرفع منها على ما اختاده الكمال. وتحته في الشامية: يجب التعديل أيضاً في القومة من الركوع والجلسة بين السجدتين.

(الدرالمختار مع الشامی ص ۴۶۴ ج:۱ کراچی)

البحرالرائق ص: ۲۹۹/ ج: ۱ سعید۔

مسبوق کے قعدہ اخیرہ میں شریک ہونے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا شرکت فی الجماعت کا حکم ہوگا یا نہیں؟

سوال (۱۶۷): اگر مسبوق مقتدی کے تکبیر تحریمہ کے وقت قعدہ اخیرہ میں شریک ہونے سے پہلے امام سلام پھیر دے تو اس صورت میں شرکت فی الجماعت کا حکم لگایا جائے گا یا نہیں؟ بصورت شق ثانی پھر مقتدی کیا کرے؟ اسی نیت پر بنا کرے یا استیناف کرے پھر سے نیت باندھے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ کے جواب سے پہلے دو باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

۱- امام کے السلام کہہ دینے سے ہی اقتداء کا وقت ختم ہوجاتا ہے"قال فی التجنیس الامام اذا فرغ عن صلوته فلما قال "السلام" جاء رجل واقتدی به قبل ان یقول علیکم لا یصیر داخلًا فی صلوته لان هذا سلام"(شامی:۱/ ۳۱۴)(۱)

۲-اقتداء کے فاسد ہونے کے بعد شروع فی الصلوۃ صحیح نہیں،اور جب شروع فی الصلوۃ صحیح نہیں تو ازسرنو تحریمہ ضروری ہے"متی فسد الاقتداء لا یصح شروعه فی صلوۃ نفسه علی المذهب لانه قصد المشارکة وهی غیر صلوۃ الانفراد" (سکب الانہر:۱/ ۹۳)(۲)

پہلے تکبیر تحریمہ کہہ لیا تو شروع فی الصلوۃ صحیح ہے،اور اقتداء صحیح ہے،اور اگر السلام علیکم کے بعد اقتداء کی تو یہ اقتداء صحیح نہیں ہے،لہٰذا ازسرنو تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے۔

الجواب صحیح	فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
محمد حنیف غفرلہ	حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص۱۹۹ ج:۲۔اشرفیہ۔

(وفی التاتارخانیہ ص:۱۹۲ ج:۲) زکریا۔(وفی الولوالجیّۃ:ص:۱۱۱/ ج:۱) زکریا۔

(وفی البحر الرائق ص:۳۳۲/ ج:۱) سعید۔(وفی حلبی کبیری ص:۳۳۷) سہیل اکیڈمی لاہور۔

(شامی ص:۳۹۷ ج:۲)اشرفیہ(وفی الطحطاوی علی المراقی ص:۲۸۸)دار الکتاب دیوبند۔

(۲) وفی سکب الأنہر علی ہامش مجمع الأنہر ص:۱۳۹/ ج:۱) مکتبہ فقیہ الامت۔

✪✪✪✪

باب الدعاء

نماز کے بعد دعا جہراً مانگے یا سراً

سوال (۱۶۹): اگر امام ربنا آتنا فی الدنیا الخ دعا کو بجائے زور سے مانگنے کے دل میں مانگے تو کیسا ہے دعا جہراً مانگنا افضل ہے یا سراً؟ اور جہراً دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں مقتدیوں کی خواہش ہے کہ امام کچھ دعا جہراً مانگے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

دعا بالسر افضل ہے بہ نسبت دعا بالجہر کے کما قال الله تعالٰی فی القرآن المجید اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○(۱) وفی الطحطاوی علی المراقی ص۱۸۹(۲) ومن الادب فی الدعا ان یدعوَ بخشوع وتذلل وخفض صوتٍ ای بان یکون بین المخافة والجهر کما فی الاذکار عن الاحیاء یکون اقرب الی الاجابة اور جناب مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری مدظلہ العالی نے اپنی کتاب فتاویٰ رحیمیہ میں (۳) مسلک السادات الی سبیل الدعوات کے حوالہ سے یہ عبارت نقل فرمائی ہے الدعا سرًا افضل من الجهر لقوله تعالٰی اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لانه اقرب الی الاخلاص ویکره رفع الصوت به فی الصلوٰة وغیرها ان عبارتوں سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ دعا بالسر دعا بالجہر سے افضل واولیٰ ہے لہٰذا مقتدیوں کا دعا بالجہر پر اصرار کرنا غلط ہے البتہ کبھی کبھار جہراً دعا کرلے تو کوئی مضائقہ نہیں، جائز ہے مگر اس پر مداومت کرلینا مکروہ ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

الجواب صحیح — بندہ عبد الحلیم عفی عنہ

التعلیق والتخریج

(۱) اُدعوا ربّکم تضرّعاً وخفیة الخ۔ (سورۃ الاعراف: ۵۵)

(۲) (حاشیۃ الطحاوی علی المراقی ص ۳۱۷) دار الکتاب۔

والسّنه أن یخفی صوته بالدعاء۔ (هندیه ص ۲۶۳ ج:۱) زکریا

وکذا فی الفقه علی المذاهب الأربعة ص ۵۱۱ ج:۱) سلمان عثمان اینڈ کمپنی۔

اعلم ان الاخفاء معتبر فی الدعاء ویدلّ علیه وجوه الأوّل هذه الآیة "ادعوا ربّکم تضرعاً وخفیة.... والحجة الثانیه أنّه تعالیٰ أثنی علی زکریا فقال إذا نادی ربّه نداء خفیا أی اخفاه عن العباد وغیره..) (تفسیر کبیر للامام الفخر الرازی ص ۱۳۰ رج:۱، دار إحیاء التراث العربی)۔

(۳) وکذا فی الفتاویٰ الرحیمیۃ: ص ۷۰ ج:۶، دار الاشاعت کراچی۔

دعاء میں ہاتھ اٹھانے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

سوال (۱۷۰): دعاء میں ہاتھ اٹھانے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ کیا پسلی سے کہنی متصل رکھنا خلاف سنت ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نمازوں کے بعد اور عمومی حالات میں دعاء کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ مونڈھے تک یا اس سے تھوڑا سا نیچے ہوں اور دونوں ہاتھوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ہو۔ الذی فی شرح الحصن الحصین وشرحه ان یرفعهما حذاء منکبیه باسطًا کفیه نحو السماء لأنها قبلة الدعاء وعن ابن عباس ؓ قال المسألة ان ترفع یدیك حذو منکبیك أو دونهما. (ابوداؤد شریف، طحاوی علی المراقی ص ۱۷۳)(۱)

دعا میں اتنا ہاتھ اٹھانا کہ بغل کی سفیدی ظاہر ہو جائے یہ استسقاء کی دعاء کا طریقہ ہے اور کبھی کبھار حضور ﷺ نے بیانِ جواز کے لئے عمومی حالات میں بھی اس طرح دعا کی ہے۔

واما ما روی انه کان یرفع یدیه حتی یری بیاض ابطیه فمحمول علی بیان الجواز او علی حالة الاستسقاء ونحوها من شدة البلاء والمبالغة فی الدعاء. (طحطاوی علی المراقی ص ۱۷۳)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص ۳۱۷) دار الکتاب۔

الأصل فی الدعاء أن یبسط کفیه ویکون بینهما فرجة وإن قلّت.... والمستحب أن یرفع یدیه عند الدعاء بحذاء صدره. (ہندیہ ص ۳۶۷/ج:۵) زکریا جدید۔

وأمّا عند الصفا والمروة وعرفات فیرفعهما کالدعاء والرفع فیه وفی الاستسقاء مستحبٌ فیبسط یدیه حذاء صدره نحو السماء لأنّها قبلة الدعاء ویکون بینهما فرجة۔ (شامی ص ۵۰۷ ج:۱) کراچی۔

وکذا فی النہر الفائق ص: ۱۹۲/ج:۱) زکریا۔

وکذا فی أحسن الفتاویٰ ص ۱۵۱/ج:۳) زکریا۔

تدفین کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانے کا حکم

سوال (۱۷۱): میت کو دفن کرنے کے بعد جب دعاء مغفرت کرتے ہیں تو اس میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کیسا ہے؟ جواب بحوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

کتب فقہ وفتاویٰ کی عبارتیں اس بات میں ساکت ہیں رفع یدین وعدم رفع کا کوئی تذکرہ نہیں چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں: **والمعهود زیارتها والدعاء عندها قائمًا الخ.** (الدر المنتقی ج ۱ ص ۱۸۷) علی هامش مجمع الانهر (۱) اور یہی

علامہ شرنبلالی بھی لکھتے ہیں: والسنۃ زیارتہا والدعاء عندھا قائمًا الخ مراقی الفلاح (۲) ص ۳۴۱ وھکذا قال العلامہ ابن عابدین الشامی قال فی الفتح والسنۃ زیارتہا قائمًا والدعاء عندھا قائمًا. (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۰۴) (۳)

اور بعض روایات واحادیث میں صرف یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ تدفین سے فارغ ہوکر قبر کے پاس کھڑے ہوجاتے اور حاضرین کو فرماتے اپنے بھائی کے لئے دعاء استغفار کرو جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں حضرت عثمانؓ کی روایت ہے وعنہ قال کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا لہ بالتثبیت فانہ الآن یُسأل (رواہ (۵) ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۲۶ باب (۴) اثبات عذاب القبر. بذل المجہود فی حل ابی داؤد ج ۴ ص ۱۹۰ باب (۶) الاستغفار عند القبر فی وقت الانصراف.

علامہ عبدالرؤف المناوی صاحب فیض القدیر ج ۵ ص ۱۵۱ شرح الجامع الصغیر میں فرماتے ہیں وقف علیہ ای علی قبرہ ھو واصحابہ صفوفًا اھ فیض القدیر ج ۴ ص ۱۵۱۔ غرضیکہ اس روایت کے ضمن میں کسی نے بھی رفع یدین کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

اسی طرح طبرانی کی ایک روایت ہے جس میں مٹی ڈالنے کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہوکر کچھ پڑھنے کا تذکرہ ہے ”وروایۃ الطبرانی عن ابی امامۃؓ قال امرنا رسول اللہ ﷺ فقال اذا مات احدٌ من اخوانکم فسویتم التراب علی قبرہ فلیقم احد کم علی رأس قبرہ“ الحدیث. المنہل العذب المورود شرح ابی داؤد ج ۹ ص ۴۷۔ لیکن حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں ”ثم انطلقت علی اثرہ حتّٰی جاء البقیع فقام فاطال القیام ثم رفع یدیہ ثلاث مراتٍ ثم انحرف“ ”الحدیث“ (مسلم شریف ج ۱ ص ۳۱۳)

قال الامام النووی فیہ استحباب اطالۃ الدعاء وتکریرہ ورفع الیدین فیہ الخ (۱۰) اس سے صاف بات حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھی ہے، وفی

حديث ابن مسعود رضی الله عنه رأيت رسول الله ﷺ فی قبر عبد الله ابن ذی النجادين. الحدی وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعًا يديه أخرجه ابوعوانه فی صحيحه فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۹۵ باب الدعاء مستقبل القبلة. (۱۱)

"وعن ابن عباسؓ قال مات انسانٌ كان رسول الله ﷺ يعيدهٗ فمات بالليل فدفنوه ليلًا فلما اصبح اخبروه الحديث. وفی فتح الباری لابن حجر العسقلانی فاخبر والنبی ﷺ حين اصبح فجاء حتّٰی وقف علی قبره فصف الناس معهٗ ثم رفع يديه فقال اللّٰهم الق طلحة يضحك اليك وتضحك إليه"۔ (باب الاذن بالجنازة ج ۳ ص ۳۶۱)

ان روایات کو روایات مسکوت عنہا کے لئے بیان مان لینے کی صورت میں تمام روایات ایک درجہ کی ہوجائیں گی، حاصل کلام یہ ہے کہ قبر کے پاس ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا حضور ﷺ سے ثابت ہے اور اگر کوئی ہاتھ نہ اٹھائے تب بھی کوئی حرج نہیں، اپنے اکابرین کے یہاں دونوں طریقہ پر عمل دیکھا گیا ہے، بعض ہاتھ اٹھاتے ہیں بعض نہیں اٹھاتے لیکن رفعِ یدین کی صورت میں اس بات کا خیال رہے کہ ایسی ہیئت نہ پیدا ہو جس سے دیکھنے والوں کو یہ شبہہ پیدا ہوا کہ اہل قبر سے حاجت طلب کر رہا ہے۔

هٰذا ما ظهر لی بعد إمعان النظر وتتبع كثير ولعل الأحسن من ذٰلك عند غيری. والله تعالٰی أعلم بالصواب

دعا میں ہاتھ کا اٹھانا دعا کے آداب میں سے ہے لیکن قبروں سے مراد مانگنے والوں سے تشبہ کی وجہ سے اس کا ترک ہی مناسب معلوم ہوتا ہے یا قبر کی طرف سے رُخ پھیر کر مستقبل قبلہ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرے جیسا کہ حدیث مذکور میں ہے۔ ہٰذا ما عندی بندہ عبدالحلیم عفی عنہ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المنتقی علی ہامش مجمع الأنہر ص ۱۷۷ ر ج: ۱، فقیہ الامت۔

(۲) طحطاوی علی المراقی ص ۶۲۰ دار الکتاب۔

(۳) رد المحتار ص ۶۰۴ ر ج: ۱، نعمانیہ۔

(۵) مشکاۃ المصابیح ص ۲۶ ر ج: ۱، مکتبہ ملت۔

(۴) أبو داوٗد ص: ۴۵۹ مکتبۃ بلال۔

(۶) بذل المجہود ص ۲۱۰ ر ج: ۴، رشیدیۃ۔

(۸) المنہل العذب المورود ص ۷۴ ر ج: ۹، بیروت۔

(۹) الصحیح لمسلمٍ ص ۳۱۳ ر ج: ۱، دار الاشاعت۔

(۱۰) المنہاج للنوی علی ہامش مسلمٍ: ص ۳۱۳۔ دار الاشاعت۔

(۱۱) فتح الباری ص ۴۳۰ ر ج: ۱۲۔ دار الفکر۔

(۷) فیض القدیر ص ۱۵۱ ر ج: ۴۔ بیروت۔

دعاء میں ہاتھ اٹھانے کا مسنون طریقہ

سوال (۱۷۲): ایک عالم صاحب فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعاء کے وقت اتنا ہاتھ اٹھاتے تھے کہ آپ کا بغل مبارک نظر آتا تھا یعنی کھل جاتا تھا۔

لہٰذا دریافت طلب یہ ہے کہ دعا میں ہاتھ اٹھانے کا سنت طریقہ کیا ہے اگر پسلی سے کہنی متصل رہے، تو کیا یہ خلافِ سنت ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نمازوں کے بعد اور عمومی حالت میں دعا کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ مونڈھے تک یا اس سے تھوڑا سا نیچے ہوں اور دونوں ہاتھوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ہو: ''الذی فی شرح الحصن الحصین وشرحہ ان یرفعهما حذاء منکبیه باسطًا کفیه

نحو السماء لانها قبلة الدعاء وعن ابن عباس قال المسئلة ان ترفع يديك حذو منكبيك أو دونهما ''(ابوداؤد، طحطاوی: ۱۷۳)

دعاء میں ہاتھ اٹھانا کہ بغل کی سفیدی ظاہر ہوجائے یہ استسقاء کی دعاء کا طریقہ ہے اور کبھی کبھار حضور نے بیان جواز کے لئے عمومی حالت میں بھی اس طرح دعا کی ہے: ''أما ما روی انه كان يرفع يديه حتى يرى بياض ابطيه فمحمول على بيان الجواز وعلى حالة الاستسقاء ونحوها من شدة البلاء والمبالغة فی الدعاء اه'' (طحطاوی علی المراقی: ۱۷۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۳۱۷ دار الکتاب۔

عن سلمان رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: إن ربكم حی كريم ليستحی من عبده

فثبت أن الدعا مستحب بعد كل صلاة مكتوبة برفع اليدين كما هو شائع. (إعلاء السنن ص ۱۰۷ ج: ۳۔ کراچی)

الدعاء أربعة دعاء رغبة. وعاد رهبةٍ دعاء تضرع ودعاء خفيةٍ ففی دعاء الرغبة يجعل بطون كفيه إلى السماء وفی دعاء الرهبة بجعل ظهورها إلى وجهه كلمستغيب من الشئ وفی دعاء التضرع يعقد الخنصر والبنصر ويلحق الإبهام والوسطى ويشير بالسيابة وفی دعاء الخفية، يفعل ما يفعل المرء فی سنه۔ (البحر الرائق ص: ۲۰۷ ج: ۸۔ كتاب الكراهية مكتبه سعيد)۔

دعاء میں امام کی اقتداء کا حکم

سوال ۱۷۳: نماز میں امام کی پیروی کہاں تک کرنے کا حکم ہے؟ بعض آدمی دعاء مانگ کر اپنے مصلی سے اٹھ جاتے ہیں جبکہ مقتدی دعاء مانگتے رہتے ہیں۔ کیا دعاء میں امام کے ساتھ منہ پر ہاتھ نہ پھیر کر بعد تک دعاء مانگ سکتا ہے؟ تنہا بعض آدمی کی چند رکعت چھوٹ جاتی ہے پوری کرنے کے بعد اگر چاہیں تو امام کے ساتھ دعاء میں شریک ہوسکتے ہیں لیکن وہ اپنی تسبیح پڑھ کر تو دعاء مانگتے ہیں کیا دعا مانگے یا تسبیح پڑھ کر الگ دعاء کرے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی کے لئے اب اقتداء ضروری نہیں، مقتدی دیر تک دعا مانگ سکتا ہے، اسی طرح مسبوق اپنی تسبیح پوری کرکے دعاء مانگ سکتا ہے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ولو زاد الإمام سجدة أو قام بعد القعود الأخير ساهيا لا يتبعه المؤتم فيما ليس من صلاته۔ تحته في حاشية الطحطاوي: أشار به إلى العلة في عدم الاتباع وهي أن الذي أتى به الإمام ليس من الصلاة أي ليس من أصل الصلاة۔ (حاشية الطحطاوي على المراقي ص:۳۱۰ ج:۴) دار الكتاب۔

عن أبي أمامة قال: قيل يا رسول الله۔ صلى الله عليه وسلم۔ أي الدعاء أسمع أقال جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات۔ تحته في تحفة الأحوذي: أي أوفق إلى السماء أو اقرب إلى الإجابة۔ (تحفة الأحوذي ص:۲۱۲ ج:۷) شركة القدس قاهره۔

أما بيان ما يستحب للإمام أن يفعله عقيب الفراغ من الصلاة فنقول إذا فرغ

الإمام من الصلاة فلا يخلو إمّا إن كانت صلاة لا تُصلى بعدها سنّة أو كانت صلاة تصلى بعدها سنّة فإن كانت صلاة لا تصلى بعدها كالفجر والعصر فإن شاء الإمام قام وإن شاء قعد في مكانه يشتغل بالدعاء إلى اخره". بدائع الصنائع ص: ٤٥٣ ج: ١ زكريا. جديد.

وليس له أن يتابعه في البدعة والمنسوخ ومالا تعلق له بالصلاة فلا يتابعه لوزاد سجدة..... أوقام إلى الخامسة ساهياً. (شامی ص: ٢٠٣ ج: ٢) أشرفيه.

دعا کی ابتداء وانتہاء کے لئے زور سے کوئی کلمہ کہنا کیسا ہے؟

سوال (۱۷۴): بعض لوگوں کی خواہش ہے کہ فرض نماز کے بعد امام کی دعاء کے ابتداء پر مؤذن صاحب اللھم آمین اور ختم پر برحمتك یا ارحم الراحمین کہہ دیا کریں تاکہ مقتدی حضرات کو امام کے دعا کی ابتداء وانتہاء کا علم ہو سکے تو مؤذن صاحب کا ان اوقات میں مندرجہ بالا الفاظ کہنا کیسا ہے کوئی حرج تو نہیں پانچوں نمازوں میں اگر یہ الفاظ کہہ دیں تو کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صراحۃً کوئی جزئیہ باوجود تتبع کثیر کے نہیں مل سکا، البتہ تعلیلاتِ فقہاء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ اس کا بھی مقصد اعلام حاضرین ہے اور تکبیر اور تکبرات انتقالیہ کی تبلیغ جو مامور بہ ہے اس کی بھی علت یہی ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) إنّ الذكر بعد الصلاة كان يختم بالتكبير ويرفع به الصوت شيئًا، ليقف الناس على أنّ الإمام قد فرغ من توابع الصلاة فيذهبوا إلى حوائجهم، كما أنّ

الجهر بالتسليم، لكي يعرف القوم أن الصلاة بأصلها قد تمت، وإن بقيت لوبعها من الدعاء والذكر۔ (إعلاء السنن، كتاب الصلوٰة، باب فى بعض آداب الدعاء ص۲۱۳ ج:۳) دار الكتاب العلميه بيروت۔

وفی فتاویٰ محمودیہ ص: ۶۹۲ / ج: ۵۔ مکتبہ شیخ الاسلام۔

فرائض کے بعد دعا جہراً افضل ہے یا سراً؟

سوال (۱۷۵): صلوۃ مکتوبہ کے بعد دعا جہرا مانگنا افضل ہے یا سراً؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

سراً افضل ہے لقولہ تعالیٰ ”اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً“ (۱) لیکن اگر دعاء کی تعلیم مقصود ہو تو آواز سے بھی دعا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ دوسرے نمازیوں کو خلل نہ ہو، اور چونکہ عام طور پر کچھ نمازی مسبوق ضرور ہوتے ہیں اس لئے سراً ہی دعا کرنا انسب ہے (وہکذا فی فتاویٰ محمودیہ: ۱/ ۷۳) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ادعو ربكم تضرعاً وخفية۔ (سورة الاعراف: ۵۵)

عن النبي۔ صلى الله عليه وسلم۔ أنه قال: (خير الدعاء الخفي) وعن انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ دعوة فى السر تعدل سبعين دعوة فى العلانية۔ (اعلاء السنن ابواب الوتر ص: ۵۳ ج: ۶) ادارة القرآن۔

أما الأدعية والأذكار فبا الخفية أولى۔ (شامى ص: ۵۰۷ ج: ۳) اشرفيه۔

(۲) فتاویٰ محمودیہ ص: ۶۹۲ / ج: ۵۔ مکتبہ شیخ الاسلام۔

حبیب الامت، عارف باللہ حضرت مولانا

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

کی تصنیفات وعلمی خدمات ایک نظر میں

حبیب الفتاویٰ اول
حبیب الفتاویٰ دوم
حبیب الفتاویٰ سوم
حبیب الفتاویٰ چہارم
حبیب الفتاویٰ پنجم
حبیب الفتاویٰ ششم
حبیب الفتاویٰ ہفتم
حبیب الفتاویٰ ہشتم
تحقیقات فقہیہ جلد اول
رسائل حبیب جلد اول
رسائل حبیب جلد دوم
صدائے بلبل (اشرف التقاریر) جلد اول
احب الکلام فی مسئلۃ السلام
مبادیات حدیث
نیل الفرقدین فی المصافحہ بالیدین
التوسل بسید الرسل
المساعی المشکورۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ
احکام یوم الشک
جذب القلوب

تحفۃ السالکین
نوٹ کی شرعی حیثیت
والدین کا پیغام زوجین کے نام
تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت
حضرات صوفیاء اوران کا نظام باطن
حبیب العلوم شرح سلم العلوم
حضرت حبیب الامت کی علمی، دینی خدمات کی ایک جھلک
قدوۃ السالکین
درود وسلام کا مقبول وظیفہ
التوضیح الضروری شرح القدوری
خطبات حبیب
مقالات حبیب
برکات قرآن
علماء وقائدین کے لئے اعتدال کی ضرورت
مسلم معاشرہ کی تباہ کاریاں
جمع الفوائد شرح شرح عقائد
جہاں روشنی کی کمی ملی وہیں اک چراغ جلا دیا

عام فہم اردو تفسیر

انوار البیان

فی کشف

اسرار القرآن

سلیس اور عام فہم اردو میں پہلی جامع اور مفصل تفسیر جس میں تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے، دلنشین انداز میں احکام و مسائل اور مواعظ ونصائح تشریحات، اسباب نزول کا مفصل بیان، تفسیر، حدیث وفقہ کے حوالوں کے ساتھ۔

محقق العصر حضرت مولانا عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ

قیمت:- 5000

مکتبہ طیبہ دیوبند

Pin: 247554

بارہ مہینوں کے خطبات

علماء اور واعظین کے لئے بہترین تحفہ

خطباتِ رحیمی

از حبیب الامت حضرت مولانا محمد ادریس حبان صاحب حفظہ اللہ

مرتب

مولانا محمد فاروق اعظم صاحب حبان قاسمی

مسلمانو! کلمۂ توحید کی بنیاد پر ایک ہو جاؤ
مسلمان کی ترقی میں رکاوٹ کے اسباب
یہود و نصاریٰ مسلمان کے دوست نہیں
قیامت کا ہولناک دن اور عرش الٰہی کا سایہ
اپنی ہر مراد اللہ تعالیٰ سے مانگو
ٹیپو سلطان شہیدؒ کی بے مثال شخصیت
اولاد کی تعلیم و تربیت قرآن و حدیث کی روشنی میں
بے پردگی کا بھیانک انجام
بدگمانی، بغض و حسد شیطانی کام
ترانہ وندے ماترم ایک فتنہ

نوجوان قوم و ملت کے لئے عظیم سرمایہ
خدا کی نعمتوں کی قدر ہر حال میں کی جائے
امانت داری اور رزق حلال
آج مسلمان بے عمل اسلام پر کشش
زمانۂ جاہلیت کا حال
مسلمانوں کا شاندار ماضی
بداعمالیوں کی سزائیں
توبہ اللہ کا پسندیدہ عمل
والدین سے بغاوت
کنجوسی کی نحوست

کتابی دنیا میں ایک اور عظیم الشان اضافہ

”ایک نئی دُنیا کی تلاش“

محترم حضرات کسی بھی مذہب کے لوگ خواہ ہندو ہوں یا مسلم یا عیسائی بدھ یا سکھ جب تک اس کتاب کا اچھی طرح مطالعہ نہیں کریں گے، اپنے مذہب کا مقام کہاں ہے یہ پتہ نہیں چلے گا اور اپنے مذہب کی حقانیت کا سو فیصد یقین اس کو حاصل نہیں ہوگا۔
اس دنیا میں 65-60 مسلم ممالک اور عالم کی ایک چوتھائی آبادی مسلمانون کی ہے لیکن آج پورا عالم مسلمانوں کے لئے اتنا تنگ ہے کہ ایک مسلمان کو سانس لینے کے لئے بھی جگہ نہیں، یہ کیوں ہوا؟ اس کی تفصیلی وجہ بھی اس کتاب میں موجود ہے۔
بدھ ایسا مذہب ہے کہ جس کے قانون میں کسی جانور کو مارنا، ستانا دور کی بات کسی پیڑ پودے یا اس کی شاخ تک کاٹنا بھی منع ہے لیکن یہ لوگ بھی آج مسلم مرد عورت، شیر خوار بچوں کو بھی ایسے بے رحمی سے مارتے ہیں کہ عالم کے درندے بھی اسے دیکھ کر رونے لگتے ہیں اس ظالمانہ حرکت پر ان کو کس نے آمادہ کیا اس کی بھی وجہ اس کتاب میں موجود ہے۔
کسی بھی محقق عالم یا طالب علم کو دس بارہ سال میں ہزاروں کتابوں کو ٹٹول کر جو علم حاصل ہوگا وہ صرف ایک ہفتہ میں اس کتاب کے ذریعہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اور کسی بھی مذہب باطلہ کو مناظرہ میں آسانی سے لا جواب کرنے کے لئے یہ کتاب ایک انمول تحفہ ہے۔ نٹ قیمت:- 200

مکتبہ طیبہ دیوبند

